علمی وتحقیقی مجلہ

البدر 2023ء

ادارہ علوم اسلامیہ
قائداعظم کیمپس، جامعہ پنجاب لاہور، پاکستان

سرپرست اعلی: ڈائریکٹر-ڈین فیکلٹی آف ادارہ علوم اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی

زیرنگرانی: ڈاکٹر سعدیہ گلزار

معاون نگران: ڈاکٹر حافظ محمد عبداللہ

مجلسِ ادارات

مدیرہ: بریرہ

نائب مدیرات: ایمان فاطمہ، عائشہ خان

معاون مدیرات: ہادیہ بشیر، ملائکہ نور

کمپوزرز: فروہ عامر، عروہ عامر، جمیلہ نسرین، حافظہ اقصیٰ نور،

زنیرہ امجد، امامہ عدنان، انیس ادریس

فوٹو گرافی: انتظامیہ ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب۔

ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، پاکستان۔

INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES (iispu.pk)

بسم الله الرحمن الرحيم

اداریہ

زندگی تلاش کے اس سفر میں قطرہ قطرہ پگھل رہی ہے۔ انسان نے اسے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا۔اس کی جستجو میں انسان کا جی چاہتا ہے کہ افق کے پار کائنات کے گوشے چھانے یا پیروں تلے کی زمیں کھود لے، آسمان کی بلندیوں میں اسے تلاش کرے یا سمندر کی گہرائیوں میں، صحرا اور بیاباں کی خاک چھانے یا کسی تہہ خانے کی تجوری میں جھانکے۔ مگر تلاش کا یہ سفر رائیگاں ہے۔ جس ذات کو وہ ارض و سماں کی وسعتوں میں تلاش کر رہا ہے وہ اس کے اندر تہ در تہ پردوں کے پیچھے چھپی ہے۔ کیوں کہ ہم سب نے لبادے اوڑھ رکھے ہیں اور ہم ایک طویل عمر اس مغالطے میں گزار دیتے ہیں کہ یہ لبادے خوشنما دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان لبادوں کے وزن اور ان میں لگے کانٹوں سے ہماری ذات چھلنی ہو جاتی ہے۔

ہم میں سے ہر کوئی اپنی ذات اور خیالات میں خوبصورتی لے کر پیدا ہوا ہے۔ مگر اس معاشرے کے معیارات اور رجحانات نے اس ذات کی خوبصورتی کو ماند کر دیا ہے اور ان ہی معیارات پر پورا اترنے کی دوڑ میں ہم نے اپنی ذات کو چھپا لیا۔ اور اس پر وہ لبادہ اوڑھ لیا جو زمانے کو بھلا معلوم ہو۔ ایک طویل عرصے کے بعد جب انسان کی کمر ان لبادوں کے بوجھ سے جھک جاتی ہے تو اس کو ان سفید لبادوں کے میلے ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ لبادے اس کی ذات کے چاند پر داغ تھے۔ جس انسان کو اس نے چھپا لیا تھا وہی تو عمدہ تھا کیوں کہ اس کی تراش خراش خالق کائنات نے کی تھی جو جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی افضل ترین مخلوق کو خوبصورت نہ بناتا۔

پھر انسان کیا کرے؟ ان لبادوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کرے؟ اس کا ایک ہی حل ہے۔ وہ یہ کہ انسان اپنے اندر جھانکے، خود کو پہچانے، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے، ان کو نکھارے اور یہی البدر کا مقصد ہے۔ کہ وہ تمام لوگ جو اچھا لکھنا چاہتے ہیں اور اچھا پڑھنا چاہتے ہیں البدر ان کے لیے ہے تاکہ وہ اپنی تحریری صلاحیتوں کو نکھار سکیں۔ البدر آپ کو ایسا پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے جہاں آپ اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں اور انہیں دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔

سال 2023 ختم ہوا۔ اس سال البدر کی مدارت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی گئی جسے میں نے ڈاکٹر سعدیہ کی زیرِ نگرانی احسن طریقے سے سر انجام دینے کی بھرپور کوشش کی۔ الحمدللہ۔ میں اپنی البدر کی ٹیم کی بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بھرپور تعاون کیا اور ان کی کوششوں سے آج البدر آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ البدر رنگارنگ تحریروں سے مزین ہے اور طالب علموں کی تحریری صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ طالبات نے تحریریں لکھنے میں اور ٹیم میمبرز نے انہیں ترتیب دینے میں بہت محنت کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آپ اس کا حق ادا کرتے ہیں۔

مدیرہ البدر

بریرہ

اداریہ

عہد حاضر کا سورج جب سے آسمان دنیا پر طلوع ہوا ہے اس کی تیز و تند شعاعوں نے تمام تر تہذیبوں، روایتوں، رسموں، رواجوں اور حدود و قیود کو جلانے سے گریز نہیں کیا۔ اس کی آنکھوں کو چندھیا دینے والی روشنی کے باوجود لوگ جہالت کی اندھیری گلیوں میں نور کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔ کوئی شجر ہائے سایہ دار ان کو پناہ نہیں دے سکتا، کوئی انسان ان کی آنکھوں پر بندھی سیاہ پٹی اتارنے سے عاری ہے۔ احساسات و جذبات سے لبریز ان کے دل عقل و شعور اور دانش سے لاعلم ہیں۔ آواز اٹھانے والوں پر شدت پسندی کے فتوے لگا کر ان کی پکار کو روک دیا جاتا ہے۔ بے ہنر اور بے عمل شخص اس دور کا افلاطون ہے۔ طنز و تنقید کرنے والے اتنے ہیں کہ لوگ اپنے حصے کی شمع جلانا بالکل فراموش کر چکے ہیں۔

ایسے میں روشنی کے علمبر دار نور و ہدایت کی شمعیں روشن کیے ہر موڑ پر اچھائی اور بھلائی کے منتظر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کو دبی اور گھٹی ہوئی چیخوں سے پکار رہے ہیں۔ اس عہد تغیرات کے سورج کی تیز شعاعوں سے بچانے کا انتظام اللہ کریم نے قرآن مجید اور اسوہ حسنہ کی صورت میں کر دیا ہے۔ یعنی یہ وہ عینک ہے جو کھرے اور کھوٹے میں صاف اور واضح فرق دکھاتی ہے اور خیرہ کر دینے والی چمک دمک سے محفوظ رکھتی ہے۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذاں لاالہ الااللہ

دیے سے دیا جلانے کا یہ نظام ازل سے ابد تک جاری رہے گا۔ ایسے میں ادارہ علوم اسلامیہ بھی اس کار ہائے خیر میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ البدر وہ پلیٹ فارم ہے جس پر طلباء و طالبات کو اپنے خیالات و احساسات کے اظہار کا موقع دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سعدیہ گلزار کی ہدایات اور تنقید برائے اصلاح کے بعد آج ہم اس قابل ہیں کہ اس مجلہ کو عوام الناس کے لیے شائع کیا جائے۔ میں شکر گزار ہوں ان تمام تر اراکین کی جنھوں نے ذرہ ذرہ جوڑ کر اس کو اس مقام تک پہنچایا اور میں امید کرتی ہو کہ یہ سلسلہ تھمے گا نہیں بلکہ طلبہ و طالبات کا جوش و جذبہ اسے مزید جلا بخشتا رہے گا۔

نائب مدیرہ البدر

عائشہ خان

اداریہ

آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں !

ہمارے ایک دوست جو بہت ہی خوب لکھتے ہیں، ایک روز اُن کی شاندار تحریر پڑھ کر ہمارا بھی دل چاہا کہ کیوں نہ کچھ لکھا جائے۔ بہت سوچ بچار کے بعد ایک موضوع سوچا اور قلم تھام کر لکھنا شروع کیا مگر ایک دو سطر کے بعد کچھ لکھا ہی نہ گیا۔ ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزر گیا، قلم ہاتھ میں ویسے کا ویسا ہی رہا۔ پھر اس خیال سے دل کو تسلی دینے کی کوشش کی کہ جب اسکول کے زمانے میں کبھی لکھنے کی کوشش نہیں کی، تو آج کیسے یکایک لکھنا آجائے گا؟ بغیر کوشش اور محنت کے کچھ نہیں ہوتا۔ اور واقعی ہمارے تعلیمی نظام کا ایک بڑاالمیہ یہ بھی ہے کہ نہ تو لکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور نہ ہی کروائی جاتی ہے۔ اس نظام کی خرابی ہی کی وجہ سے زیادہ تر طلبہ کی ذہنی صلاحیتیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ مگر ایسے حالات میں روشنی کی کرن بن کر ادارہ علوم اسلامیہ اس سوچ کو پروان چڑھاتا ہے کہ **''لکھنا، لکھنے سے ہی آتا ہے۔''** لہذا البدر پچھلے کئی سالوں سے طالب علموں کے فن، تخیل اور اذہان کو جلا بخش رہا ہے۔

میں اس کاروانِ علم (البدر) کا حصہ بن کر خود کو خوش نصیب سمجھتی ہوں کہ مجھے ''البدر'' سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا، اس نے میری سوچ کو نئے پیراہن میں ڈالا، میرے تصور کو وسعت دی، میرے خیالات کو جلا بخشی۔ مجھے یقین ہے کہ جو بھی ''البدر'' کے ساتھ منسلک رہا ہوگا، خواہ وہ لکھاری ہو یا قاری اپنی سوچ وافکار میں مثبت تبدیلی پائے گا۔

البدر سال ۲۰۲۳ء اپنے اندر بہت سے رنگ سمائے ہوئے ہے جسے پڑھ کر آپ کبھی ہنسیں گے تو کبھی مسکرائیں گے، کبھی آپ کی آنکھیں چمکیں گی تو کبھی چھلکیں گی۔ امید ہے کہ اس سال کا مجلہ ''البدر'' بھی اپنے پچھلے کئی سالہ بہترین ریکارڈ کو ہمیشہ کی طرح قائم رکھے ہوئے ہے اور اس ریت کو برقرار رکھنے میں البدر کی ٹیم خصوصاً مدیرہ البدر کی انتھک کاوشیں شامل ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمیں اس مجلہ کا حق ادا کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

نائب مدیرہ البدر

ایمان فاطمہ

فہرست البدر

حمد و نعت

حمد باری تعالیٰ 1

(واصفہ وارث، بی-ایس سمیسٹر دوم مارننگ)

نعت شریف 2

(دعا مقصود، بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

ھدیً للنّاس

قرآن میں انبیاء اکرام کی دعائیں 4

(عائشہ، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

عزم الامور 6

(فاکہہ جنت، بی-ایس سمیسٹر سوم، مارننگ)

صِبۡغَةَ اللہ 9

(قرۃ العین فرقان، بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

سراجاً منیرا

اعوذُ بِک من اربع 10

(بریرہ، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

فاسق 14

(فروہ عامر، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

انگوٹھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم 20

(عطیہ کلثوم،بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

خیرٌ من النّاس

حضرت عبداللہ ابن مسعود 22

(عائشہ خالد،بی-ایس سمیسٹر ہشتم،مارننگ)

تعلیم و تحقیق

خانہ کعبہ شریف(ایک تحقیقی رپورٹ) 28

(حافظہ سیّدہ ام حبیبہ بخاری،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

الرؤیا 37

(عروہ عامر،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

مسلمان علماء کی تفاسیر اور اتحاد امت 44

(بینش حبیب،ایم-فل سمیسٹر چہارم،مارننگ)

الحاد اور اس کے مسلم معاشرے پر اثرات 46

(بینش حبیب،ایم-فل سمیسٹر چہارم،مارننگ)

آرتھوڈوکس چرچ 61

(دعا مقصود،بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

پاکستان میں بدامنی کے خاتمے کے لیے تعلیم کا کردار 67

(بینش حبیب،ایم-فل سمیسٹر چہارم،مارننگ)

دور جاہلیت میں عربوں کے کھانے 78

(دعا مقصود،بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

حکمت ودانائی

بچوں کو نمازی کیسے بنائیں؟ 82

(جویریہ،بی-ایس سمیسٹر دوم،مارننگ)

انسانی جان کی عظمت 85

(سائرہ عزیز،پی-ایچ-ڈی سمیسٹر اول)

بیٹی۔۔۔رحمت یا زحمت 88

(ملائکہ نور،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

افسانہ نگاری

حسرت 90

(ایمان فاطمہ،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

مہلت 92

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

کچھ یادیں کچھ باتیں

خانسپور کی سیر 94

(بریرہ،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

نیرنگ خیال

زندگی کے چند اصول 96

(ام حبیبہ،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

بے ربط 96

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

زرد پتے!.. 99

(قاریہ لیاقت،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

خودنوِشت

جی-آر.. 100

(بریرہ،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

بیک بینچرز.. 102

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

اَخلاق وآداب

خوش کلامی۔۔۔وقت کی ضرورت 105

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

گفتگو کے آداب.. 107

(زہرہ بتول،بی-ایس سمیسٹر دوم ایوننگ)

زبان کی ہلاکتیں.. 111

(انیس ادریس،بی-ایس سمیسٹر دوم،مارننگ)

اخلاص کے حصول کے طریقے اور علاج 115

(عاتکہ خنساء،بی-ایس سمیسٹر دوم،مارننگ)

شکر.. 116

(مصفہ اصغر، بی-ایس، سمیسٹر دوم،مارننگ)

غصہ 117

(لائبہ اکرام، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

دھوکہ 120

(حافظ محمد موسیٰ، بی-ایس سمیسٹر اول مارننگ)

ہنسا منع ہے!

قومہ 124

(انتخاب: زنیرہ امجد، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

آنندی بڑی چس اے 125

(محمد اویس، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

اُفقِ نظم و غزل

پیغام گزرتے زمانوں کا 126

(فاطمہ نعیم، بی-ایس سمیسٹر پنجم ایوننگ)

اے بنی آدم 127

(ایمان فاطمہ، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

جب میں اپنے پیارے اللہ سے ملوں گی تو کہوں گی 128

(انتخاب: ہادیہ بشیر، بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

کیا ہے زندگی؟ 129

(قاریہ لیاقت، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

زندگی اچھی ہے!!! 130

(رُحما ندیم، بی-ایس سمیسٹر دوم مارننگ)

میں کیا بتاؤں میں نے کیا حال دیکھا 133

(زنیرہ امجد،بی-ایس سمیسٹر دوم،مارننگ)

ڈر 134

(رُحما ندیم، بی-ایس سمیسٹر دوم مارننگ)

سوچ 135

(ام حبیبہ،بی-ایس سمیسٹر ششم،مارننگ)

انگریزی تحاریر

Names of the Quran in different terms from Quran 136

(Hadia Bashir, Bs. 5th semester Morning)

Love for Allah 139

(Umama Adnan, Bs. 3rd semester Morning)

Come on Muslims! 140

(Eman Fatima, semester 5th, Morning)

Views/Fatwas of Ulama about Photography and Vediography 141

(Benish Haseeb, M.phil 4th semester)

The Crucial Need for Reading Books in Today's Time 148

(Benish Haseeb, M.phil 4th semester)

Advantages of Hijab in Islam 151

(Benish Haseeb, M.phil 4th semester)

Key Facts about bears 151

(Benish Haseeb, M.phil 4th semester)

تصویری البم

حمد و نعت

حمد باری تعالیٰ

(واصفہ وارث،بی-ایس سمیسٹر دوم مارننگ)

غموں کی آندھیوں نے آن گھیرا ہے

تیری رحمت،ہی سہارا ہمارا ہے

کہاں جائیں تیرے در سے اٹھ کر

تیرے در پہ ہی گزارا ہمارا ہے

مجھے دیکھ کر تیری رحمت پکارے

یہ بندہ تو ہمارا ہے، یہ بندہ تو ہمارا ہے

کرم کر واصفہؔ پر اے خدایا

ہوا مشکل گزارا ہمارا ہے

☆☆☆

نعت شریف

(دعا مقصود، بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

وہ محبوب نورانی ہے

وہ تفسیر قرآنی ہے

وہ خدا تو نہیں مگر

خدا کی ہی نشانی ہے

یہ میری ہی نہیں داستاں

ہر دل کی کہانی ہے

لہو میں ہے الفت ایسے

جیسے دریاؤں کی روانی ہے

درود اس پہ بھیجتی ہوں تحفتاً

وہ ذات جو لافانی ہے

اندھیری قبر میں وجہ نور

احمد ﷺ کی روشن پیشانی ہے

درِ اقدس پہ مرنے کی خواہش

یہیں مرنا میری زندگانی ہے

ہے آرزو اس کے در کے سفر کی

جو مسافر ہفت آسمانی ہے

کھولتا روزا انتظار میں جس کے

حوضِ کوثر کا بھی پانی ہے

سادگی سے سادہ میرا محبوب

مگر شہنشاہِ دو جہانی ہے

صادق، عادل، ولی، کامل

میرا آقا فخر انسانی ہے

اس کے اسم کی خوشبو سے

بنا بنجر دل گلستانی ہے

کوئل و مینا کی سنی گفتگو

بلبل بھی تیری دیوانی ہے

دید کی حوریہ کی اوقات کہاں

محض نقش پا مہربانی ہے

☆☆☆

هُدیً للنّاس

قرآن میں انبیاءاکرام کی دعائیں

(عائشہ،بی-ایس سمیسٹر دوم،مارننگ)

قرآن ایک عظیم کتاب ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی راہنمائی فرمائی۔اس میں انبیاء کے واقعات مذکور ہیں اور بہت سی ایسی دعائیں جوانبیاء نے مانگیں اور اللہ تعالی کے نزدیک اس قدر مقرب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دعاؤں کو قرآن کا حصہ بناڈالا،ان میں سے چند دعائیں درج ذیل ہیں:

1۔حضرت زکریاعلیہ السلام نے اپنے رب سے اولاد کی دعااس طرح مانگی کہ فرمایا:

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّه رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ [1]

''اور زکریاعلیہ السلام کو،جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے پروردگار مجھے اکیلانہ چھوڑاور بہترین وارث توتوہی ہے۔''

2۔حضرت داؤدعلیہ السلام نے جالوت اوراس کے لشکر سے جنگ کے وقت کہا تھا:

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِه قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ[2]

'' اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر،ہمارے قدم جمادے اوراس کافر گروہ پر ہمیں فتح نصیب کر۔''

3۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے رب کریم سے دعاکی:

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاَدْخِلْنِىْ بِرَحْمَتِكَ فِىْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ[3]

''اے میرے رب! مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اس احسان کاشکرادا کرتا رہوں جوتو نے مجھ پراور میرے والدین پر کیاہے،اور ایسا عمل صالح کروں جوتجھے پسند آئے اوراپنی رحمت سے مجھ کواپنے صالح بندوں میں داخل کر۔''

4۔فرعون جوایک ظالم بادشاہ تھامگراس کی نیک بیوی تمام برے عملوں سے نجات مانگتی تھی اوراس نے رب سے جنت میں گھر کی دعاکی تھی جیسا کہ قرآن میں آتاہے :

[1] الانبیاء89:21
[2] البقرہ250:2
[3] النمل19:27

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِى الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ[1]

''اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے۔''

5۔اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی بنیادیں قائم کرتے ہوئے یہ دعا فرمائی تھی:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ[2]

''اور یاد کرو ابراہیم اور اسمٰعیل جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے، تو دعا کرتے جاتے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

ہمیں چاہیے کہ ہم اپنا محاسبہ کریں کہ آیا ہماری دعائیں انبیاء کی دعاؤں جیسی ہیں یا فقط دنیاوی زندگی اور اہداف کے گرد گھومتی ہیں۔ اگر ہماری دعاؤں میں دنیاوی خواہشات کے علاوہ اخروی نجات کا تذکرہ نہیں تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔

☆☆☆

---

[1] التحریم 11:66

[2] البقرہ 127:2

عزم الامور

(فاکہہ جنت،بی-ایس سمیسٹر سوم،مارننگ)

وہ کام جنہیں کرنے کے لیے بہت ہمت درکارہوتی ہے،جنہیں کرنے کے لیے پختہ ارادہ چاہیےانھیں عزم الامور کہتے ہیں۔اس سے مراد عظیم کاموں کا حکم دینا بھی ہے۔ ان کی نصیحت حضرت لقمان نےاپنے بیٹے کو کی تھی۔ قرآن میں ارشاد ہے:

يَبنَيَّ أَقِمِ الصَّلاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الأُمُورِ[1]

''بیٹا! نماز قائم کرو،اورلوگوں کو نیکی کی تلقین کرو،اور برائی سے روکو،اور تمہیں جو تکلیف پیش آئےاس پر صبر کرو۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔''

اس آیت کے مطابق کل چار کام عزم الامور میں شامل ہیں:

i. قیامِ نماز

ii. امر بالمعروف

iii. نہی عن المنکر

iv. مصیبت پر صبر

قیامِ نماز

سب سے پہلے یہ بات سمجھنی ہو گی کہ نماز پڑھنے اور نماز قائم کرنے میں فرق ہے۔نماز پڑھنے سے مراد ہے جیسا کہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں پڑھتے ہیں۔کبھی پڑھ لی،کبھی چھوڑ دی۔ اذان ہوئی، ہم نے سنی بھی،مگر نظر انداز کر دی،یہ سوچ کر کہ جو کام ہم کر رہے ہیں وہ ختم کر لیں پھر اُٹھ کر پڑھتے ہیں۔مگر پتہ ہے کیا ؟ہمارا وہ کام کبھی ختم ہی نہیں ہوتا اور اگر ہم اُٹھ بھی جائیں تو ہمیں اتنی جلدی ہوتی ہے کہ ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم نماز میں کیا پڑھ آئے ہیں۔

نماز قائم کرنے سے مراد ہے کہ جیسے ہی آپ کے کانوں میں اذان کی آواز سنائی دی فوراًسب کچھ چھوڑ کر سب سے پہلے نماز کے لیےاٹھیں خواہ کتنا ہی اہم کام کیوں نہ ہو،اور نماز کو اُس کے تمام ارکان کے ساتھ مکمل خشوع و خضوع سے پڑھا جائے اور ہر لفظ کی ادائیگی صحیح طریقے سے کی جائے۔

اچھا اب یہ پڑھ کرآپ کو لگ رہاہو گا کہ کتنا مشکل ہے کہ فوراً اُٹھ جائیں،جو کام کررہے ہیں وہ کیسے چھوڑدیں،کام اہم بھی ہوتے ہیں۔توسب سے پہلی بات کہ نماز سے زیادہ اہم کچھ نہیں۔نماز میں آپ اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔کیااس سے ضروری اوراہم

[1] سورہ لقمان :۱۷

کچھ ہوسکتاہے؟دوسری بات یہ کہ آپ کوشش توکرسکتے ہیں نا؟ایک دن، دودن ،تین دن ،کتنے دن مشکل لگے گا؟آخرعادت ہوجائے گی اورآپ کوپتہ ہےعادت بننے کے لیےضروری ہےکہ آپ وہ کام مسلسل کریں ،بغیرکسی ناغے کے کریں۔

امر بالمعروف

اس میں دوالفاظ سیکھنے کے ہیں؛امراورمعروف۔امرکے معنی حکم دینے کے ہیں جبکہ معروف کامعنی اچھے کام کے ہیں،توامر بالمعروف کے معنی ہوئے:''اچھے کام کاحکم دینا،نیکی کےکام کی تلقین کرنا،وہ کام جن سےدوسروں کابھلاہو۔جسے کرنےسےاللہ راضی ہوکہ وہ خالص اللہ کے لیےہوں نہ کہ دنیاوی شہرت حاصل کرنے کے لیے۔''

مثلاً کسی ضرورت مندکی مددکرنا،کسی کاکوئی مسئلہ حل کردینا،کسی کی تکلیف کو کم کرنا،غرض ہروہ کام جس سےکسی کوذرابھی فائدہ ہواوراللہ کی رضاکےمطابق ہووہ معروف ہے۔

آیت میں کہا گیاہےکہ لوگوں کونیکی کی تلقین کرولیکن آپ کومعلوم ہوناچاہیےکہ لوگ آپ کی بات تب ہی سنیں گےجب آپ خوداُس بات پرعمل کررہےہوں گے۔آپ کاعمل دیکھ کروہ متاثرہوں گے۔لہٰذاآغازاپنےآپ سے کریں،چھوٹےپیمانے سے کریں اورآج سےہی کریں۔

نہی عن المنکر

نہی کے معنی منع کرنے کےہیں یعنی روکنا۔کس سےروکنا؟منکرسےیعنی غلط کاموں سےروکنااورکس کوروکنا؟پہلےخودکواورپھر دوسروں کو۔اب سوال اٹھتاہےکہ کون سےغلط کام؟کیاہوتےہیں غلط کام؟تواس کاجواب یہ ہےکہ اللہ تعالیٰ نےقرآن میں کچھ حدودبتادیں ہیں اگرہم اُن حدودسےآگے جاتےہوئےکوئی کام کرتےہیں تووہ کام غلط ہے۔

سب سےپہلے ہم نےاپنامحاسبہ کرناہے۔اپنےکردارکودیکھناہےکہ ہم کب' کہاں' کیاغلط کررہےہیں۔پہلےاپنی اصلاح کرنی ہے۔اور خودکی اصلاح کےبعددوسروں کوبھی غلط کام کرنےسےروکناہے۔اورہاں یہ سب زبردستی نہیں بلکہ نرم مزاجی کےساتھ کرناہے کیونکہ دین کے معاملےمیں جبرنہیں چلتا،محبت وشفقت چلتی ہے۔

مصیبت پر صبر کرنا

آپ پرجوبھی مشکل آئے،آزمائش آئے،چاہےکتنےہی کٹھن حالات کاسامناہوآپ نےصبرکادامن تھامےرکھناہے۔اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھناہےکہ وہ آپ سےبےحدپیارکرتاہے۔وہ کبھی بھی آپ کابرانہیں چاہ سکتا۔جوہوتاہےاُس میں کہیں نہ کہیں آپ کی بھلائی چھپی ہوئی ہےچاہےوہ آپ کواُس وقت سمجھ نہ آئےمگروقت گزرنےکےساتھ آپ کوسب سمجھ آجاتاہےکہ وہ آزمائش یامشکل جوآپ پرآئی تھی اُس میں اللہ کی حکمت پوشیدہ تھی۔

پتہ ہےجب ہم پرکوئی مشکل آتی ہےناتوہم اللہ سےشکایتیں کرنےبیٹھ جاتےہیں کہ ہم ہی کیوں،ہمارےساتھ ہی ایساکیوں ہو رہاہے،ہردفعہ ہم ہی کیوں وغیرہ۔آپ بتائیں کیایہ ٹھیک کرتےہیں ہم؟نہیں نا۔ہمیں اپناروّیہ تبدیل کرناہے،ایسےحالات میں

صبر سے کام لینا ہے اللہ پر بھروسہ رکھنا ہے کہ وہ جو کر رہا ہے اُسی میں ہماری بھلائی ہے اور صبر کا انعام بہت بڑا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو یقین دلائیں کہ اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں آپ کو صبر کا بہترین اجر ملے گا۔ یہ دنیا عارضی ہے۔ یہاں کی خوشیاں اور تکالیف بھی عارضی ہیں۔ جس اللہ نے یہ مشکل اور تکلیف دی ہے وہ اسے آپ سے دور بھی کر دے گا۔ اللہ کسی پر بھی اُس کی برداشت اور ہمّت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ جب آپ پر مشکلات آتی ہیں تو اللہ نے اُن کا حل بھی ساتھ ہی رکھا ہوتا ہے بس اُسے تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆☆☆

صِبْغَۃَ اللّٰہ

(قرۃ العین فرقان، بی۔ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

ایک دفعہ میں سورہ البقرہ کی آیت پڑھ رہی تھی جس میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے اچھا کس کا رنگ ہو سکتا ہے ؟اور میں سوچ میں پڑ گئی کہ اس آیت میں میرے لیے کیا سبق ہو سکتا ہے ؟کافی دیر سوچا پر کچھ خاص سمجھ میں نہیں آیا۔تب میری یونیورسٹی کے دن بھی تھے اور یہ آیت میں نے فجر کے وقت پڑھی تھی۔سوچتے سوچتے یونیورسٹی کا وقت قریب آ گیا اور میں فوراً سے تیار ہو کر یونیورسٹی کی طرف بھاگی۔ یونیورسٹی سے واپسی کے وقت یوں ہوا کہ میری ایک دوست ماہ نور،اس کے بیچ (batch) کی ویلکم پارٹی تھی تو اسے پارٹی کے لیے بازار سے نیا جوڑا لینا تھا۔تو وہ مجھے بھی کھینچ کر اپنے ساتھ لے گئی۔اس نے نیا جوڑا لیا مگر وہ ٹو پیس تھا شلوار قمیض۔اس کے ساتھ دوپٹہ نہیں تھا۔تو اس نے شفون کا دوپٹہ علیحدہ سے سفید رنگ کا لیا اور اسے ہرے رنگ میں ڈائی کروانے کے لیے ہم ایک دکان پر گئیں۔اب ہم دونوں وہاں کھڑیں اُس دوپٹے کو ڈائی ہوتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔جب انکل نے اُس سفید دوپٹے کو گرم پانی میں ڈالا اور کچھ دیر اسے گھمایا تو وہ ہرا ہو گیا۔جب وہ ہرا ہو کر نکلا تب سورہ البقرہ کی یہ آیت میرے ذہن میں گھومنے لگی۔یہ تو وہی آیت تھی۔جب آپ کپڑے کو ڈائی کرتے ہیں تو وہ اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے جس میں آپ اُسے ڈالتے ہیں۔ایسے ہی بالکل ہمیں بھی اللہ کے رنگ میں رنگ جانا ہے،ڈوب جانا ہے کہ ہمارا رنگ باقی نہ رہے۔ہم ہم نہ رہیں، ہم بس اللہ کے ہو جائیں۔اس سے ایک اور سبق بھی مجھے ملا وہ یہ کہ جب ہم کسی کپڑے کو ڈائی کرتے ہیں تو ہمیں اس کے رنگ کو برقرار رکھنے کے لیے اُس کی بہت حفاظت کرنی پڑتی ہے۔جیسے کہ اسے دھونے کے وقت اس بات کا خیال رکھنا کہ جس پانی میں ہم اسے دھو رہے ہیں وہ زیادہ گرم تو نہیں؟ صحیح ڈٹرجنٹ کا استعمال کرنا۔بالکل ایسے ہی ہمیں بھی اس رنگ میں رنگے رہنے کے لیے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی ہو گی۔اور پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کا رنگ سب سے احسن رنگ ہے یعنی جس پر یہ رنگ چڑھ جاتا ہے وہ انسان دوسروں کی آنکھوں کو بھی بھلا لگنے لگتا ہے۔وہ انسان خوبصورت ہو جاتا ہے۔وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ جو اسے دیکھتا ہے اسے رب یاد آ جاتا ہے۔بندہ تو پھر وہی بہترین ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

اللہ کا رنگ اختیار کرو۔(۲:۱۳۸)

(سورہ البقرہ تدبر از رحاب اعجاز)

☆☆☆

سراجاً منیرا

اعوذُبِک من اربع

(بریرہ،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

دعاعبادت کا مغز ہےاور مومن کا ہتھیار بھی۔یہ انسان کااللہ سے تعلق مضبوط بناتی ہے۔لہٰذا ہمیں قرآن میں انبیاء کی بہت سی دعائیں ملتی ہیں اوراحادیث میں رسول اللہﷺ کی بہت سی دعائیں مذکور ہیں۔انہی میں سے ایک دعا یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ رَضِي الله عَنْه قَالَ كَانَ رسول الله صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّم يَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْاَرْبَعِ مَنْ عِلْمٍ لَا يَنفَعُ وَ مِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ وَمَنْ قَلْبٍ لَا يَخشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعِ

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کہا کرتے تھے:"اے اللہ! میں چار چیزوں سے تیری پناہ مانگتاہوں۔ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو،ایسی دعا جو(اللہ کے ہاں) سنی نہ جائے،ایسے دل سے جس میں(اللہ کا) ڈر نہ ہو،ایسے نفس سے جو سیراب نہ ہو۔"

درج بالا حدیث میں اللہ کے رسولﷺ نے چار چیزوں سے پناہ طلب کی ہے۔دراصل انسان کو ہر وقت اللہ کی پناہ کی ضرورت رہتی ہے۔اس لیے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی پناہ گاہ ایسی نہیں کہ جس پر بھروسہ کیاجاسکے۔وہی اپنے بندوں کی حفاظت کرتاہےاورانہیں ہر قسم کی پریشانی سے نجات دلاتاہے۔اللہ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ محفوظ نہیں کہ جہاں انسان اپنے نفس،شیطان اور لوگوں کے شر سے بچاسکے۔اسی لیے رسول اللہﷺ ہر معاملے میں اللہ کی پناہ کے طلبگار رہتے تھے۔درج بالا حدیث میں نبیﷺ نے درج ذیل چار چیزوں سے اللہ سے پناہ مانگی ہے:

1. ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔
2. ایسی دعا سے جو اللہ کے ہاں سنی نہ جائے۔
3. ایسے دل سے جس میں اللہ کاڈر نہ ہو۔
4. ایسے نفس سے جو سیراب نہ ہو۔

ذیل میں ان کو تفصیل سے بیان کیا گیاہے:

- **من علم لا ینفع**

حدیث مبارکہ میں سب سے پہلے ایسے علم سے پناہ مانگی گئی ہے جو نفع بخش نہ ہو۔یعنی جس پر عمل نہ کیا جائے،نہ ہی اس سے نفس کا تزکیہ اور اصلاح کی جائےاور نہ دوسروں کو سکھایاجائے۔ایساعلم انسان کے لیے دنیااور آخرت دونوں میں وبال بن سکتاہے۔ایسے شخص کادل انتہائی سخت ہو جاتاہے۔

رسولﷺ نے علم کی اہمیت وفضیلت تو بیان فرمائی لیکن آپ نے ہمیشہ نفع بخش علم کاسوال کیااور غیر نافع علم سے پناہ مانگی۔آپ فجر کی نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم إني أسألك علماًالنافعاًوعملاًمتقبلاًورزقاًطيباً[1]

"اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم ،مقبول عمل اور حلال رزق کاسوال کرتاہوں۔"

---

[1] خیر التوضیح،امام ولی الدین محمد بن عبداللہ،جامع الصحیح،کتاب السماءاللہ،باب جامع الدعاء،2383،ملتان،ادارہ اشاعت الشیر،ھ1434،ص: 273

ہر وہ علم غیر نافع ہے جس کا مقصد رضائے الٰہی کے علاوہ کچھ ہو اور جس علم کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو وہی نفع بخش ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور مقصد کے لیے علم حاصل کر رہا ہے تو گویا وہ جہنم کی طرف کا راستہ ہموار کر رہا ہے۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے غیر اللہ کے لیے علم حاصل کیا یا علم سے مقصود اللہ کی رضا کے علاوہ کسی چیز کو ٹھہرایا، تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

علم انسان میں عاجزی و انکساری پیدا کرتا ہے۔ اسے اپنے خالق و مالک اور پروردگار کی پہچان کرواتا ہے۔ انسان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرتا ہے۔ اللہ کے قرب کا ذریعہ بناتا ہے۔ اسی لیے تو اسلام نے حصولِ علم کو اہمیت دی ہے اور اسی بنا پر عالم کو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

إنما يَخشَى اللهُ مِن عِبادِه العلمآء[1]

"بے شک اللہ کے بندوں میں علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔"

اگر حصولِ علم کے بعد بھی انسان میں اللہ کا خوف پیدا نہ ہو، تو اس کا حاصل کیا گیا علم غیر نافع ہے۔

ریاکاری کو اسلام میں ناپسند کیا گیا ہے۔ جو لوگ دکھاوے کے لیے نیک اعمال کرتے ہیں اللہ کے ہاں ان کے اعمال کی کوئی وقعت نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ وہ معزز جانا جائے یا عالم و فاضل کہلائے تو اس کا علم غیر نافع ہے۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

لا تَعَلّموا الْعِلمَ لِتُبا هُوْا بِهِ العلمآء أو لِتُماروُا به السفهآء أولِتَصْرِفوا وُجو هاَ النّاسِ إليكم فمن فعل ذلك فهو في النّار[2]

"علم اس لئے حاصل نہ کرو کہ علماء کے سامنے فخر کرو یا جاہلوں سے بحث و تکرار کرو یا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو اس لیے کہ جو ایسا کرتا ہے وہ دوزخ میں جائے گا۔"

احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ حصول دنیا کے لیے حاصل کیے جانے والے علم اور لوگوں کو مائل کرنے کے لیے حاصل کیے جانے والا علم کو غیر نافع کہا گیا ہے۔ گویا کہ ہر وہ علم غیر نافع ہے جس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول نہ ہو۔

- **من دعاء لا يسمع**

دوسری چیز جس سے رسول ﷺ نے پناہ مانگی ہے وہ ایسی دعا ہے جس کی اللہ کے ہاں سماعت نہ ہو، جو رد کر دی جائے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کا دعا کرنا بہت ہی پسند ہے۔ اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس سے ڈریں اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا مانگتے رہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

وَقالَ رَبُّكُمْ اُدْعُونِيٓ اَستَجِبْ لَكُمْ[3]

"اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول فرماؤں گا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی سخت صورتحال ہو گی کہ جب انسان کی دعائیں اللہ کی بارگاہ میں رد کر دی جائیں گی۔ اس سے برا ایک مسلمان کے لیے کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ اس سے منہ موڑ لے۔

---

[1] مشکوۃ المصابیح، ولی الدین محمد بن عبداللہ، جامع الضعیف، کتاب العلم، باب جامع الدعاء، 202، لاہور، حذیفہ مارکیٹ، 2002، ص: 83

[2] مشکوۃ المصابیح، ولی الدین محمد بن عبداللہ، جامع الصحیح، کتاب العلم، باب جامع الدعاء، ص: 84

[3] المتحنہ 60: 40

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اس شخص کی دعائیں قبول نہیں کرتا جو لوگوں کو بھلائی کا حکم نہ دے اور بدی سے نہ روکے۔

فإذا سألت الله عز وجل له أيها الناس فسألوه وأنتم موقنون بالإجابة فإن الله لا يستجيب لعبده دعاه عن ظهر قلب غافل [1]

''بس اے لوگو جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس حال میں کہ تمہیں اس کی قبولیت کا یقین ہو بے شک اللہ اس کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پرواہ دل سے دعا کرتا ہے۔''

جو لوگ اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں، بے سہاروں پر ظلم ڈھاتے ہیں، یتیموں کا مال کھاتے ہیں اور اللہ سے غافل رہتے ہیں ان کی دعائیں رد کر دی جاتی ہیں، اور وہ دعائیں بھی اللہ کے ہاں نہیں سنی جاتیں جو قبولیت کے یقین کے ساتھ نہ مانگی جائیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری امتِ محمدیہ کو سونپی گئی ہے۔ جو شخص اس ذمہ داری سے خود کو دستبردار سمجھتا ہے اللہ اس کی دعائیں قبول نہیں کرتا۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

الذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف وتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا منه ثم تدعونه فلا يستجاب لكم[2]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالی تم پر عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری قبول نہ کی جائے۔''

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ایسے تمام غلط کاموں سے پرہیز کریں جو اللہ کے حضور ہماری دعاؤں کے رد ہو جانے کا باعث بنیں کیونکہ جب خالق دو جہاں بندے سے منہ پھیر لے تو وہ در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔

- **من قلب لا يخشع**

حدیث میں جس تیسری چیز سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسا دل ہے جو اللہ سے نہ ڈرے۔ وہ دل اللہ کا پسندیدہ ہے جو اللہ کی محبت سے لبریز ہو اور جس میں اللہ کا خوف ہو اور برائیوں سے دور رہے۔ لیکن جب دل سے اللہ کا خوف نکل جائے تو پھر دل پر اللہ کی باتیں اثر کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔ دل انسانی جسم کا اہم جزو ہے جس کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا:

ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله إذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهي قلب[3]

''سن لو بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو وہ سارا بدن درست ہوتا ہے جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن بھی بگڑ جاتا ہے، سن لو وہ ٹکڑا دل ہے۔''

انسانی خواہشات کا دارومدار دل پر ہے۔ اگر دل خوفِ خدا سے لبریز ہے تو انسان کی خواہشات اور اعمال اللہ کے حکم کے تابع ہوں گے۔ خوفِ خدا کو تقویٰ کا نام دیا گیا ہے۔ متقی ہونا ایمان والوں کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ قرآن میں مومنین کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے ڈر جاتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

---

[1] مسند، احمد بن حنبل، 6655، دار الحدیث، ط.ا، 1990، ص: 213

[2] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف ونھی عن المنکر، 42، لاہور، ادارہ اسلامیات، ط.ا، ص: 41

[3] البخاري، محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ، جامع الصحیح، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا الدینہ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، 1999، ص: 118

إِنَّمَا الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ[1]

''پس ایمان والے تو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔''

پس وہ لوگ کامیاب ہیں جن کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے۔ خوف خدا سے عاری دل انسان کو دنیا و مافیہا میں الجھائے رکھتا ہے اور قیامت سے بے خوف کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان اللہ کو بھول جاتا ہے۔

◆ **من نفس لا تشبع**

چوتھی چیز جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے پناہ مانگی ہے وہ ایسا نفس ہے جو سیر اب نہیں ہوتا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں سے عطا فرمائیں، جو رزق دیا ہے، مال و دولت اور دنیاوی مناصب اور عہدے دیے ہیں ان سے وہ سیر اب نہیں ہوتا۔ قناعت نہیں کرتا بلکہ مزید سے مزید تر کی جستجو میں رہتا ہے اور بعض اوقات تو جائز و ناجائز کی پرواہ بھی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے اس روش کو ناپسند فرمایا ہے۔ فرمایا:

لَإِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَإِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيْدٌ[2]

''اگر تم شکر ادا کرو گے، تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی، تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

نفس غیر قانع رکھنے والوں کا دل نہیں بھرتا۔ ہمیشہ غیر مطمئن نظر آتے ہیں۔ اگر ایک مربع زمین مل جائے تو سوچیں گے کہ کاش ایک مربع مزید انہیں عطا کیا جائے۔ ایک گھر دیا جائے تو دوسرے کی طرف دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ناشکری والے رویے کو سخت ناپسند کیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونَ[3]

''میرا شکریہ ادا کرو اور انکار کرنے والے مت بنو۔''

اللہ کے نبی نے ایسے حرص و ہوس والے نفس اللہ کی پناہ مانگی ہے جس کی زمین بنجر رہتی ہے، کبھی سیر اب نہیں ہوتی۔

ان چار چیزیں سے پناہ مانگنے کا مقصد ہے کہ ہم حتی الوسع ان سے بچیں۔ علم نافع حاصل کریں اور ایسے علم سے اجتناب کریں جو اللہ کی ناراضگی کا باعث بنے۔ اپنے اعمال ایسے بنائیں کہ ہماری دعائیں اللہ کی بارگاہ میں سنی جائیں اور رد نہ کی جائیں۔ اور اپنے دلوں میں اللہ کا خوف و خشیت پیدا کریں تاکہ ہمارے اعمال اللہ کے احکامات کے تابع ہوں۔ اپنے نفس کو حرص و ہوس سے بچائیں تاکہ مطمئن رہیں اور اللہ کا شکر ادا کرنے والے بن جائیں۔

☆☆☆

---

[1] الانفال 8: 3

[2] ابراہیم 14: 8

[3] البقرۃ 2: 15

فاسق

(فروہ عامر، بی-ایس سمیسٹر ششم، مارننگ)

امت مسلمہ کا کئی گروہوں میں بٹنا قرب قیامت ہے۔ نبی پاکﷺ کی حدیث مبارکہ کے مطابق آپ کی امت کئی فرقوں میں بٹ چکی ہے اور اس قدر انتشار کا شکار ہو چکی ہے کہ ہر گروہ اپنے آپ کو راہ حق پر تصور کرتے ہوئے دوسرے کو غلط ثابت کرنے پر تلا ہوا نظر آتا ہے۔ بعض معاملات میں اختلاف کی صورت میں دوسرے کو غلط ثابت کرتے کرتے ان پر کفر کے فتوے بھی جاری کر دیے جاتے ہیں۔ زندگی کے کئی لمحات میں ہم بڑے بڑے گناہوں کی حساسیت کو جانے بغیر انھیں معمولی سمجھتے ہوئے کر گزرتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسلمان بھائی کو کافر یا فاسق کہنا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

معنی و مفہوم

فَسَقَ یَفْسِقُ سے مراد ہے حق و صلاح کے راستہ سے ہٹ جانا، بدکار ہونا۔[1] فسق کے لفظی معنی خروج اور باہر نکل جانے کے ہیں۔

شرعی اصطلاح

اصطلاح شرع میں اللہ کی اطاعت سے نکل جانے کو فسق کہتے ہیں۔ اطاعت الٰہیہ سے نکل جانا کفر و انکار کے ذریعہ بھی ہوتا ہے اور عملِ نافرمانی سے بھی۔ اس لیے فاسق کا لفظ کافر کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر فاسقین کا لفظ کافروں کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ جب کہ مومن گنہگار کو بھی فاسق کہا جاتا ہے۔ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس سے توبہ بھی نہ کرے یا صغیرہ گناہ پر اصرار کرے اور پھر توبہ نہ کرے اور اسے عادت بنالے، وہ فقہاء کی اصطلاح میں فاسق کہلاتا ہے۔ لفظ "فسق" اصل میں قرآن سے اخذ کی جانے والی ایک اصطلاح ہے جو مختلف مفاہیم میں استعمال ہوتی ہے۔[2]

دوسرے مسلمان کو فاسق کہنا کیسا ہے؟

حدیث مبارکہ میں نبی کریمﷺ نے مسلمانوں کو آپس میں اپنے معاملات زندگی میں رہنے کے اصول بتائے ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کے لیے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہیے جس سے اسکی دل آزاری ہو اور نہ ہی اسے اپنے مسلمان بھائی سے بدگمان ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اگر وہ اپنے بھائی کے بارے میں فاسق کا گمان کرے گا جبکہ وہ ایسا نہ ہوا، تو وہ خود کافر قرار پائے گا اور بڑے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ اس بات کو نبی کریمﷺ نے بیان کیا چناچہ حدیث مبارکہ میں ہے:

وعن ابی ذر قال: قال رسول الله ﷺ: لا یری رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک۔[3]

---

[1] المنجد، عربی۔اردو، ص-642، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

[2] معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ج۔1، ص168

[3] صحيح البخاري: كِتَابُ الأَدَبِ بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ السِّبَابِ وَاللَّعْنِ، رقم:6045

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی شخص کو فاسق یا کافر کہہ کر پکارتا ہے اور اگر وہ شخص (جسے پکارا جارہا ہے) ایسے نہ ہو تو پھر وہ (بات) اس پر لوٹ آتی ہے۔''

قرآن مجید میں اس کے متعلق اشارہ کیا گیا کہ جو محض تنگ کرنے اور اذیت پہنچانے کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی پر ایسا الزام لگاتا ہے جسکا ارتکاب اس نے نہ کیا ہو تو بے شک اس نے اپنے اوپر بہت بڑا گناہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والذین یوذون المومنین والمومنت بغیر مااکتسبوا فقدا حتملوا بھتانا واثما مبیناً[1]

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں اس کے بغیر ہی کہ انہوں نے کوئی گناہ کمایا ہو تو بلاشبہ انہوں نے ایک بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔''

بہتان

درج بالا آیت بہتان کی تعریف متعین کر دیتی ہے، یعنی جو عیب آدمی میں موجود نہ ہو وہ اس کی طرف منسوب کر دینا۔ یہ نہایت ذلیل حرکت ہے اور گناہ کبیرہ میں شمار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا جو اسے ناگوار ہو۔'' عرض کیا گیا کہ اگر وہ عیب اس میں موجود ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اس میں وہ عیب موجود ہے جو تو نے بیان کیا تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں تو تُو نے بہتان لگایا۔'' یہ فعل صرف ایک اخلاقی گناہ ہی نہیں جس کی سزا آخرت میں ملنے والی ہو بلکہ اسلامی ریاست میں بھی جھوٹے الزامات لگانے کو جرم مستلزم سزائے قرار دینا چاہیے۔[2]

بہتان بازی کی وجوہات

اس حدیث کے پیش نظر اگر کوئی مسلمان کو دوسرے مسلمان کو فاسق یا کافر کہہ کر پکارتا ہے تو اس کی دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں؛ جھوٹ یا بد گمانی۔

- **جھوٹ**

اگر کوئی مسلمان جانتے بوجھتے کسی دوسرے مسلمان کے بارے میں جھوٹ گھڑتا ہے اور اسے دنیا والوں کے سامنے رسوا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے کافر یا فاسق کہہ کر پکارتا ہے تو وہ اللہ کی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لعنت اللہ علی الکذبین[3]

''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

---

[1] سورۃ الاحزاب 33:58

[2] تفہیم القرآن از سید ابوالاعلیٰ مودودی، ج4، ص128، ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ)، لمیٹڈ لاہور

[3] سورہ آل عمران 3:61

- **بدگمانی**

مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر یا فاسق کہنے کی ایک وجہ بدگمانی ہے کہ مسلمان اپنے ذہن میں غلط تصورات کو جنم دے اور غلط فہمی کا شکار ہو کر اپنے مسلمان بھائی سے بدگمان ہو۔ بدگمانی بہت برا فعل ہے اور اس کا شمار کبیرہ گناہ میں ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی سخت وعید و مذمت بیان کی گئی ہے۔ اس ممانعت کی وجہ نفرت ہونے سے احتراز کرنا ہے۔[1]

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا ایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

"اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو۔ بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔"

مسلمان بھائی کو براجاننا

نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے۔ اور انہیں آپس میں حسد، تناجش اور ایک دوسرے سے روگردانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے، نہ اسے رسوا کرے اور نہ ہی اسے حقیر جانے۔ نیز ارشاد نبی ﷺ ہے:

بحسب امری من الشران یحقیر اخاه المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔[3]

"کسی شخص کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو براجانے، ایک مسلمان پورا پورا دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔"

کفر کی تہمت

نبی کریم ﷺ نہ خود گالی دیتے تھے اور نہ ہی گالی کا جواب دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بہتان بازی اور تہمت پرستی سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے اور اسی طرح اس پر کفر کا الزام یا تہمت لگانا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ[4]

"جس نے مسلمان پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ ایسا ہے جیسے اسے قتل کر دیا ہو۔"

---

[1] شرح ترمذی شریف از محمد یسین قصوری نقشبندی، ص289، ج-8، شبیر برادرز اردو بازار

[2] الحجرات 12:49

[3] شرح صحیح مسلم از علامہ غلام رسول سعیدی، ج-8، ص128، کتاب البر والصلہ والادب، فرید بک سٹال

[4] مسند احمد : مُسْنَدُ الْمَدَنِيِّينَ، حَدِيثُ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ، رقم : 16385

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ لگانا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے اس کے ساتھ ہی اگر دوسرا شخص اس چیز کا حق دار نہیں تھا تو یہ بات کہنے والے پر لوٹ آئے گی۔

اسوہ رسول ﷺ

بیشک نبی کریم ﷺ کی زندگی تمام انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کے لیے برے الفاظ استعمال نہ کیے۔ آپ ﷺ نہ خود فحش گوئی کرتے تھے اور نہ ہی اپنے اہل خانہ کو کرنے دیتے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

ان رسول الله لم یکن فاحشا ولا متفحشا۔

''بے شک آپ ﷺ کی زبان مبارک پر برا کلمہ نہ آتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ فحش گوئی کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کا اخلاق قرآن مجید کی تشریح و توضیح تھا۔ آپ ﷺ کا مزاج گرامی، عادات حسنہ اور فطرت سلیمہ قرآن اصولوں کے عین مطابق تھا۔[1]

نبی کریم ﷺ لعن طعن کرنے سے مسلمانوں کو منع فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو ایذا دیتا تو آپ ﷺ ان کو لعن طعن کرنے کی بجائے اللہ سے اس بندے کی ہدایت کی دعا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا ''السام علیکم'' (تم پر موت آئے) آپ ﷺ نے فرمایا ''وعلیکم''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا ''لعنکم الله وغضب الله'' (تم پر اللہ کی لعنت ہو اور اللہ کا غضب ٹوٹے) تو نبی پاک ﷺ نے سن کر فرمایا: ''عائشہ نرمی اختیار کرو۔ سخت کلامی اور بے ہودہ گوئی سے پرہیز کرو۔'' میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے ان کا قول نہیں سنا؟ فرمایا ''تم نے میرا جواب نہیں سنا۔ میں نے جو جواب دیا تھا وہ ان کے بارے میں مقبول ہوگا اور ان کی دعا میرے بارے میں مقبول نہ ہو گی۔''[2]

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے غیر مسلموں کے لیے بھی کبھی لعن طعن کا طریقہ اختیار نہ کیا۔ جب غیر مسلموں کے ساتھ نبی پاک ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ ان کے ساتھ فحش گوئی اور بے ہودہ باتوں سے پرہیز کرو۔ تو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ کیونکر فحش گوئی کر سکتا ہے۔ نیز اس پر بہتان بازی، الزام تراشی اور بدکاری ثابت کر سکتا ہے۔ کسی مسلمان بھائی پر بدکاری کا الزام لگانا، الزام لگانے والے کے لیے بدتر ہے اور بڑے گناہ کا سبب ہے۔ اس کی اتنی حرمت بیان کی گئی ہے یہاں تک کہ نبی پاک ﷺ جب لوگوں سے بیعت لیتے تو جن چند باتوں کو ملحوظ نظر رکھتے ان میں بہتان نہ لگانے کا وعدہ بھی شامل ہوتا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا یاتین بھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن[3]

''اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی نیک کام میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو۔''

---

[1] سیرت انسائیکلوپیڈیا از حافظ محمد ابراہیم طاہر کیلانی، ص-135

[2] صحیح بخاری شریف

[3] الممتحنۃ 12:60

اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بہتان بازی معاشرے کی بربادی کا ذریعہ ہے۔ بہتان بازی اور الزام تراشی جیسے گناہ انسانوں کو برباد اور ذلیل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کسی بے گناہ مسلمان کو فاسق یعنی بدکار اور کافر قرار دینا اس کو کافر اور بدکار بنا دیتا ہے۔ بہتان وہ خصلت ہے جو زمانہ جہالت میں مشرکین کے اندر پائی جاتی تھی۔ بہتان ہلاک کرنے والے کبائر میں شامل ہوتا ہے کیونکہ اس میں متعدد مفاسق جمع ہیں۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا اور پھر اس کا الزام دوسرے پر لگا دینا جو بے گناہ ہے پھر اپنے آپ کو بے گناہ اور دوسرے بے گناہ کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔ بہتان لگانے والا ایک بوجھ اٹھاتا ہے اور بوجھ کا اٹھانا انسانی ضمیر کو بوجھل کر دیتا ہے۔ انسان عملی طور پر اس جرم کا بوجھ اپنے سر پر محسوس کرنے لگتا ہے۔

مسلمان کو نقصان پہنچانے کا وبال

مسلمان اللہ کا دوست ہوتا ہے اور اللہ اس کا "الله ولی الذین امنو"۔ اب جو شخص اللہ کے دوست کو تکلیف پہنچائے گا تو اللہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جس قسم کا عمل ہو گا اسی قسم کی جزا ہو گی۔ اس لیے مسلمان کی جان و مال یا عزت کسی بھی چیز میں قصداً تکلیف پہنچانے والے کو اللہ تکلیف پہنچائے گا۔ اور جو شخص خواہ مخواہ یا غلط فہمی اور بدگمانی کی بنا پر ایسا عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر مشقت ڈال دے گا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولا تلمزوا انفسکم۔[1]

"ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ۔"

ترمذی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیس المومن بالطعان، ولا اللعان ولا الفاحش، ولا البذی۔

"مومن بہت طعنے دینے والا، بہت لعنت کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا، بے ہودہ بکنے والا نہیں ہوتا۔"[2]

ایک مسلمان کو کافر قرار دینا تو بہت دور کی بات ہے نبی پاک ﷺ نے تو مسلمان کو دوسرے مسلمان کو گالی دینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے مگر یہ کہ کوئی شخص ظلم کیے جانے کے بعد بدلہ لے لے تو اس پر کوئی گرفت نہیں۔

اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کو محض بغض و عناد، حسد یا گمان کی بنا پر کافر یا بدکار ثابت کرنے کی کوشش میں لگ جائے، مگر جس کو فاسق کہا جائے تو وہ ایسا نہ ہو تو کہنے والے پر اس کا گناہ آجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا گناہ چھپانے کے لیے دوسرے مسلمان بھائی پر الزام لگاتا ہے تو وہ بہتان باندھتا ہے جس کی احادیث و قرآن میں بہت دفعہ تصریح کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص جو دوسرے مسلمان بھائی پر بہتان باندھتا ہے اس کا فعل اس کی برائی کے لیے کافی قرار دیا ہے۔ یعنی ایک مسلمان کی برائی کا آخری درجہ یہی ہے کہ وہ بے قصور مسلمان پر بہتان باندھے۔ اب چاہے وہ یہ بہتان جھوٹ بولتے ہوئے، یعنی جان بوجھ کر دوسرے پر الزام لگائے یا پھر غلط فہمی اور بدگمانی کا شکار ہو کر۔ لہذا قرآن نے انہی معاشرتی برائیوں سے بچنے کے لیے بدگمانی، غیبت، چغلی اور بہتان بازی کو گناہ قرار دیا ہے۔

---

[1] الحجرات 11:49

[2] شرح کتاب الجامع من بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام از حافظ ابن حجر العسقلانی، مترجم و شارح حافظ عبد السلام بن محمد، ص۔214، دار الاندلس

یہاں تک کہ اسلام ہمیں آپس کے معاملات میں لعن طعن کرنے سے بھی منع فرماتا ہے۔ قرآن نے مسلمان بھائی کو لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے برابر قرار دیا ہے۔ اور اس پر کفر کی تہمت لگانا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے اور اس کو دوسرے مسلمان پر پوری طرح حرام قرار دیا ہے۔ المسلم اخ المسلم یعنی مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ ایک مسلمان کی جان، مال، عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر پوری طرح حرام ہیں۔ اب اگر کوئی شخص دوسرے مسلمان پر کفر یا فسق کا بہتان لگائے تو اس سے اس شخص کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ کہنے والے کے گناہ میں اضافہ ہو گا اور وہ خود ہی فاسق اور کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بہتان بازی، جھوٹ اور بدگمانی جیسے برے افعال سے بچائے اور نبی پاک ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

انگوٹھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(عطیہ کلثوم،بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

حضور پاکﷺ کی ذات اقدس سے جڑے عادات وخصائل سے انسانیت نے جینے کا مثبت طریقہ سیکھااور ان کی ذات سے منسلک اشیا کو رسول اللہ ﷺ کے چاہنے والوں نے جان سے بھی عزیز تر رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔رحمت للعالمین کی شرعی تعلیمات وہدایات کے ساتھ ساتھ آپ کی فطرت،عادات مبارکہ بلکہ آپ کی طرف منسوب بہت سی اشیااور ان کے متعلقات حضرات صحابہ کرام،تابعین، تبع تابعین، جامعین سنت نے شمائل نبویہ کے عنوان سے اپنی اپنی مولفات میں انتہائی عقیدت ومحبت سے جمع فرما کر انہیں ہر دور میں امت میں سند متصل سے نقل فرمایا ہے اور یہ امر یقیناً اضافہ محبت کا ذریعہ بنتا ہے اور رحمت العالمینﷺ سے عقیدت ،ایمان کا تقاضااور بندے کے دین کی علامت ہے۔اپنی اس تحریر میں ہم نبی آخری الزماں ﷺ کی انگوٹھی مبارک اور اس کے بعض متعلقات کا ذکر کرتے ہیں۔نبی کریمﷺ کے جانثاروں نے انگوٹھی رسول کریمﷺ کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ تفصیلات درجِ ذیل ہیں۔

انگوٹھی مصطفٰیﷺ کی ضرورت واہمیت:

جب سرکار دوعالمﷺ بادشاہوں کو خطوط بھیجا کرتے تھے تو ان خطوط پر دست مبارک سے مہر ثبت کرتے تھے۔اس انگوٹھی کو بنانے کی ضرورت کچھ یوں محسوس ہوئی کہ آپﷺ نے مقوقس، قیصر وکسری، نجاشی اور اسی طرح دوسرے بادشاہوں کی طرف عام دعوت کے لیے خطوط ارسال فرمائے۔

(مقوقس: عزیز مصر جس کا نام جریر بن قبتی تھااس کی طرف نامہ مبارک حاطب بن ابی بلتہ لے کر گئے۔

قیصر: شاہ روم جس کا نام ہرقل تھااور اس کی طرف حضرت دحیہ کلبی نامہ مبارک لے کر گئے۔

کسری: شاہ فارس جس کا نام خسرو پرویز تھا۔اس کی طرف نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہ اسہمی لے کر گئے تھے۔

نجاشی: حبشہ کا بادشاہ تھا جس کا نام اصحمہ تھااور اس کی طرف حضرت عمر بن امیہ الضمری نامہ مبارک لے کر گئے۔)

جب رحمت عالمﷺ نے ان کی طرف خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ وہ بغیر مہر کے کوئی خط نہیں وصول کرتے۔ پھر آپﷺ نے انگوٹھی بنوائی۔جس نے انگوٹھی بنائی اس کا نام ''یعلی بن امیہ'' تھا۔انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ کوئی اور شامل نہیں تھا۔یہ انگوٹھی چاندی کی تھی۔انگوٹھی پہ جو نقش تھااس کے بارے میں مختلف آراء ملتی ہیں۔بعض کے نزدیک اس کی ترتیب کی ابتداء میں اللہ پھر رسول اور پھر محمد آتا ہے (اللہ رسول محمد)اور بعض کے نزدیک کچھ اس طرح سے ہے محمد رسول اللہ۔

حدیث مبارکہ میں آتا ہے:''رسول کریمﷺ نے (کسی بادشاہ کے نام اسلام کی دعوت دینے کے لیے)ایک خط لکھا یا لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ وہ بغیر مہر کے خط نہیں پڑھتے۔تب آپﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔جس میں محمد رسول اللہ کندہ تھا۔گویا میں (آج بھی) آپﷺ کے

ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ شعبہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ یہ کس نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ لکھا تھا تو آپ نے کہا کہ مجھ سے انس بن مالک نے کہا ہے۔"[1]

آقا ﷺ کے بعد انگوٹھی کس کے پاس رہی:

رسول اللہ ﷺ کے بعد جن جن کے پاس رہی ان کا ذکر حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔ عبد اللہ بن نمیر نے عبید اللہ سے انہوں نے نافع سے، انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، کہا:

"رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، پہلے وہ آپ ﷺ کے پاس رہی، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں رہی یہاں تک کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اریس کے کنویں میں گر گئی، اس انگوٹھی پر محمد رسول اللہ لکھا تھا۔"[2]

ابن نمیر نے روایت کیا ہے کہ یہ کنویں میں گر گئی لیکن یہ نہیں کہا کہ حضرت عثمان سے ہی گری تھی۔ بلکہ یہ باقیوں سے روایت ہے۔ انگوٹھی کو تلاش کیا جاتا رہا مگر پانی بہنے کی وجہ سے وہ مل نہ سکی۔ جو نقش آج ہمیں پتا ہے وہ مصر میں پڑا رسول اللہ ﷺ کا خط ہے جس سے یہ ثابت ہوا تھا کہ نقش کی ترتیب کیسی تھی۔

☆☆☆

[1] صحیح بخاری 65

[2] صحیح مسلم 5476 بین الاقوامی نمبر# 2091

خیرٌ من النّاس

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ

(عائشہ خالد، بی-ایس سمیسٹر ہشتم، مارننگ)

اصحابی کالنجوم بایھم

اقتدیتم اھتدیتم

روئے زمین پر انبیاء ورسل کے بعد سب سے محترم ومکرم ہستیاں حضرات صحابہ کرام ہیں۔ سب سے عظمت والے یہی لوگ ہیں کہ جن سے محبت اور دوستی رکھنا بھی واجب ہے اور ان کی دشمنی سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ ان کی ولایت سے اللہ اور رسول ﷺ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور ان کی عداوت پر اللہ اور رسول ﷺ کی نظر میں لائق نفرت ہونا حتمی قرار پاتا ہے۔ ان کی رفعت شان کے لیے یہی کافی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے انہیں اپنے نبی اکرم ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا۔ آسمان دنیا پر ہدایت و رہنمائی کے چمکتے ستاروں میں سے ایک ستارے کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے :

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

نام عبداللہ، کنیت عبدالرحمن، والد کا نام مسعود تھا۔ عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہزیل بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ ان کی والدہ کا نام ام عبد تھا۔ حضرت عبداللہ کے والد ایام جاہلیت میں عبد بن حارث کے حلیف تھے۔[1]

آپؓ مکہ میں 594ء میں پیدا ہوئے۔ زمانہ طفولیت کا کوئی واقع تاریخ میں درج نہیں۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ ان کی ایک بیوی کا نام فاطمہ بنت خطاب ہے۔[2] جبکہ دوسری بیوی کا نام زینب بنت ابو معاویہ۔ آپ کے بیٹے کا نام عبیداللہ ہے[3] اور بیٹیاں بھی ہیں۔ ایام جاہلیت میں زمانہ طفولیت عموماً بھیڑ بکریوں کے چرانے میں گزرتا تھا یہاں تک کہ شرفا وامرا کے بچے بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ یہ ایک درس گاہ تھی جہاں سادگی، جفاکشی و فاشعاری اور راستبازی کا عملی سبق دیا جاتا تھا۔[4]

جو بکریاں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چراتے تھے ان کا مالک "عقبہ بن ابی معیط" تھا۔[5] ایک روز آنحضرت ﷺ اپنے مونس وہمدم حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ اس طرف سے گزر رہے تھے جہاں عبداللہ بن مسعودؓ بکریاں چرا رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے کہا "تمہارے

---

[1] مولف: نامعلوم، کتاب: سیر الصحابہ ۲، ص: 27

[2] مولف: قاضی، محمد، منصور پوری، سلیمان، کتاب: اصحاب بدر، ص: 87

[3] اسد الغابہ، ص؛ 365

[4] سیر الصحابہ ۲، ص: 275

[5] مولف: عبدالرحمٰن رافت، کتاب: حیات صحابہ کے درخشاں پہلو، ص: 126

پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھادو۔'' وہ بولے میں تو آپ کو دودھ نہیں دے سکتا یہ کسی کی امانت ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیے ہوں؟'' دوسری جگہ اونٹنی کا بھی ذکر ملتا ہے ۔[1]

آپ نے اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی، تھن دودھ سے لبریز ہو گیا اور اس بکری سے اس قدر دودھ نکلا کہ تینوں نے سیر ہو کر پیا۔اس کے بعد حضور نے تھن پر دوبارہ ہاتھ پھیرا تو وہ اپنی اصلی حالت میں آگیا۔[2]اس کرشمہ قدرت کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ خود حاضر خدمت ہوئے اور کہا مجھے بھی اس موثر کلام کی تعلیم دیجئے۔ حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ''تم تعلیم یافتہ بچے ہو!''[3]غرض اس روز سے وہ معلم دین مبین کے حلقہ تلمیذ میں داخل ہوئے اور بلاواسطہ خود مہبط وحی والہام سے 70 سورتوں کی تعلیم حاصل کی جن میں ان کا کوئی شریک و سہم نہیں۔اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت بابرکت میں حاضر رہتے تھے۔ رسول اللہ نے بھی ان کو اپنا خادم خاص بنالیا تھا۔[4] یہاں تک کہ آپ کو اجازت تھی کہ وہ بغیر پوچھے بھی گھر کے اندر آسکتے تھے۔ حضور ﷺ نے کہہ رکھا تھا کہ جب میری آواز سن لو کہ میں گھر ہوں تو اندر آجایا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اس قدر حاضر رہتے تھے کہ جب آپ غسل کرتے تو عبداللہ چادر پکڑ کر کھڑے ہو جاتے، حضور ﷺ کو مسواک دیتے، وضو کرواتے اسی مناسبت سے صحابہ نے آپ ﷺ کو مسواک والا، وضو کروانے والا کے نام دیے [5]اور انکو صاحب السواد والسواک بھی کہتے تھے۔ حضر ابو موسیٰ کہتے ہیں ہم یمن سے آئے تھے اور عبداللہ بن مسعودؓ کو اہل بیت میں سے سمجھتے تھے کیونکہ ان کی اور ان کی والدہ کی بہت آمدورفت ہوتی تھی۔[6]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت ایمان لائے تھے جب مومنین کی جماعت صرف چند اصحاب پر مشتمل تھی اور مکہ کی سرزمین میں اعلانیہ تلاوت قرآن پاک رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایک روز باہم مجتمع ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کی اور سب نے بالاتفاق کہا: ''خدا کی قسم! قریش نے اب تک بلند آواز سے قرآن پاک پڑھتے نہیں سنا...... لیکن کون اس پر خطر فرض کو ادا کرے گا؟'' بلند آواز تلاوت قرآن کا کام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انجام دیا۔[7] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جوش و غیرت ایمان نے رفتہ رفتہ تمام مشرکین کو دشمن بنادیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی مسلسل وپیہم ایذارسانیوں سے تنگ آکر دودفعہ سرزمین حبش کی صحرانوردی پر مجبور ہوئے[8]۔ پھر تیسری مرتبہ دائمی ہجرت کا ارادہ کر کے یثرب کی راہ لی وہاں پہنچ کر معاذ بن جبل کے مہمان ہوئے آنحضرت نے ان دونوں میں بھائی

---

[1] مولف: ڈاکٹر، محمد رواس قلعہ جی، مترجم: مولانا، عبدالقیوم، کتاب: فقہ عبداللہ بن مسعود، ص: 13

[2] شرح السنہ، الاستیعاب، کتاب: الوفاء بحوالہ مشکوۃ المصابیح، کتاب: الفضائل حدیث ۵۹۴۳

[3] مسند احمد، بیہقی بحوالہ سیرت النبی، ابن کثیر، ص: 403،404،405

[4] مولف: الاثیر، عزالدین، ابی الحسن بن محمد الجزری، مترجم: مولانا، لکھنوی، فاروق، محمد عبدالشکور، کتاب: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ ۵، ص: 362

[5] طبقات ابن سعد ۳، ص، 109

[6] اسد الغابہ، ص: 364

[7] مؤلف: پاشا، عبدالرحمٰن رافت، کتاب: صحابہ کی تابناک زندگیاں، ص؛ 98

[8] اسد الغابہ، ص: 363

بھائی کا رشتہ جوڑ دیا۔ مستقل سکونت کے لیے مسجد نبوی کے متصل ایک قطعہ زمین مرحمت ہوئی........آپ مدینہ میں ہی رہے جب تک آپ کو معلم بنا کر کسی دوسرے شہر نہیں بھیجا۔ یہ مقام بھی ہر کسی کو نصیب نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اتنا قریب ہو۔ جوتا پہنانا، سفر کے موقع پر کجاوہ کسنا، اور عصا لے کر آگے آگے چلنا[1] حضور کے اتنا قریب جیسے گھر کے افراد ہوتے ہیں۔

عبید اللہ بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ رات کے وقت جب کہ تمام دنیا محو راحت ہوتی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رات گئے بیٹھتے، ساری رات صبح ہونے تک آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت کرتے رہتے۔ رمضان المبارک کی آخری عشرہ کی تمام راتیں شب قدر کی تلاش میں بسر کرتے تھے۔ ابو عقرب کہتے ہیں رمضان میں ایک روز علی الصباح حاضر ہوا دیکھا کہ مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے فرمارہے ہیں،.......خدا اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ بولے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاع نہیں ہوتی چنانچہ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اس سے واضح ہوتا کہ وہ جو حضور سے سنتے تھے اس کی تلاش اور عمل میں لگے رہتے تھے۔

سنت نبوی ﷺ کی پیروی کے شوق نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے اخلاق و طرز معاشرت میں مکارم و محامد کی جھلک پیدا کر دی تھی۔ عبد الرحمن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت حزیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ ہمیں ایسے شخص کے بارے میں بتائیں جو خلق ہدایت میں حضور کے قریب تر ہو تا کہ اس سے کچھ حاصل کریں تو وہ بولے عبد اللہ بن مسعود۔

جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ گندم گوں اور سر پر کانوں تک نہایت نرم و خوبصورت زلفیں، حضرت عبد اللہؓ ان کو بہت سنوارتے تھے۔ ٹانگیں نہایت پتلی تھی۔ وہ ان کو ہمیشہ چھپائے رکھتے تھے۔

حضرت عبد اللہؓ کے لیے بیت المال سے پانچ ہزار درہم کا سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ جو ان کی وفات سے دو برس پہلے تک خلیفہ ثالث کے حکم سے بند ہو گیا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے تمام دنیائے اسلام کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔ ان کو علم حاصل کرنے کا شوق اس قدر تھا کہ شب و روز سرچشمہ علم سے مستفیض ہوتے۔ خلوت، جلوت، سفر، حضر غرض ہر موقع پر ساقی مسرفت کی خدمت میں حاضر رہتے تھے یہاں تک کہ جب آپ داخل حرم نہ ہوتے تو اپنی والدہ ام عبد کو بھیجتے کہ وہ خانگی زندگی کی معلومات بہم پہنچائیں۔[2]

قرآن کریم جو اصل اصول اسلام ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔ فرماتے ہیں کہ 70 سورتیں میں نے خاص مہبط وحی والہام کے دہن مبارک سے سن کر یاد کی تھیں۔[3] ان کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جن کی نسبت مجھے یہ نہ پتا ہو کہ کب، کہاں، اور کس پارہ میں اتری ہے۔ مزید یہ بھی فرماتے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا تو میں اس کے پاس سفر کر کے جاتا۔[4]

[1] مستدرک ۳، ص:316

[2] مسند اعظم، ص؛184

[3] بخاری ۲، ص:748

[4] اصحاب بدر، ص؛88

قرآن مجید کی تفسیر اور مناسب موقعوں پر برجستہ آیات قرآنی کی تلاوت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ایک دفعہ حدیث زیر بحث تھی کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر مال مارے گا قیامت کے روز اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔آپ نے اس کی تصدیق کے لیے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَ لِيْمٌ [1]

''جو لوگ خدا کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

ایک اور موقع پر حضور ﷺ سے سوال کیا گیا سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ارشاد ہوا: شرک، پھر قتل اولاد، ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس آیت سے تصدیق کی۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰ لِكَ يَلْقَ اَثَامًا [2]

ایکی اتنی تفاسیر ہیں کہ ان کی الگ سے ایک مفصل کتاب بن جائے گی۔محض اپنی رائے اور قیاس سے آیات قرآنی کی تشریح تفسیر کرنا علمائے امت کے نزدیک بالا تفاق ناجائز سمجھتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو نہایت برہم ہوتے۔قرأت میں غیر معمولی کمال حاصل تھا۔صحاح میں بکثرت ایسی روایتیں ہیں جن کا ماحاصل یہ ہے کہ قرات میں ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعودؓ کی پیروی کی جائے۔

حضرت عبداللہ کو بارگاہ نبوت ﷺ میں جو مخصوص قرب تھا اس لحاظ سے نہایت وسیع علم رکھتے تھے۔ابو عمر شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں ایک سال گزارا لیکن کبھی قال رسول اللہ کا لفظ نہیں سنا۔

عمرو بن میمون بھی یہی فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ کے انتساب سے کوئی بات بیان نہ کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جن کو فقہ کے بانی سمجھا جاتا ہے۔فقہ میں چار شخصیات کا نام نمایاں ہے جن میں عبداللہ بن مسعود بھی شامل ہیں۔ [3]

لم يكن احد اصحاب معروفون حدروا افتياه ومذاهبه فى الفقه غيرابن مسعود [4]

''ابن مسعود کے سوا کسی صحابی کے تلامذہ نے ان کی فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا۔''

---

[1] آل عمران: 177،3

[2] سورہ الفرقان ٢٥:٦٨

[3] مولف: مولانا، عبدالسلام ندوی، کتاب: اسوہ صحابہ، ص: 573

[4] اعلام الموقعین، ص: 32

ان کے تلامذہ میں حضرت علقمہؒ نہایت نامور ہوئے، علقمہ کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد ابراہیم نخعی مسند نشین ہوئے۔ اور انہوں نے فقہ کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے عہد میں فقہ کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو گیا۔ اس کے بعد سب سے بڑے فقیہ حافظ حماد تھے۔ امام ابو حنیفہ نے انہی سے تعلیم پائی اس لیے فقہ حنفی کی بنیاد صرف عبداللہ بن مسعود کے فتاویٰ احکام پر ہوئی۔[1]

فقہ حنفی کی عمارت تمام تر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اساس پر قائم ہوئی۔[2] آپؓ استنباط احکام و تفریع مسائل پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے اور نصوص شرعیہ میں ناسخ منسوخ، موقت و مؤبد کی تفریق کر کے صحیح استنباط حکم راہ پیدا کر لیتے تھے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ وعظ و پند کی کثرت اس کے اثر کو زائل کر دیتی ہے۔ اس بنا پر لوگوں کے ضد و اصرار کے باوجود نہایت مختصر، صاف و سادہ بات کرتے تاکہ سامعین تقریر کی طوالت سے گھبرا نہ جائیں۔

مرویات:

آپکے جملہ مرویات کی تعداد 848 ہے ان میں سے 64 احادیث بخاری مسلم دونوں میں ہیں۔ ان کے علاوہ 21 بخاری میں اور 35 مسلم میں ہیں۔[3]

مسند امام احمد........ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرویات صحیح 4210-3442 تک احادیث کے کوڈ نمبر ہیں۔

کارہائے نمایاں

عسکری حیثیت: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تمام مشہور اہم جنگوں میں جانبازی و پامردی کے ساتھ سر گرم پیکار تھے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ خیبر، غزوہ حنین اور فتح مکہ میں شریک رہے اور جنگ یرموک میں کوفہ کے قاضی مقرر کیے گئے۔ حضرت عمر فاروق نے خط میں کوفہ والوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''میں تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود کو بھیج رہا ہوں میں نے یہی تمہارے لیے پسند کیا ہے۔''[4]

حضرت عبداللہ منصب قضاء کے ساتھ خزانہ کی افسری پر بھی مامور تھے۔ اس منصب کے حقدار بھی حضرت عبداللہ ہوئے یہ ان کی بیدار مغزی اور انتظامی قابلیت کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

مختلف اصحاب کے بقول حضرت عبداللہ بن مسعود کے فضائل:

1: عن عبدالرحمن، قال:رسول الله رضيت لامتى مارضى لهم ابن ام عبدوكرحت لامتى ماكره لها ابن ام عبد۔[5]

---

[1] اسوہ صحابہ، ص: 574

[2] مولف: نامعلوم، اسوہ صحابہ، ص: 294

[3] تہذیب الکمال، ص: 234

[4] مجمع الزوائد ۹، ص: 291

[5] المعجم الکبیر انی ۹، ص: 77، المستدرک للحاکم ۳، ص: 318، مجمع الزوائد للہیثمی ۹، ص: 190

2: عن ابی هریره قال:قال النبی ﷺوسلم : من احب ان یقراالقرآن عضا کما انزل، فلیقراہ علی قراءہ ابن ام عبد۔ [1]

3: قال رسول اللہ :لو استخلف احدامن غیر مشورہ لا استخلف ابن ام عبد ۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف قاری، عالم، عابد اور زاہد ہی نہیں تھے بلکہ تنومند اور چومند اور بووقت ضرورت آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے مجاہد تھے۔ایسے صحابی جن کو حضور ﷺ نے خود خلیفہ بنانے کی خواہش کی۔ایسے صحابی جن کو انصاف قائم کرنے والے خلیفہ نے قاضی مقرر کیا، ایسے صحابی جن کو خزانہ لٹانے والے نے خزانہ کی افسری دی۔

ے حدیث شوق میں اک سحر کری
بیاں میں ایک حسن دلبرانہ
خطابت ان کی دریائے معانی
فصاحت میں بلاغت میں یگانہ

☆☆☆

[1] سنن ابن ماجہ ا، ص:49، مسند احمد ۲، ص:246، مجمع الزوائد للہشیمی ۹، ص:288، مسند ابوداؤد الطیالسی ۲، ص:15

[2] مسند احمد ا، ص:107108، سنن الترمذی ۵، ص:673، سنن ابن ماجہ ا، ص:49 المستدرک ۳، ص:318

تعلیم و تحقیق

خانہ کعبہ شریف(ایک تحقیقی رپورٹ)

(حافظہ سیّدہ ام حبیبہ بخاری،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

؎ یہ ارض پاک جس کے گرد پہرے ہیں چٹانوں کے

ازل سے جن کے آگے سر جھکے ہیں آسمانوں کے

یہی ناف زمیں ہے یہی مرکز ہے عالم کا

مقدر ہے یہیں پر اجتماع اولاد آدم کا

طلوع مہرِ ظلمت پاش اسی مٹی سے ہونا ہے

یہیں وہ ابر ہے دامانِ عصیاں جس کو دھونا ہے [1]

بیت اللہ شریف وہ مقدس و متبرک خطہ ہے جہاں سے تمام رُوئے زمین کی پیدائش کی ابتداء ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل پانی ہی پانی تھا۔ بیت اللہ شریف کی جگہ سفید جھاگ پیدا ہوئی پھر اسے ایک ٹیلہ بنا دیا گیا۔ اس کا آغاز ایک نورانی جھاگ کے بلبلہ سے ہوا جو اُس وقت پانی کے اوپر نمایاں طور پر چمک رہا تھا، وہ نورانی بلبلہ حضور اکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بشری خمیر تھا، وہ اسی مقام پر تھا جہاں خانہ کعبہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت سے تخلیق آدم علیہ السّلام کا ذکر فرمایا، تو فرشتوں نے عرض کی کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کی حکمت کیا ہے ؟ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکمت بیان فرمائی اور حکم دیا کہ بیت المعمور کے برابر نشان لگا دو۔ عرض کی: ''اے اللہ کریم ! یہاں کیا ہو گا؟'' فرمایا: ''میرے بندے خطا کر کے اس کا طواف کریں گے ، میں راضی ہو جاؤں گا اور میں ان کی خطاؤں کو معاف کر دوں گا۔''[2]

بیت اللہ شریف دنیا کی عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! دنیا کی مسجدوں میں سب سے پہلے کونسی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا؟'' فرمایا: ''بیت الحرام کا۔'' پھر عرض کی کہ بیت اللہ شریف کے بعد کونسی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا ؟ ارشاد فرمایا: ''مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کا۔'' پھر عرض کی: ''دونوں کے درمیان کتنے عرصے کا فاصلہ ہے ؟'' فرمایا: ''40 برس کا۔''[3]

---

[1] ابوالاثر حفیظ جالندھری، شاہنامہ اسلام (ج-1)، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص-54

[2] اخبار مکہ للازرقی، ذکر بناء الملائکۃ الکعبۃ، جز: 1، ص- 27-29

[3] صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر: 3425

بیت اللہ شریف دنیا کا قبلہ اوّل ہے۔ یہ زمین پر بیت المعمور کے بالکل برابر ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ بیت المعمور آسمانوں میں بالکل بیت اللہ شریف کے برابر ہے۔ خدانخواستہ اگر کوئی چیز آسمان سے گرے تو سیدھی بیت اللہ شریف پر آگرے گی۔ [1] اس کے بلند اور نمایاں ہونے کی وجہ سے اسے کعبہ کہا جاتا ہے۔ اسے "بیت عتیق" بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کافر بادشاہوں سے آزاد رکھا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کعبہ کو بیت عتیق اس لیے کہا گیا ہے کہ کوئی کافر بادشاہ اس پر قابض نہیں ہوا۔

جب اللہ کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے دنیا میں (خطہ ہندوستان) میں اتارا تو آپ نے ہندوستان سے جا کر چالیس پاپیادہ حج ادا کئے۔ ایک روایت میں ہے کہ بیت اللہ شریف کی جگہ حضرت جبرائیل نے اپنا پر مار کر ساتوں زمینوں تک بنیاد ڈالی جس کو ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بھر دیا۔ ان پہاڑوں میں کوہ لبنان، کوہ طور، کوہ جودی، کوہ حرا، کوہ زیتا شامل ہیں۔ ان پتھروں سے یہ بنیاد بھر کر چاروں طرف سے نشان کے لیے بنیادیں اٹھا دیں۔ اسی طرف جناب آدم علیہ الصلوۃ والسلام منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے اور طواف کرتے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک کعبہ اسی طرح رہا۔ طوفان نوح کے بعد ریت کا ٹیلہ بن گیا۔ مگر لوگ برابر یہاں آتے اور دعائیں مانگتے رہے اور ان کی دعائیں قبول ہوتی رہیں۔ [2]

علامہ رازی کا قول

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ اسلام کو جنت سے زمیں پہ اتارا تو نزول سرزمین ہند میں ہوا۔ آپ تنہائی کی وجہ سے غمگیں اور پریشان ہوتے رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیقراری اور بے چینی دور کرنے کیلئے حکم فرمایا کہ مکہ مکرمہ چلے جائیں، وہاں آپ کی طمانیت قلب کا سامان موجود ہے، وہاں میرا گھر ہے۔ اس کا طواف اس طرح کریں۔ جس طرح عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور نماز اس طرح پڑھیں جس طرح میرے عرش پر پڑھی جاتی ہے۔ اللہ عزوجل نے آسمان سے ایک سرخ خیمہ یاقوت کا بنا ہوا اُتارا جیسے بیت اللہ شریف کی جگہ پر نصب فرما کر اپنا گھر قرار دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام یہاں تشریف لائے، تو کعبہ شریف پہنچتے ہی آپ کا حزن و ملال ختم ہو گیا اور آپ نے بحکم الٰہی بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مناسک حج ادا کیے اور پھر اس کے بعد بھی ہندوستان سے چالیس پاپیادہ حج ادا کئے۔ یہاں تک کہ رب کریم نے طوفان نوح کے وقت وہ یاقوتی خیمہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ وہ یاقوتی خیمہ دراصل بیت المعمور تھا۔ جس کے شرقاً غرباً دل کو موہ لینے والے دو دروازے سبز زمرد کے بنے ہوئے تھے۔ طوفان نوح کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے اٹھا کر چوتھے آسمان پر ملائکہ کا قبلہ قرار دے دیا۔ 70 ہزار فرشتے روزانہ اس میں داخل ہوتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار داخل ہوتا ہے، دوبارہ قیامت تک اسے داخل ہونے کی باری نہیں ملے گی، اور یہ کعبہ شریف کے بالکل برابر اوپر واقع ہے۔ [3]

---

[1] تفسیر روح البیان (اردو)، شیخ اسماعیل حقی، مترجم: فیض احمد اویسی، مکتبہ اویسیہ رضویہ، ج۔1، ص- 230

[2] تفسیر روح البیان (اردو)، شیخ اسماعیل حقی، مترجم: فیض احمد اویسی، مکتبہ اویسیہ رضویہ، ج۔1، ص- 230

[3] تفسیر کبیر (اردو)، فخر الدین رازی، مترجم-محمد اسحٰق دہلوی، مصلح المطابع، دہلی، ج-1، ص-474

تعمیر ابراہیمی

؎ غریب وسادہ ورنگیں ہے داستان حرم

نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف تعمیر فرمارہے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام گارالا کے دیتے تھے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ[2]

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اس گھر کی بنیادیں بلند کررہے تھے (یہ دعا کرتے ہوئے) اے ہمارے رب ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

خانہ کعبہ کی تعمیر میں تین طرح کے پتھر لگائے گئے جو کہ یہ ہیں: کوہ ابو قبیس، کوہ حرا، کوہ ورقان۔ اس کی چھت خوبصورت لکڑی کی بنائی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ ایسا منفرد پتھر تلاش کریں کہ طواف شروع کرنے کا نشان بن جائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تلاش بسیار کے باوجود ایسا پتھر نہ مل سکا۔ جب واپس آئے تو دیکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایسا پتھر ہے جس کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ پوچھا: ابّا جان یہ پتھر کہاں سے آیا؟ جناب خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا: اسے وہ لایا ہے جس نے مجھے تجھ پر بھروسہ کرنے سے بے نیاز کردیا ہے۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السّلام اس پتھر کو جنت سے لائے۔ حجر اسود اس قدر سفید تھا کہ اس کی روشنی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ وعنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ۔ [3]

''حجر اسود دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن اسے بنی آدم کے گناہوں نے کالا کردیا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قائم کردہ اللہ کا گھر ایک مستطیل نما عمارت تھی جس کے دونوں طرف دروازے کھلے ہوئے تھے جو سطح زمین کے برابر تھے جن سے ہر خاص وعام کو گزرنے کی اجازت تھی۔ خانہ خدا کا یہ انداز صدیوں تک رہا۔ تاوقتیکہ قریش نے 604ء میں اس میں تبدیلی کردی کیونکہ زائرین جو نذر و نیاز رکھتے تھے وہ چوری ہو جاتی تھیں۔

اعلان حج

جب کعبہ شریف تعمیر ہو چکا تو جناب خلیل اللہ علیہ السّلام نے ربنا تقبّل ...... دعا عرض کی تو حکم ہوا:

---

[1] بال جبریل، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، بزم اردو لائبریری، لاہور، ص-37

[2] البقرۃ: 127

[3] سنن ترمذی، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْحَجَرِ الأَسْوَدِ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ، رقم الحدیث: 877

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ[1]

''اور عام لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، آئیں گے آپ کے پاس پیادہ اور دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو آتی ہیں ہر دور دراز راستہ سے۔''

عرض کی مولا کریم یہاں تو دور دور تک انسانی آبادی کا نام و نشان نہیں، جنگل اور چٹیل میدان ہے، میری آواز کیسے پہنچے گی۔ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: تم آواز دو قیامت تک کی روحیں تمہاری آواز سنیں گی اور لبیک کہیں گی۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کوہ قبیس پر چڑھے وہاں مقام ابراہیم پتھر پر قدم مبارک رکھ کر چوطرفہ آواز دی۔ ''اے اللہ کے بندو! بیت اللہ شریف کے حج کیلئے آؤ۔'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آواز کو قیامت تک کی روحوں نے سنا۔ جو روح خاموش رہی اس کو حج نصیب نہ ہو گا اور جس روح نے جتنی بار لبیک کہا، اتنے ہی اسے حج نصیب ہوں گے۔

روزِ ازل سے اب تک 10 مرتبہ تعمیر کعبہ

علامہ احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ کی تحقیق کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر 10 مرتبہ ہوئی۔

1. حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل فرشتوں نے تعمیر کیا۔
2. حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی جب حضرت جبرائیل علیہ اسلام نے خط کھینچ کر دیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے انہی بنیادوں سے تعمیر فرمایا اور حضرت حوّا نے مٹی اٹھانے کا کام سرانجام دیا۔ دنیا کے پہلے انسان نے دنیا کا پہلا گھر تعمیر کیا۔
3. حضرت شیث بن آدم علیہ السلام نے مٹی اور پتھر سے تعمیر فرمایا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے صرف مرمت کا کام کیا۔
4. طوفان نوح کے بعد ریت کا ٹیلہ رہ گیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حجر اسود مقام محفوظ پر بحفاظت رکھ دیا تھا۔ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر فرمایا، اس عظیم اور خاص کام کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت 127 میں فرمایا۔
5. قوم عمالقہ نے تعمیر کیا۔
6. قبیلے جرھم سے تعلق رکھنے والے حرث بن مضاض اصغر کو یہ شرف حاصل ہوا۔
7. پاکیزہ نسب رسول ﷺ کے ایک فرد قصی بن کلاب نے از سر نو بے مثال عمارت بنائی۔
8. سیلاب کے باعث عمارت منہدم ہونے پر مکہ مکرمہ کے معزز قبیلہ قریش کو اسے دوبارہ تعمیر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بنفس نفیس شریک ہوئے اور حجر اسود کی تنصیب کے مسئلے کا احسن حل بھی دیا جو آج بھی تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔
9. یزیدی فوج کی سنگ باری سے جب خانہ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہو گئیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حطیم کو شامل کر کے بنیاد ابراہیمی پر آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے تعمیر فرمادی۔

[1] الحج:27

10. عبدالملک بن مروان کے نائب حجاج بن یوسف نے 74ھ میں قریش والی تعمیر کے طرزِ عمل پر دوبارہ تعمیر فرمایا۔[1]

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: 1040ھ میں خلافت عثمانیہ کے سلطان مراد چہارم بن احمد خان شاہ قسطنطنیہ نے حجر اسود کے رکن کے علاوہ ساری تعمیر از سر نو کی اور عمارت کی بنیاد کو حجاج نے موافق تعمیر کیا۔ لہذا خانہ کعبہ کی موجودہ عمارت 405 ءسال پرانی ہے۔ کیونکہ وہ 1040ھ میں بنی اور اب 1445ھ ہے۔ سلطان مراد کی تعمیر کعبہ آخری تعمیر ہے جو اس وقت تک اہل ایمان کی دیدہ دل کو منور کر رہی ہے۔

خادم حرمین شریفین اور سابق سعودی فرماں روا شاہ فہد بن عبدالعزیز مرحوم کے دور میں خانہ کعبہ کی غیر معمولی دیکھ بھال سامنے آئی۔ اس دوران خانہ کعبہ کی اندرونی اور بیرونی تجدید اور تزئین دیکھنے میں آئی جس کی مثال 1040ء کے بعد نہیں ملتی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا امت پر احسان

ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے رائے لی کہ کیا میں کعبہ پاک کو ایک بار پھر شہید کر کے بنائے ابراہیمی پر تعمیر کرادوں؟ تو امام مالک نے فرمایا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ کعبۃ اللہ کو اسی طرح رہنے دیں، بار بار شہید کرنے سے اس کی ہیبت اور جلال میں کمی آئے گی۔[2] امام مالک کی رائے بصیرت اور دور اندیشی پر مبنی تھی، کیونکہ اگر ایک بار اس کا دروازہ کھول دیا جاتا، تو پھر ہر آنے والا حکمران یہ چاہے گا کہ وہ اپنے دور میں نئی شان کے ساتھ بیت اللہ شریف کی تعمیر کرے تاکہ یہ عمارت اس کی طرف منسوب ہو۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی عمارت سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بھی بن جاتی۔ لیکن یہ بازیچہ اطفال بن جاتا اور بیت اللہ کی جلالت اور حرمت میں کمی آتی۔ پس امام مالک کا امت پر احسان ہے کہ انہوں نے دینی بصیرت سے آنے والے زمانوں میں آنے والے فتنوں کو ممکنہ طور پر روک دیا۔ اللہ اعظم شانہ ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

حالیہ عمارت کعبہ و مسجد حرام

مسجد حرام

بیرونی و اندرونی مقام عبادات کو ملا کر مسجد حرام کا کل رقبہ 40لاکھ 8 ہزار 20 مربع میٹر ہے اور حج کے دوران میں اس میں 40لاکھ 20 ہزار افراد سما سکتے ہیں۔ مینار پانچ حصوں میں تقسیم ہے۔ بعد ازاں باب ملک فہد پر دو میناروں کا اضافہ کیا گیا جس کے بعد مجموعی تعداد نو ہو گئی۔ اس وقت مزید چار میناروں پر کام جاری ہے جس کے بعد حرم مکی کے مرکزی دروازوں پر ان میناروں کی مجموعی تعداد 13 ہو جائے گی۔

حرم مکی کی عمارت کی توسیع کے ساتھ ساتھ اطراف میں پلوں، بیرونی صحنوں، سرنگوں، ہسپتالوں اور پہلی رنگ روڈ کی تعمیر کے لیے بھی کام جاری ہے۔ شاہ سلمان کے دور کی حالیہ توسیع حرم مکی کی تاریخ کی سب سے بڑی توسیع ہے جس میں جدید ترین تعمیراتی ٹیکنالوجیز اور جدید ترین سسٹم کو استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ شاہ سلمان بن عبدالعزیز سے آل سعود تک تمام ادوار میں حرم مکی کی توسیع کے متعدد منصوبے دیکھنے میں آئے۔ حالیہ جاری توسیع کے بعد مسجد حرام میں 18.5 لاکھ افراد کی گنجائش ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں حرم مکی سے متصل وضو خانوں اور بیت الخلاء کی تعداد

[1] اشفاء الغرام باخبار البلد الحرام، ج-1، ص-175

[2] تفسیر قرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر قرطبی، مترجم: جسٹس کرم شاہ الازہری، ادارہ ضیاء المصنفین، بھیرہ، ج2، ص104

16300 تک پہنچ جائے گی۔ان کے علاوہ مسجد حرام کے اندر اور باہر مختلف مقامات پر ٹھنڈے پانی کے کولر بھی موجود ہیں۔ عمارت کے مختلف حصوں میں برقی زینے بھی کام کر رہے ہیں۔اس کے علاوہ روشنی اور ایئر کنڈیشننگ کا بھرپور نظام،اعلیٰ ترین آڈیو اور وڈیو سسٹم اور آگ بجھانے کے انتظامات بھی شامل ہیں۔

موجودہ عمارت کی ساخت

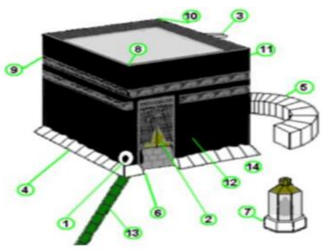

1-حجر اسود، 2-باب کعبہ، 3-میزاب رحمت ،4-شاذروان ،5- حطیم، 6- ملتزم، 7- مقام ابراہیم،8-رکن شرقی،9-رکن یمانی،10-رکن شامی،11-رکن عراقی،12-غلاف کعبہ- ،13سنگ مرمر سے ڈھانپا ہوا حصہ،چاروں طرف سے،14-مقام جبرائیل۔

بیت اللہ شریف کی حالیہ اونچائی 15 میٹر ہے۔تاہم چوڑائی مختلف پیمائش پر رکھی گئی ہے۔ مغربی دیوار 12 میٹر 11 سینٹی میٹر،مشرقی دیوار 12 میٹر 84 سینٹی میٹر، جنوبی دیوار 10 میٹر 52 سینٹی میٹر اور شمالی دیوار 11 میٹر اور 20 سینٹی میٹر ہے۔اس کی بنیادوں میں آج بھی وہی پتھر ہیں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پانچ پہاڑوں سے رکھے تھے؛رکن یمانی کی جانب،رکن عراقی اور شامی ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے تین ستون ہیں جو بیت اللہ کی چھت کو تھامے ہوئے ہیں۔ یہ مضبوط ترین لکڑی کے بنے ہوئے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی۔انہیں صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہمانے لگایا تھا۔اس طرح ان ستونوں کی عمر 1350 برس سے بھی زیادہ ہوئی۔ہر ستون کا محیط 150 سینٹی میٹر جب کہ قطر 44 سینٹی میٹر ہے۔تینوں ستونوں کے درمیان ایک سہار تختہ موجود ہے جس پر خانہ کعبہ کے بعض ہدیے لٹکائے ہیں۔خانہ کعبہ کا فرش سنگ مرمر کا ہے۔ زیادہ تر حصہ سفید اور باقی رنگین ہے۔ خانہ کعبہ کی اندرونی دیوار رنگین سنگ مرمر سے بنی ہے جس پر نقوش موجود ہیں۔بیت اللہ کو اندر سے گلابی مائل سرخ رنگ کے ریشم کے پردے نے ڈھانپا ہوا ہے۔ان پر سفید دھاگے سے کلمہ شہادت اور اللہ کے بعض نام تحریر ہیں۔

حطیم

بارش کے پانی کا حطیم کے اندر اخراج ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَت: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ؟ قَالَ" :نَعَمْ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حطیم کی) دیوار کے بارے میں دریافت کیا:"کیا وہ بیت اللہ میں سے ہے؟"آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔۔۔"[1]

یعنی کہ کوئی ابھی یہ چاہے کہ بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھے تو وہ حطیم شریف میں پڑھ لے کیونکہ یہ کعبۃ اللہ کا ہی حصہ ہے ،بس قریش نے پیسے کم ہونے کے باعث اسے کعبہ شریف کی عمارت میں تعمیر نہ کیا۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جَدْرِ الْكَعْبَةِ وَبَابِهَا، حدیث نمبر: 3249

میزاب رحمت

حطیم والی کعبہ شریف کی دیوار میں میزاب نصب ہے جسے نالہ رحمت/میزاب رحمت بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی قبولیت دعا کا ایک مقام ہے۔ میزاب کی مجموعی لمبائی 2.58 میٹر ہے جس میں 58 سینٹی میٹر خانہ کعبہ کی دیوار کے اندر ہے۔ میزاب کی چوڑائی 26 سینٹی میٹر ہے۔ یہ خالص سونے سے تیار کی گئی ہے جس کو اندر سے خالص چاندی نے اپنے احاطے میں لیا ہوا ہے۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز مرحوم کے دور میں پرانی میزاب کو نئی اور زیادہ مضبوط میزاب سے تبدیل کیا۔

غلاف کعبہ

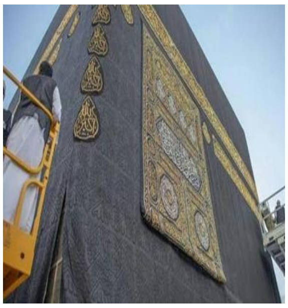

کعبہ شریف پر پہلے غلاف نہیں ہوتا تھا، سب سے پہلے تُبّع حمیری نے کعبہ شریف پر غلاف چڑھایا، اس کے بعد کعبہ شریف پر غلاف چڑھانے کا معمول ہو گیا۔ کعبہ شریف کے غلاف کا رنگ شروع سے سیاہ نہیں ہے، مختلف زمانوں میں دوسرے رنگوں کے غلاف بھی چڑھائے گئے، البتہ اب عرصہ دراز سے سیاہ رنگ کا ہی غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ شریف کو غلاف چڑھایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح بیت اللہ کو خاص کپڑے سے تیار کردہ غلاف پہناتے تھے۔ حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ سال میں دو بار غلاف چڑھاتے۔ ناصر عباسی کے دور میں پہلی بار سیاہ رنگ کا غلاف پہنایا گیا اُس وقت سے آج تک سیاہ کا غلاف پہنایا جاتا ہے۔ 810ھ میں کعبہ کے دروازہ کیلئے ایک پردہ تیار کروایا گیا اس کو غلاف کا برقعہ بھی کہا جاتا ہے۔[1] آج کل مکہ مکرمہ میں مقام اُم الجود کارخانے میں غلاف کی تیاری کا کام کیا جاتا رہے اور انتہائی توجہ دی جاتی ہے۔ اس کا غلاف (کسوہ) سال میں دو مرتبہ تبدیل ہوتا ہے۔

باب کعبہ

آج کعبہ شریف کا دروازہ 2 میٹر بلندی پر ہے۔ چند سال قبل سعودی حکومت کو سونے کا دروازہ بنانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ خانہ کعبہ کے موجودہ سونے کے دروازے کو تیار کرنے کی سعادت پاکستانی کاریگروں کو حاصل ہوئی ہے۔ بیت اللہ شریف کا دروازہ سال میں دو بار کھولا جاتا ہے۔

i. شعبان میں غسل کعبہ کے موقع پر

ii. غسل اور غلاف کی تبدیلی ذوالحجہ کے مہینے میں۔

[1] تحفہ معراج النبی ﷺ، ص-400

آبِ زم زم

زمین پر ایک کنواں واقع ہے۔اس کنوئیں کی عمر پانچ ہزار سال سے زائد ہو چکی ہے۔جیسا کہ تاریخی روایات میں بیان کیا جاتا ہے کہ زم زم کا چشمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ سے پھوٹا۔ زم زم کے کنوئیں میں پانی تین مقامات سے آتا ہے؛ حجر اسود کے کونے اور جبل ابو قبیس اور صفا کے علاوہ مروۃ کی سمتوں سے جمع ہوتا ہے۔ زمزم کے کنویں میں آخری بڑی پیش رفت 2010 ء میں شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز مرحوم نے کی۔انہوں نے زمزم کے پانی کو صاف اور محفوظ کرنے کے لیے 70 کروڑ ڈالر کے منصوبے کی منظوری دی۔اس منصوبے کے تحت مکہ مکرمہ میں مسجد حرام سے ساڑھے چار کلو میٹر دور علاقہ کدی میں زمزم کارخانہ قائم کیا گیا۔

حرمین شریفین میں موت کی فضیلت

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''(قیامت میں جب سب کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا)سب سے پہلے میری پھر ابُو بکر وعمر کی قبریں کھلیں گی، پھر میں جنّتُ البقیع والوں کے پاس جاؤں گا تو وہ میرے ساتھ اِکٹھے ہوں گے، پھر میں اہلِ مکہ کا اِنتظار کروں گا حتّٰی کہ حرمین شریفین کے درمیان اُنہیں بھی اپنے ساتھ کرلوں گا۔''[1]

ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃاللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:''مکہ مکرمہ میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے،ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درہم صدقہ کرنا ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے کی طرح ہے۔اسی طرح ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔''[2]

بیت اللہ کا طواف

حدیث پاک میں ہے:''بیت اللہ شریف کا طواف کثرت سے کرو کیونکہ تم بروز قیامت اپنے نامۂ اعمال میں اسے سب سے افضل اور سب سے قابل رشک عمل پاؤگے۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ ''جو بارش میں طواف کے سات چکر لگائے اس کے گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''[3]

جنت میں داخلہ

منقول ہے :''اللہ تعالی نے بیت اللہ شریف سے وعدہ فرمایا کہ ہر سال چھ لاکھ افراد اس کا حج کریں گے۔اگر کم ہوئے تو اللہ تعالی فرشتوں سے ان کی کمی پوری فرمادے گا۔اور بروز قیامت کعبہ شریف پہلی رات کی دلہن کی طرح اٹھایا جائے گا تو جن لوگوں نے اس کا حج کیا وہ اس کے پردوں کے ساتھ لٹکے ہوں گے اور اس کے گرد چکر لگا رہے ہوں گے یہاں تک کہ یہ جنت میں داخل ہو گا تو وہ بھی اس کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔''[4]

---

[1] سنن ترمذی،ابواب المناقب، باب فی فضل المدینہ، حدیث: ۳۷۱۲

[2] حیاءعلوم الدین(مترجم)،امام غزالی،مترجم: فضل الکریم،دارالاشاعت، کراچی، ص-245

[3] ایضاً

[4] ایضاً

گناہوں سے پاک

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے پچاس بار بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو وہ گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے کہ اس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔''[1]

☆☆☆

[1] سنن ترمذی، کتاب الحج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الطَّوَافِ، رقم الحدیث: 866

الرؤیا

(عروہ عامر، بی۔ایس سمیسٹر ششم، مارننگ)

خواب ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار کرنا عقل سلیم کے لیے ممکن نہیں۔ہر دانشور اور عقلمند شخص کے نزدیک نیک اور سچے خواب اہمیت کے حامل ہیں۔ہر انسان خواب دیکھتا ہے اور اس کی نیک اور اچھی تعبیر کا متقاضی ہے۔انسانی تاریخ میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے خواب کی حقانیت وصداقت ثابت ہوتی ہے۔قرآن کریم میں بھی پیغمبروں کے خوابوں کا تذکرہ ملتا ہے جن کی تعبیر بھی احسن انداز میں ہوئی۔پیغمبروں کے علاوہ دیگر عام شخصیات کے خواب کا بھی قرآن میں ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھنا ایسی کیفیت ہے جس کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ ساتھ اس کی روح سے بھی ہے۔قران میں خوابوں کے لیے رؤیا کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

معنی ومفہوم

رؤیا کے لفظی معنی تصور کرنا، خواب دیکھنا کے ہیں۔[1] الرؤیا کی اصطلاحی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الرؤیا ما یری فی النوم وھو فعلی وقد یخفف فیه الھمزة فیقال بالواوروىا

"رؤیا(خواب)جو نیند کی حالت میں دیکھا جائے اور یہ فعلی کے وزن پر آتا ہے۔ اور کبھی یہ رؤیا ہمزہ کی تخفیف سے رویا بولا جاتا ہے۔"[2]

خواب کی حقیقت

اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ خواب کیسے بنتا ہے اور انسان خواب کس طرح دیکھتا ہے، اس کے متعلق مولانا مودودی رحمۃ اللہ اپنی کتاب تفہیم الحدیث میں لکھتے ہیں: "فرائڈ کے نزدیک لاشعور کی خواہشات شعور میں آنا چاہتی ہیں مگر سوسائٹی کی بندشوں اور انا (ego) کے دباؤ سے لاشعور میں دبی رہتی ہے۔رات کو سوتے وقت شعور سو جاتا ہے اور لاشعور چپکے سے ان خواہشات کو شعور میں لے آتا ہے مگر ان خواہشوں کو لاشعور بھیس بدلوا دیتا ہے۔فرائڈ کے نزدیک سب خواب جنسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔چنانچہ جاگنے کے بعد خواب میں جو کچھ دیکھا تھا یہ اپنی علامتیں رکھتا ہے، جن کا مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔خواب کا اصل مطلب ان علامتوں کی تعبیر کر کے پتا چلتا ہے اور ان علامتوں کا اصل مطلب کیا ہے؟ یہ لاشعوری خواہشات میں چھپا ہوتا ہے۔ان شعوری خراہشات کے لیے فرائڈ (latent content) کی حد استعمال کرتا ہے۔ماہرین نفسیات کے نزدیک تعبیر خواب دراصل یہ ہے کہ ظاہر خواب اس کی علامتوں سے معلوم کیا جائے۔"[3]

---

[1] المنجد عربی، ص324

[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب حکمتیں اور ماخوذ احکام ومسائل از مولانا محمد ابراھیم

[3] تفہیم الحدیث از مولانا مودودی ، جلد دوم ، ص18

خواب کا وجود ہے اور جو اپنا وجود رکھتا ہے اس کی حقیقت بھی ہوتی ہے۔ مثلاً انسان جس کا وجود ہے اسکی حقیقت بھی ہے۔ خواب مادی اور روحانی دو طرح کا ہوتا ہے۔

مادیین کا نظریہ خواب

مادیین سے مراد مادہ پرست لوگ ہیں۔ مادہ پرست روح کو مادی اور دماغ کے مادی خواص اور نسوں کے خلیوں Nerve Cells میں سے سمجھتے ہیں ان کی نظر میں روح اس کے علاوہ کچھ نہیں، ان کا نظریہ ہے کہ روح و فکر اور روح کے تمام آثار مادی ہیں یعنی دماغ اور اعصاب کے خلیوں کی طبیعیاتی اور کیمیائی خواص ہیں۔ مادیین کہتے ہیں:

i. ہو سکتا ہے کہ انسان کے روز مرہ کے خیالات جو اس کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں، خواب میں مجسم ہو کر فکری طور پر سامنے آجاتے ہیں۔

ii. جن چیزوں کو وہ خواب میں دیکھتا ہے وہ چیزیں ہوں جن کی وہ ماضی میں خواہش رکھتا ہو۔

iii. یا انسان جس چیز سے خوف کھاتا ہے خواب میں وہ نظر آئے۔

خواب کی صداقت و حقانیت

مطلقاً خواب کا انکار کر دینا کہ سرے سے ہی خواب یا رؤیائے صالحہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا یہ گمان کرنا کہ خواب محض جھوٹ اور من گھڑت ہے، ایسا رویہ جہالت اور لاعلمی ہے۔ خواب کے وجود اور تصور کا صراحتاً انکار کر دینا کفر ہے۔ اس لیے خواب کا وجود قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ [1]

''جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ کا رویہ اختیار کیا۔ دُنیا اور آخرت دونوں زندگیوں میں ان کے لیے بشارت ہی بشارت ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لم يتق مل النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات؟قال الرؤيا الصالحة[2]

''اب نبوت باقی نہیں رہی (ہاں اس کا فیض) مبشرات کی صورت میں باقی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب''

---

[1] سورہ یونس: 63،64

[2] صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات، حدیث نمبر 6990

انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ قَالَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لَكِنْ الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ[1]

''رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا میرے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہ ہوگا''، انس کہتے ہیں: یہ بات لوگوں پر گراں گزری تو آپ ﷺ نے فرمایا'' :البتہ بشارتیں باقی ہیں''، صحابہ نے عرض کیا :اللہ کے رسول! بشارتیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کا خواب اور یہ نبوت کا ایک حصہ ہے''

خواب کی صورتیں

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الرؤيا ثلاث :منها اهاويل من الشيطان ليحزن بها ابن آدم ,ومنها ما يهم به الرجل في يقظته فيراه في منامه ,ومنها جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة[2]

''خواب تین طرح کے ہوتے ہیں :ایک تو شیطان کی ڈراؤنی باتیں تاکہ وہ ابن آدم کو ان کے ذریعہ غمگیں کرے، بعض خواب ایسے ہوتے ہیں کہ حالت بیداری میں آدمی جس طرح کی باتیں سوچتا رہتا ہے، وہی سب خواب میں بھی دیکھتا ہے اور ایک وہ خواب ہے جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔''

اس حدیث کی روشنی میں ہمیں خواب کی تین صورتیں معلوم ہوتی ہیں:

i. **سچا خواب:** بعض خواب بہت اچھے اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ یہ اہل ایمان کیلئے بشارت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سچے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

ii. **حدیث نفس** : حدیث نفس احوال کے مطابق خواب کو کہتے ہیں۔ بعض خواب انسان کی خواہشات اور تخیلات کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ایسے خوابوں کی بالعموم کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔

iii. **اضغاث/احلام:** جبکہ اضغاث احلام شیاطین کی طرف سے ڈراوا ہوتے ہیں۔ ایسے خواب ڈراؤنے اور خطرناک ہوتے ہیں اور ان کے انسانی زندگی پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[3]

---

[1] ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللہ، باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات، حدیث نمبر 2272

[2] سنن ابن ماجہ، کتاب التعبیر والرؤیا، باب الرؤیا ثلاث، حدیث نمبر 3907

[3] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب اور ان کی تعبیر، از ابو محمد خالد بن علی العنبری، مترجم ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن یوسف

اچھے اور برے خواب

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلْمًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا، وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ[1]

"(سچا) خواب اللہ کی طرف سے ہے اور (برا) خواب شیطان کی طرف سے، تم میں سے کوئی شخص جب ایسا خواب دیکھے جو اسے برا لگے تو وہ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے اور (جو اس نے دیکھا) اس کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو وہ اسے ہر گز نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

اس سے ظاہر ہوا کہ اگر خواب کا کوئی وجود نہ ہوتا اور اس کے اچھے اور برے اثرات مرتب نہ ہوتے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم برے خواب کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین نہ فرماتے۔

سیدنا ابو رزین (لقیط بن صبرہ عقیلیؓ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعَبَّرْ، فَإِذَا عُبِّرَتْ ,وَقَعَتْ قَالَ :وَأَحْسِبُهُ قَالَ :وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ، أَوْ ذِي رَأْيٍ[2]

"خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک کہ اس کی تعبیر نہ بیان کر دی جائے۔ چنانچہ جب تعبیر بیان کر دی جاتی ہے تو وہ (اسی طرح) ہو جاتی ہے۔ "اور میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" :اسے اپنے کسی محبت کرنے والے (مخلص) یا صاحب علم کے علاوہ کسی سے ہر گز بیان نہ کرو۔"

روحانی خواب

انسان کا وجود دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک جسم اور دوسری روح۔ انسان کو روحانی خواب بھی نظر آتے ہیں۔ فلاسفر روحانی خواب کی چند اقسام بیان کرتے ہیں۔

i. خواب جو کہ انسان کی گزشتہ زندگی سے مربوط ہے انسان کے خوابوں کا ایک حصہ اسی پر مبنی ہے۔

ii. وہ خواب جو مفہوم سے عاری اور پریشان خیال ہوتے ہیں، توہمات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

iii. وہ خواب جو آئندہ سے مربوط ہیں اور مستقبل کے بارے میں گواہی دیتے ہیں۔[3]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث نمبر 2261

[2] سنن أبي داؤد کتاب الادب، باب ماجاء فی الرؤیا، حدیث نمبر 5020

[3] فلسفہ قرآن فی تفسیر القرآن از سید حسین زیدی، جلد 3

الرؤیا فی القرآن

انبیاء علیہم السلام کے خواب

- **حضرت یوسف علیہ السلام**

اللہ نے قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اس طرح بیان فرمایا:

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ[1]

''یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا'' ابا جان، میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے ہیں اور سورج اور چاند ہیں اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا وہ ویسے ہی اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتا دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خواب اپنے بھائیوں سے ذکر کرنے سے منع فرمادیا، یعنی اس کی تعبیر واضح ہے، سنتے ہی سمجھ لیں گے۔ گیارہ بھائی، ایک باپ، اور ایک ماں سب ان کی طرف محتاج ہوں گے، پھر شیطان ان کے دل میں حسد ڈال دے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مختصراً اس خواب کی تعبیر بھی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں چنے گا اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے گا۔

- **حضرت ابراھیم علیہ السلام**

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ[2]

''ابراہیمؑ نے اس سے کہا، ''بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا، تیرا کیا خیال ہے؟'' اُس نے کہا، ''ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاءاللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے''

اس آیت سے متعدد احکام و فوائد حاصل ہوتے ہیں پہلا یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ بعض مفسرین کے نزدیک سیدنا ابراہیم علیہ السلام ذبح ولد پر مامور تھے۔ بعض کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ انھیں بیٹا عطا فرمائے گا تو وہ اسے اللہ کے نام پر ذبح کر دیں گے اور تیسرا یہ کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی حکم شرعی پر عمل کرنے سے قبل ہی اس کا نسخ جائز ہے۔ اور چوتھا یہ کہ امور واجبہ میں مشورہ کرنا جائز ہے۔ اور آخری یہ کہ اس آیت کے حصے :سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ سے ایک نہایت مفید ادب

---

[1] سورۃ یوسف:4

[2] سورہ الصافات:102

حاصل ہوااور وہ یہ کہ جب انسان کوئی عظیم عمل کرے تو سب سے پہلے اسے اللہ تعالی کی مشیت سے متعلق کرے کہ اگراللہ نے چاہاتو میں یہ عمل کروں گا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔[1]

- **حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم**

اللہ سبحانہ تعالی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں فرمایا

لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا[2]

''فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا ان شاءاللہ تم ضرور مسجد حرام میں پورے امن کے ساتھ داخل ہوگے ،اپنے سر منڈواؤگے اور بال ترشواؤگے ،اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا وہ اُس بات کو جانتا تھا جسے تم نہ جانتے تھے اس لیے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے اُس نے یہ قریبی فتح تم کو عطافرمادی۔''

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان اپنے سفر سے بظاہر بے مراد واپس لوٹے تو بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آیا کہ نبی کا خواب تو سچا اور وحی ہوتا ہے تو ہم اس طرح بے مراد کیوں لوٹائے جارہے ہیں ؟اس کے جواب میں صلح حدیبیہ کی مندرجہ بالا مصلحتیں بیان فرمائی گئیں اور اب آخر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خواب کا حوالہ دے کر ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب دکھایا تھا وہ بالکل حق اور سچ تھا،اس کے برحق ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ بالحق کے کلمہ کریمہ سے اس کی صداقت و حقانیت کو مؤخر کر دیا گیا۔ بس اتنی بات ہوئی کہ اس سال اہل ایمان کے لیے عمرہ کی راہ ہموار کردی گئی تاکہ آئندہ سال جب مسلمان آئیں تو ان کو کوئی خوف وخطرہ در پیش نہ ہو اور وہ پورے اطمینان سے عمرہ کریں۔[3]

عام شخصیات کے خواب

انبیاء علیہم السلام کے خواب تو منجانب اللہ ایک حکم یا مستقبل کے بارے میں آگہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن بسااوقات غیر نبیوں کے خواب بھی پورے ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قیدی ساتھیوں اور بادشاہ وقت کے خواب کا تذکرہ ہمیں قرآن میں ملتاہے۔

درج بالا بحث وگفتگو کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خواب ایک حقیقت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ خواب کی حقیقت ہے اور سچے اور نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔ جو لوگ خواب کو بیوقوف لوگوں کی جنت خیال کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ارباب عقل و دانش کے خواب سب سے زیادہ درست ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خواب کو وحی اور الہام کا درجہ حاصل نہ

---

[1] احکام القرآن از حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ،جلد دوم ،ص 249

[2] سورہ الفتح:27

[3] عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن ،جلد6 ،ص 189

ہوتا۔ خواب وہ حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ دنیا کی کوئی قوم، کوئی نسل اور کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس نے اپنے خوابوں میں اپنے شاندار مستقبل کی تعمیر نہ کی ہو۔ انبیاء کرام علیہ السلام نے خواب میں احکام الٰہی اور مشیت ایزدی سے آگاہی پائی تو بادشاہوں نے اس کے آئینہ میں اپنی حکومتوں کا عروج وزوال دیکھا۔ مومن خواب میں بشارتوں سے محظوظ ہوئے اور کافرو سرکش اس کے ذریعے متنبہ ہوتے رہے۔ غرض خواب سے نہ حاکم کو مفر ہے اور نہ ہی محکوم کو گریز۔ خواب کی بھی کئی اقسام بتلائی گئی ہیں جن میں سب سے اوپر کے درجے میں سچے خواب ہیں کیونکہ یہ سچے اور نیک خواب اللہ کی طرف سے مومنوں کیلئے خوشخبری ہوتے ہیں۔

☆☆☆

مسلمان علماء کی تفاسیر اور اتحاد امت

(بینش حبیب،ایم۔فل سمیسٹر چہارم،مارننگ)

امت مسلمہ جس طرح منتشر ہو چکی ہے،اور باہمی اختلافات کی وجہ سے افتراق کا شکار ہے مذہبی، سیاسی اختلافات،فرقہ واریت نے امت مسلمہ کو مختلف گروہ کی صورت میں تقسیم کر دیا ہے۔اختلاف رائے ہونا ایک فطری بات ہے لیکن شدت پسندی نے ہمارے معاشرے کو بکھیر کر رکھا دیا ہے۔اسلام ہمیں اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتا ہے اس کی بہترین مثال ہمیں ہماری مذہبی رسومات اور تہواروں سے ملتی ہے۔عید ہو یا حج کا مقام ہو،تمام مسلمان ایک جگہ بغیر کسی تفریق کے فریضہ حج انجام دیتے ہیں۔اور مفسرین قرآن بھی یہی درس دیتے ہیں۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوٰنا وَكُنتُمۡ عَلَىٰ شَفَا حُفۡرَةٖ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَاۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ[1]

''اور اللہ کی رسّی (قرآن) کو مضبوطی سے پکڑے رہو آپس میں تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم پہلے آپس میں دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی تو تم بھائی بھائی بن گئے۔تم جہنم کی کنارے پر تھے،تو اس نے تمہیں نکال لیا۔اللہ اپنی آیتوں کو اسی طرح بیان کرتا ہے کہ شاید تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔''

مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ کی رسی سے مراد اس کا دین ہے،اور اس کو رسی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہی وہ رشتہ ہے جو ایک طرف اہل ایمان کا تعلق اللہ سے قائم کرتا ہے اور دوسری طرف تمام ایمان لانے والوں کو باہم ملا کر ایک جماعت بناتا ہے۔اس رسی کو "مضبوط پکڑنے" کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی نگاہ میں اصل اہمیت ''دین'' کی ہو،اس سے ان کو دلچسپی ہو،اسی کی اقامت میں وہ کوشاں رہیں اور اسی کی خدمت کے لئے آپس میں تعاون کرتے رہیں۔جہاں دین کی اساسی تعلیمات اور اس کی اقامت کے نصب العین سے مسلمان ہٹے اور ان کی توجہات اور دلچسپیاں جزئیات و فروع کی طرف منحرف ہوئیں، پھر ان میں لازماً وہی تفرقہ و اختلاف رونما ہو جائے گا جو اس سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی امتوں کو ان کے اصل مقصد حیات سے منحرف کر کے دنیا اور آخرت کی رسوائیوں میں مبتلا کر چکا ہے۔[2]

قرآن پاک میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

---

[1] القرآن، 3: 103

[2] مودودی، سید ابوالعلی، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1949ء)، 1/ 277

وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفۡشَلُواْ وَتَذۡهَبَ رِيحُكُمۡۖ وَٱصۡبِرُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ[1]

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہمت کمزور ہو جائے گی۔ صبر کے ساتھ کام کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

پیر کرم شاہ بیان کرتے ہیں:

''قرآن حکیم تو واضح طور پر ارشاد فرمارہا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا رعب دشمن کے دل پر چھایا رہے، تمہاری ہوا بندھی رہے، اور تمہارے اتحاد و اتفاق کی بنیاد متزلزل نہ ہو تو اطاعت رسول کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یہی ایک سپر ہے جس پر تم اہواء و اغراض کے تیروں کو سہار سکتے ہو۔ اور ہمارے عصر حاضر کے ماہرین قرآن ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ انتشار و افتراق کی یہ وبا جو اسلامی کیمپ میں قیامت ڈھارہی ہے یہ سنت رسول سے سرتابی کا نتیجہ نہیں جس میں عملی طور پر امت کا اکثر حصہ مبتلا ہے بلکہ اتباع سنت کی شامت ہے۔ اب خدا کے یہ سادہ دل بندے کیا کریں۔ قرآن کی صاف اور کھلی ہوئی بات مانیں یا معارف قرآنی کے ان شارحین کی نکتہ آفرینیوں کو تسلیم کریں؟''[2]

☆☆☆

---

[1] القرآن، 8: 46

[2] کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1399ھ)، 154/2

الحاد اور اس کے مسلم معاشرے پر اثرات

(بینش حبیب، ایم۔فل سمیسٹر چہارم، مارننگ)

حرف اول

عصرِ حاضر میں مسلم معاشروں کو نظریہ الحاد کا فکری چیلنج درپیش ہے۔الحادی فکر کا مقابلہ کرنے کے لیے اور مسلم معاشروں کو اس سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس نظریہ کا عمیق مطالعہ کیا جائے،اسے سمجھ کر مدلّل انداز اپناتے ہوئے نظریاتی میدان میں اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی جائے اور ساتھ ہی اسلامی تناظر میں اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے حوالے سے تجاویز پیش کی جائیں۔اس مقالے میں الحاد کی تعریف، تاریخ، اقسام، اسباب، ملحدین کی سرگرمیاں اور اسلامی معاشروں پر اس کے اثرات بیان کرتے ہوئے اسلامی تناظر میں اس کا حل اور تجاویز پیش کی جائیں گی۔

الحاد کا لغوی معنی

الحاد کا مادہ (ل. ح. د) ہے جس کے معنی حق سے انحراف کرنا ہے۔لحد یلحد۔لحدا فی الدین، یعنی "مذہب سے پھر جانا، دین میں طعن کرنا، جھگڑا کرنا، احکام خداوندی کو ترک کرنا۔"[1]

الحاد کی تعریف

الحاد کی تعریف' فیروز اللغات' میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ "سیدھے راستے سے کتر جانا، دینِ حق سے پھر جانا، ملحد ہو جانا۔"[2]

ملحد اس شخص کو کہتے ہیں جو حق سے روگردانی کرے اور اس میں ایسی چیز کی آمیزش کرے جو اس میں نہیں ہے، اس کا ایک اور مفہوم بھی بتایا گیا ہے: یلحدون ای یعترضون۔یعنی "وہ اعتراض کرتے ہیں۔"[3]

مریم ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق:

"The belief that there is no God." [4]

"ایسا عقیدہ جس میں کسی خدا کا تصور موجود نہ ہو۔"

---

[1] لوئیس معلوف، المنجد (کراچی، دارالاشاعت، 1994ء)، 914۔

[2] فیروزالدین، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز، 2010ء)، 114

[3] کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1965ء)، 335

[4] Webster Comprehensive Dictionary (Chicago: Ferguson Publishing Company, 2000), 91

امام راغب اصفہانی الحاد کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترک القصد فیما امربه و أشرك بالله أو ظلم أو احتکر الطعام[1]

''الحاد کے معنی جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس کا ارادہ ہی نہ کرنا اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ظلم کرنا اور خوراک کی ذخیرہ اندوزی ہے۔''

تاج العروس کے مطابق:

أشرك بالله تعالى هكذا في سائر النسخ التي بأيدينا ونقله المصنّف في البصائر عن الزجاج
والذي في أُمَّهات اللغة: وقيل: الإِلْحَادُ فيه: الشَّكُ في اللهِ قاله الزَّجَّاجُ هكذا نقله في اللسان
فلْيُنْظَر أو أَلْحَدَ في الحَرَمِ ظَلَمَ وهو أيضاً قولُ الزَّجَّاج أو الْحَدَ في الحَرَمِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ فيه
وهو مأْخُوذ من الحَدِيث عن عُمَرَ احْتِكَارُ الطَّعَامِ في الحَرَمِ الْحَادٌ فِيه[2]

''کسی کو اللہ تعالی کا شریک ٹھہرانا الحاد ہے۔ ہمارے پاس جس قدر بھی نسخے ہیں وہ البصائر کے مصنف زجاج اور لغت کی بڑی کتب یہی معنی بیان کرتی ہیں اور اس کے معنی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کی ذات میں شک کرنا۔ اس کو زجاج نے بیان کیا اور لسان العرب میں بھی اس طرح نقل کیا گیا ہے تو غور و فکر مطلوب ہے یا (اس کا معنی یوں بھی ہے) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حرم میں الحاد کرنا، ظلم کرنا وغیرہ کے زمرے میں آتا ہے۔ حضرت عمر سے ماخوذ ہے کہ خوراک کی ذخیرہ اندوزی کو بھی الحاد کہتے ہیں۔''

جولین بیجینی نے "Atheism: A Very Short Introduction" میں الحاد کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔

"It is the belief that there is no God or Gods."[3]

''ایک خدا یا کسی بھی خدا کو نا ماننے کا نام ایتھیزم یا الحاد ہے۔''

مندرجہ بالا تعریفات سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ الحاد درحقیقت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک طرز فکر اور سوچ کا نام ہے۔ ایسی منحرف سوچ جس میں ہر وہ عمل شامل ہے جو عقیدہ توحید اور اللہ تعالی کے بتائے ہوئے فرمودات سے ٹکرائے اور خالق کے مد مقابل مخلوق کو لا کھڑا کرے۔ خدا اور مذہب پر یقین نہ رکھنے والوں کو ''خذ'' کہا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی خالق کو سرے سے مانتے ہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک خدا، دیوتا یا مافوق الفطرت ہستیوں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

---

[1] راغب، امام اصفہانی، مفردات القرآن (لاہور، المکتبہ القاسمیہ، 1943ء)، 315

[2] محمد بن محمد، زبیدی، تاج العروس (بیروت، دار الکتب المورد، 1934ء)، 2253

[3] Julian Baggini, Atheism: A Very Short Introduction (New York: Oxford University Press, 2003),3.

الحاد کے مترادف الفاظ:

لغت کی کتابوں میں ''ہریہ''اور ''زندیق''الحاد کے مترادف الفاظ ہیں۔علم الکلام کے ماہرین نے بھی الحاد کی اصطلاح کے ساتھ ''زندیق'' کا لفظ اس کے مترادف کے طور پر استعمال کیا ہے جس کے معنی بے دین ہونا، بداعتقاد ہونا(صفت)، نیز باطن میں کفر اور ظاہر میں ایمان بیان ہوئے ہیں۔ [1] احمد امین فرماتے ہیں کہ : ''عربی زبان میں زندیق کا لفظ نہیں تھا۔ عرب لوگ جب اس مفہوم کو ادا کرنا چاہتے تھے تو ملحد یا دہری کہا کرتے تھے۔''[2] امام جوہری لفظ ''زندیق''کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ :

الزنديق من الثنوية، وهو معرب، والجمع: الزنادقة،والهاء (أي التاء الموقوف عليها بالهاء) عوض من الياء المحذوفة، وأصله زناديق، (والفعل من ذلك) تزندق، والاسم: الزندقة [3]

''زندیق ثنویت کی ایک شاخ ہے۔یہ لفظ معرب ہے جس کی جمع زنادقہ آتی ہے۔تزندق اس سے فعل اور زندقہ اسم آتا ہے۔''

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ زندقہ بھی یہودیت اور نصرانیت کی طرح کوئی خاص مذہب ہے اور عام طور پر الحاد اور بددینی کے معنوں میں اس کا استعمال ایک نئے معنی ہیں جو بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ مندرجہ بالا تعریفات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ لفظ زندیق بھی الحاد سے ملتا جلتا ایک قسم کا کفر نفاق ہے۔یعنی ایسا شخص جو ظاہر میں قرآن اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے کا دعوی اور اقرار کرے لیکن آیات قرآنی کے معانی ایسے گھڑے جو دوسری نصوص قرآن وسنت اور اصول اسلام کے منافی ہوں۔الغرض یہ کہ زنادقہ وہ لوگ ہوئے جنہوں نے فکری و عملی دونوں صورتوں میں اسلام سے انحراف کیا اور الحاد کے راستے میں پڑتے گئے۔

قرآن کی روشنی میں الحاد کے معانی

قرآن مجید میں لفظ الحاد کا اطلاق سیاق وسباق کے مطابق مختلف معانی پر ہوا ہے۔قرآن مجید میں یہ کلمہ کبھی لغوی معانی میں استعمال ہوا ہے اور کبھی اصطلاحی معنی میں۔ مجموعی طور پر قرآن مجید میں الحاد کا لفظ کجروی، پناہگاہ اور انحراف کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے :

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْتُهُ لِلنَّاسِ سَوَّاءَ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيْهِ بِالْحَادٍ بِظُلْمٍ تُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْم [4]

'' بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہے اور (دوسروں کو) اللہ کی راہ سے اور اس مسجد حرام (کعبتہ اللہ) سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے یکساں بنایا ہے اس میں وہاں کے باسی اور پردیسی (میں کوئی فرق نہیں) ،اور جو شخص اس میں ناحق طریقہ سے کج روی(یعنی مقررہ حدود و حقوق کی خلاف ورزی)کا ارادہ کرے ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔''

اس آیت میں الحاد کا لفظ کجروی یا خلاف ورزی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح مسلم (لاہور، فرید بک سٹال،2005)،432، حدیث 5866

[2] احمد امین، فجر الاسلام، باب 2(بیروت، دار الکتاب العربی، 1971ء)،335

[3] ابن منظور، لسان العرب، باب 3(بیروت، دار الصادر، 1955ء)،140

[4] القرآن 22:25

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمُتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا [1]

''اور آپ وہ (کلام) پڑھ کر سنائیں جو آپ کے رب کی کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔''

اس آیت میں لفظ الحاد کا معنی جائے پناہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

قل إن لَنْ يُجِينِ مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا[2]

''آپ فرمادیں کہ نہ مجھے ہرگز کوئی اللہ کے (امر کے خلاف) عذاب سے پناہ دے سکتا ہے اور نہ ہی میں قطعاً اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔''

اس آیت میں لفظ ملتحدا جائے پناہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جن آیات میں الحاد کا معنی انحراف کے طور پر استعمال ہوا ہے وہ درج ذیل ہیں:

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي اسْتَابِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُون[3]

'' اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، سواسے ان ناموں سے پکارا کرو اور ایسے لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے انحراف کرتے ہیں، عنقریب انہیں ان (اعمال بد) کی سزا دی جائے گی جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔''

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهُذَا لِسَانُ عَرَبٌ مُّبِينٌ [4]

''اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ (کفار و مشرکین) کہتے ہیں کہ انھیں یہ (قرآن) محض کوئی آدمی ہی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف وہ بات کو حق سے ہٹاتے ہوئے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن واضح و روشن عربی زبان (میں) ہے۔''

ان تمام آیات بینات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہی نتیجہ مترشح ہوتا ہے کہ خلاق عالم نے انسانی طبیعت میں طاغوتی فکر کے عیارانہ خیالات کو عیاں فرمایا ہے کہ کج روی اور صحیح راہ سے انحراف فطرت قبیحہ کا خاصہ ہوتا ہے۔ ان تمام آیات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ الحاد کا معنی صحیح راہ سے انحراف کے ہیں۔

---

[1] القرآن 27:18

[2] القرآن 22:72

[3] القرآن 180:7

[4] القرآن 103:16

حدیث کی روشنی میں الحاد کے معانی

الحاد کا لفظ حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍ لِيُرِيقَ دَمَهُ [1]

''ابوالیمان، شعیب، عبداللہ بن ابی حسین، نافع بن جبیر، حضرت ابن عباس(ر) سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض (یعنی برا) اللہ کے ہاں تین شخص ہیں، حرم میں ظلم کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ تلاش کرنے والا اور کسی شخص کا خون ناحق طلب کرنے والا، تاکہ اس کا خون بہائے۔''

انکار خدا اور دور مصطفی

نبی مہرباں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں بیشتر وہ لوگ تھے، جو کسی نہ کسی صورت میں خدا کو مانتے تھے۔ لیکن چند لوگ ایسے بھی تھے جو خدا کے منکر تھے۔ ان کا تذکرہ قرآن کی سورۂ جاثیہ میں ہوا ہے:

وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنهم اِلَّا يَظُنُّوْنَ[2]

'' اور یہ قیامت کے منکریوں کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہے ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم کو کوئی نہیں مارتا مگر زمانہ اور ان منکروں کے پاس اپنے اس کہنے پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ لوگ محض خیالی باتیں کیا کرتے ہیں۔''

اللہ رب العالمین نے اس دہریت کا جواب یہاں صرف یہ دیا ہے کہ ان حضرات کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ فقط گمان کی بنیاد پر اندازے لگا رہے ہیں۔ عصر حاضر کی دہریت کی حقیقت بھی یہی ہے، بلا ثبوت رائے کوئی بھی بنا سکتا ہے، جیسا کہ عہدِ نبوی صلی اللہ وآلہ وسلم کے دہریوں نے بنا رکھی تھی۔

الحاد کی تاریخ

الحادی فلسفہ کوئی نیا نہیں ہے، اس کی تاریخ بہت پرانی ہے، نمرود کا ابراہیم کے سامنے اَنَا اُحْيِي وَاُمِيْتُ [3] کا دعویٰ اور فرعون کا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى[4] کا نعرہ بھی دراصل نظریہ الحاد کی سوچ کو تقویت دیتا ہے۔ قرآن میں الحاد کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، کتاب التوحید، ج8 (لاہور، فرید بک سٹال، 2005ء)، 386

[2] القرآن 45:24

[3] القرآن 2:258

[4] القرآن 79:24

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا[1]

'' جو لوگ ہماری آیات کو الٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔''

پہلے زمانے میں مذہب کے مقابلے میں الحاد و دہریت کا پھیلاؤ اس لیے بھی کم رہا کہ انبیاء کرامؑ اللہ تعالی کے پیغام کی تبلیغ کیا کرتے تھے، جب کہ ملحد الحاد کے کبھی داعی نہیں رہے، اسی لیے ایک جانب توحید کے دعوے دار تھے اور دوسری جانب کسی نہ کسی صورت میں شرک پر عمل پیرا تھے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ بڑے مذاہب میں صرف بدھ مت ہی ایسا مذہب ہے جس میں کسی خدا کا تصور نہیں پایا جاتا۔ الحاد کو باقاعدہ نظریہ کے طور پر شناخت سترہویں صدی میں ملی، سترہویں صدی عیسوی سے قبل سائنس کی تحقیق کا مقصد تحقیقِ کائنات تھا لیکن سترہویں صدی عیسوی کے بعد سائنس کا مقصد تسخیر کائنات بن گیا، حقیقت اعلیٰ کی تلاش ختم ہو گئی کیونکہ نفس انسانی کو ہی اصل حقیقت قرار دیا گیا، لٰہذا فلسفہ جدید میں سب سے بڑی حقیقت یعنی اقتدارِ اعلیٰ (بھگوان، خدا، کرشن، دیوتا) کوئی نہیں بلکہ انسان ہی کو سمجھ لیا گیا۔ کانٹ کی دلیل یہ تھی "I think therefore I am" میں سوچ سکتا ہوں اس لیے میں ہوں۔ اس نے کہا کہ کائنات میں صرف میرا وجود یقینی ہے اس کے علاوہ جو میں دیکھ رہا ہوں، ہو سکتا ہے وہ خواب ہو مگر یہ طے ہے کہ میں خود تو موجود ہوں جو یہ خواب دیکھ رہا ہے۔[2]

اٹھارویں صدی میں الحادی نظریے کو اُس وقت عروج ملنا شروع ہوا جب یورپ میں مذہب کی مخالفت میں اضافہ ہوا اور سیاسی طور پر بھی مذہب مخالف سوچ نے زور پکڑا، لیکن انیسویں صدی میں جب چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو قبولِ عام حاصل ہوا تو گویا الحاد نے ایک مذہب کی صورت اختیار کر لی، جس کا راہنما ڈارون تھا اور اس کا نظریہ اس مذہب کی مقدس کتاب قرار پائی، بس پھر اس صدی میں الحاد کی ترویج شروع ہوئی اور اس کے عالمگیری اثرات سے بشمول اسلامی معاشروں کے پوری دنیا متاثر ہوئی۔ ڈارون کے نظریہ ارتقاء میں الحاد کے نظریاتی اور فلسفیانہ پہلو اہم تھے جس نے خصوصاً الہامی ادیان کے وہ عقائد جن پر ان ادیان کی اساس تھی یعنی وجود باری تعالی، رسالت اور تصور آخرت پر حملہ کیا۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ فکری میدان میں الحاد کو اسلام کے مقابلے میں متوقع کامیابی حاصل نہ ہو سکی البتہ عیسائیت کے مقابلے میں اسے جزوی فتح حاصل ہوئی۔ انیسویں صدی میں الحاد مزید پھیلا۔ بڑے بڑے ملحد مفکرین جیسے مارکس، انیجلز، نٹشے، ڈرخم اور فرائڈ نے سائنس اور فلسفے کی مختلف شاخوں کے علم کو الحادی بنیادوں پر منظم کیا۔ ان میں سے مارکس اور انیجلز ماہر معاشیات (Economists)، نٹشے ماہر فلسفہ (Philosopher)، ڈرخم ماہر عمرانیات (Sociologist) اور فرائڈ ماہر نفسیات (Psychologist) تھے۔

ہارون یحییٰ الحاد کی ترویج کے حوالے سے ڈارون کا کردار بیان کرتے ہیں:

The greatest support for atheism came from Charles Darwin who rejected the idea of creation and proposed the theory of evolution to counter it. Darwinism gave a supposedly scientific answer to the question that had baffled atheists for centuries: "How did human beings and living things come to be? This theory convinced a great many people of its claim that there

---

[1] القرآن 41:40

[2] محمد احمد، تعارف تہذیب مغرب اور فلسفہ جدید (فیصل آباد: العارفی پبلشرز، 2014ء)، 2۔

was a mechanism in nature that animated lifeless matter and produced millions of different living species from it .[1]

"الحاد کو سب سے زیادہ مدد ماہر حیاتیات (Biologist) چارلس ڈارون سے ملی جس نے تخلیق کائنات کے نظریے کو رد کرکے اس کے برعکس ارتقا(Evolution) کا نظریہ پیش کیا۔ ڈارون نے اس سائنسی سوال کا جواب دے دیا تھا جس نے صدیوں سے ملحدین کو پریشان کرر کھا تھا۔ وہ سوال یہ تھا کہ "انسان اور جان دار اشیا کس طرح وجود میں آتی ہیں؟" اس نظریے کے نتیجے میں بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہو گئے کہ فطرت میں ایسا آٹو میٹک نظام موجود ہے جس کے نتیجے میں بے جان مادہ حرکت پذیر ہو کر اربوں کی تعداد میں موجود جان دار اشیا کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بے جان مادہ کو حرکت دینے والی ایک ذات موجود ہے اور وہی ذات خالقِ کائنات ہے، پہلی جاندار اشیاء اور پہلے انسان کو بھی اسی نے پیدا کیا۔

خدا کے تصور کے منکر سائنسدانوں میں ایک بڑا نام اسٹیفن ہاکنگ کا ہے، 1942ء میں انگلینڈ میں پیدا ہونے والے اسٹیفن کو سائنس کی دنیا میں انفرادیت حاصل تھی اور اس انفرادیت کی وجہ اس کی فالج کی بیماری تھی جس کے سبب اس کا جسم اور قوت گویائی بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی آنکھوں اور پلکوں کی مدد سے کمپیوٹر کو استعمال کرتے ہوئے سائنسی تصورات پیش کرتا رہا۔ پروفیسر محمد رفعت، اسٹیفن ہاکنگ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں: "تخلیق کائنات کے تصور کے بعد اسٹیفن ہاکنگ خدا کے بارے میں گفتگو کرتا ہے کہ ہمیں خدا کے تصور کی ضرورت اس وقت تھی جب سائنس نے ترقی نہیں کی تھی اور ہم کائنات کی توجیہ کے لیے خدا کے تصور کا سہارا لیتے تھے، اب ہم سائنس کے نظریات و حقائق کو جانتے ہیں اس لیے ہمیں خدا کے تصور کی ضرورت نہیں ہے۔"[2]

یہ خدا کو محض سائنس تک ہی محدود کرتا ہے کہ اب چونکہ سائنس کے میدان میں خدا کی ضرورت نہیں لہٰذا خدا کے تصور کی ضرورت نہیں ہے، جبکہ خود اس کی غیر معمولی بیماری میں اس کا غیر معمولی کام خود اس بات کی شہادت کے لیے کافی تھا کہ پہلے صحت بھی خدا کی دی ہوئی تو اور خدا نے جب چاہا لے لی اور پھر اس مرض میں یہ صلاحیت بھی خدا کی دی ہوئی تھی۔

نظریہ ارتقا کو تقویت ملنے کے بعد کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے گسٹیو ای وون لکھتے ہیں:

Thus, the government of Allah and the government of the sultan grew apart. Social and political life was lived on two planes, on one of which happenings would be spiritually valid but actually unreal, while on the other no validity could ever be aspired to. The law of God failed because it neglected the factor of change to which Allah had subjected his creatures .[3]

نتیجتاً اللہ کی حکومت اور سلطان کی حکومت الگ الگ پروان چڑھنے لگیں، سیاسی اور سماجی زندگیاں دو سطحوں پر بسر کی جانے لگیں، اللہ کا قانون جو اس نے اپنے بندوں کے لیے وضع کیا تھا، ناکام ہو گیا کیونکہ اس نے تبدیلی کے عنصر کو نظرانداز کر دیا تھا یہ ناکامی آج تک چلی آرہی ہے۔ لہذا یہ کہا

---

[1] Harun Yahya, The Fall of Atheism (Istanbul: Good Word Books, 2003), 26

[2] محمد رفعت، "اسٹیفن ہاکنگ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ"، تحقیقاتِ اسلامی، علی گڑھ، 37:4(2018)، 32

[3] Gustave E. Von Grunebaum, Medieval Islam: A Study in Cultural Orientation (New York: Chicago University Press, 1946), 143

جا سکتا ہے کہ تاریخ میں الحادی نظریہ کو تقویت دراصل نظریہ ارتقا کی وجہ سے ملی ہے۔ سید جلال الدین عمری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقالے میں لکھتے ہیں کہ زمانہ جدید نے کائنات کی جو توجیہ کی وہ خدا کے تصور سے خالی ہے، اس نے کہا اس کائنات کا کوئی خالق ہے نہ مالک، یہ محض مادہ کا ظہور ہے، مادہ ہی اس کا خالق ہے، مادہ ہی نے اتفاق سے ایک نامعلوم عرصے میں مختلف سیاروں اور ستاروں کی شکل اختیار کر لی، اسی میں یہ ہمارا نظامِ شمسی بھی داخل ہے، یہاں پائی جانے والی ساری جاندار اور بے جان چیزیں اور خود انسان کا وجود بھی اسی اتفاق کا کرشمہ ہے، اس زمین و آسمان میں نہ کہیں خدا کا وجود ہے اور نہ اسے ماننے کی فی الواقع کوئی ضرورت ہے، کائنات کی یہ توجیہ آج کے دور کی علمی و سائنٹیفک توجیہ مان لی گئی۔[1]

یہی وہ مادہ پرستانہ سوچ ہے جو کہ عقل سے ہی متصادم ہے اور اس حوالے سے روزمرہ کے معاملات ہی یہ سمجھانے کے لیے کافی ہیں کہ ایک چھوٹی سی گھڑی کی سوئی بغیر کسی سیل کے آگے نہیں بڑھ سکتی تو اتنی بڑی کائنات کو چلانے کے لیے ایک مادہ کو خدا کے برابر لانے کا تصور کیسے کر لیا گیا ہے۔

عصر حاضر میں الحاد کی مختلف صورتیں

مری تھومس اپنی کتاب سیکولر بلیف سسٹم کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"Five well-known nonreligious philosophical positions are naturalism, materialism, humanism (sometimes referred to as secular humanism), agnosticism, and atheism "[2]

عصر حاضر میں یہ الحاد کی پانچ مشہور صورتیں ہیں جو کہ مختلف ناموں کے ساتھ اپنے نظریے کا پرچار کر رہی ہیں ان میں نیچر لزم (Naturalism) جسے عقل پرستی کا نام دیا گیا ہے، میٹیلرزم (Materialism) جسے مادہ پرستی کہا جاتا ہے اور ہیومنزم (Humanism) جسے بظاہر انسانیت کا درس دینے والا نظریہ گردانا جاتا ہے جبکہ اسلام ان سارے نظریات کو اپنے اندر سموتے ہوئے انسان کو اپنے خالق کو پہچاننے کا حل پیش کرتا ہے۔ حافظ محمد عبدالقیوم نے بھی اپنے مضمون میں اس کی تائید کی ہے۔

عصر حاضر میں لفظ سیکولرزم اپنے دامن میں ایک نیا پہلو لیے ہوئے ہے، لیکن ان سب معانی و مفاہیم کے باوجود سیکولرزم کسی فلسفے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ دراصل دہریت (Atheism) کو قبول کرنے کا نسبتاً ایک نرم (Soft) لفظ ہے، وگرنہ عہد روشن خیالی کے مغربی مفکرین نے تو دہریت کو فروغ دیا تھا، مگر معاشرہ میں عدم قبولیت کی وجہ سے متبادل لفظ سیکولرزم تلاش کیا گیا۔[3]

اس عبارت سے یہ وضاحت ہوتی ہے کہ بنیادی طور پر یہ نظریہ الحادی فکر پر مبنی تھا، عصر حاضر میں اس کی جدید صورت سیکولرزم کی شکل میں سامنے آئی ہے لہٰذا الحاد کا اگر مقابلہ کرنا ہے تو پہلے بیشتر اسلامی معاشروں میں قابل قبول نظریہ سیکولرزم کو شکست دینی ہوگی ورنہ براہ راست الحاد کو ختم کرنا آسان نہیں ہوگا۔ زمانہ قدیم میں الحاد بالکل واضح اور اپنی اصل شکل میں تھا جس نے صراحتاً خدا کے وجود کا انکار کیا تھا، اور خدا کی عدم موجودگی کے نظریہ کو باطنی لباس میں چھپانے کے بجائے ظاہری طور پر پیش کیا تھا، لیکن آج الحاد مختلف صورتوں میں اپنے نظریات کی ترویج کر رہا ہے جس میں

---

[1] سید جلال الدین عمری، " انکارِ خدا کے نتائج"، تحقیقاتِ اسلامی، علی گڑھ، 2:3(1984ء)،5

[2] Murray Thomas, God in the Classroom: Religion and America's Public Schools (Landon: Praeger .Westport, 2007), 10

[3] محمد عبدالقیوم، " سیکولرزم ومابعد سیکولرزم"، الاضواء، لاہور، 44:30(2015ء)،296.

سیکولرزم پیش پیش ہے، مندرجہ بالا حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں الحاد جدید کی نوعیت قدیم دور کے الحاد سے یکسر مختلف ہے اور بہت پیچیدہ ہے جس کا مقابلہ کرنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور دکھائی دیتا ہے۔

نظریہ الحاد کو پھیلانے کے ذرائع

عصر حاضر میں الحادی سرگرمیاں سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کی صورت میں سامنے آتی ہیں، پرنٹ میڈیا عمومی طور پر محض اپنے نظریات کو فروغ دیتا ہے جبکہ سوشل میڈیا استہزاء اسلام کے حوالے سے نسبتاً آسان ذریعہ ہے، اسی لیے سوشل میڈیا استعمال کرنے والے ملحدین صرف آزادی اظہار رائے کے نام پر خدا، رسول، صحابہ اور اسلامی تعلیمات کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں۔

i. پرنٹ میڈیا

پرنٹ میڈیا کے ضمن میں مختلف کتب، تحقیقی مقالے، مضامین لکھے جاتے ہیں جو مدلل انداز میں الحادی فکر کو اجاگر کرتے ہیں۔ انگریزی لٹریچر میں الحاد کا پرچار کرنے میں ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز اپنا ایک مقام رکھتا ہے وہ اپنی کتاب میں الحادی نظریہ کو اس انداز میں بیان کرتا ہے۔

An atheist in this sense of philosophical naturalist is somebody who believes there is nothing beyond the natural, physical world, no supernatural creative intelligence lurking behind the observable universe, no soul that outlasts the body and no miracles - except in the sense of natural phenomena that we don't yet understand .[1]

"طبعی فلسفے کے مطابق ایک دہریہ اس پر یقین رکھتا ہے کہ کوئی طبعی دنیا، کوئی غیر مرئی تخلیقی ذہانتمشاہداتی کائنات میں موجود نہیں ہے، کوئی روح جسم میں موجود نہیں ہے اور نہ ہی کوئی معجزہ ہے سوائے اس طبعی مظہر کے جس کو ہم ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔"

یہ عبارت دراصل اس سوچ کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ یقین صرف اس چیز کا کرنا چاہیے جس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہو، لہٰذا خدا کی موجودگی کو بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا جبکہ خود سائنسدان کتنی ہی ایسی اشیاء پر یقین رکھتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتیں۔ ٹھنڈک، کششِ ثقل، توانائی اس کی مثالیں ہیں۔

ڈاکٹر رچرڈ ڈاکنز کے علاوہ اس میدان میں Sam Harris، Christopher Hitchens، Daniel Dennett بھی ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں، ان کے علاوہ متعدد مصنفین مختلف زبانوں میں اپنے قلم کے ذریعے الحادی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

ii. سوشل میڈیا

سوشل میڈیا عصر حاضر میں الحادی فکر کی یلغار کا ایک موثر اور نسبتاً آسان ذریعہ ہے، محمد فیصل شہزاد سوشل میڈیا کے حوالے سے اپنی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ:

ایک عرب اخبار کے مطابق ملحدین نے الحاد کی تبلیغ کے لیے دنیا کے مختلف زونز میں عموماً اور مسلم دنیا کے لیے خصوصی انٹرنیٹ گروپس تشکیل دیے ہیں۔ انٹرنیٹ پر اس قسم کی الحادی فکر رکھنے والے 39 گروپس ہیں، جن میں سے اکثر کا تعلق "فیس بک" سے ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق

[1] Richard Dawkins, The God Delusion (London: Bantam Press, 2006), 14

باقاعدہ طور پر پاکستانی نیٹ کی دنیا میں ملحدوں نے 2008ء کے اوائل میں اپنے قدم جمائے اور آہستہ آہستہ اپنا دائرہ عمل بڑھاتے چلے گئے۔ پہلے پہل انہوں نے بلاگ بنائے، جو انٹرنیٹ پر آزادی اظہار کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔[1]

انٹرنیٹ پر الحاد کی ترویج میں ایسے افراد بھی شامل ہیں جو مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے لیکن اب ملحد ہیں، ان کے مطابق ہمیں مسلم معاشرے میں الحاد کا اعلان کرتے ہوئے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اس وقت الحاد کے فروغ کے لیے جو فیس بک پیجز کام کر رہے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

We Fucking Love Atheism, Religion Poisons Everything, Hammer the Gods, The Thinking Atheist, United Atheists of America, Working class atheists, We Love Atheism, Pakistani Atheist & Freethinkers.[2]

اور وہ پیجز جو پاکستانی ملحدین چلا رہے تھے جن پر بعد ازاں حکومت پاکستان نے پابندی لگا دی ان میں بھینسا، موچی، روشنی نامی فیس بک پیج مشہور تھے۔ ان فورمز پر مذاہب کی توہین کی جاتی ہے، خدا کے انکار کے ساتھ ساتھ مذاق اُڑایا جاتا ہے، قرآن میں تشکیک کے نام پر کیڑے نکالے جاتے ہیں، نبی مہرباں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر الزام لگائے جاتے ہیں، اسلامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے استہزا میں اپنا کردار ادا کیا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو بزبان خود اگناسٹک کہنے والا مبشر علی زیدی استہزاء اسلام کرتے ہوئے فیس بک پر لکھتا ہے کہ ''دو ڈھائی ہزار سال پہلے آسمانی خدا نے جو کتابیں زمین پر بھیجیں، ان کی حفاظت نہ کر سکا اور چودہ سو سال پہلے جو کلام نازل کیا، اس کے تحفظ کا ذمہ لیا۔ صرف چھ سو سال میں خدا کتنا سمجھ دار ہو گیا! میں جل پریوں پر یقین نہیں رکھتا لیکن اگر کسی دن سمندر سے جل پری نکل آئی تو اپنا موقف تبدیل کر لوں گا، اس سے محبت کروں گا، اسے سینے سے لگاؤں گا۔ یہی وعدہ خدا کے لیے ہے۔''[3]

یہ ملحدین کی اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے جو کسی بھی چیز کے وجود پر یقین رکھنے کے لیے اسکو دیکھنے سے مشروط کرتے ہیں۔ اس فارمولے کے تحت ملحد کی کوئی عقل، جذبات، درد، علم وغیرہ کچھ بھی موجود نہیں ہیں کیونکہ یہ دکھائی نہیں دیتے۔ سید امجد حسین جو فیس بک پر الحاد کا چیمپئین تصور کیا جاتا ہے وہ فیس بک پر ''خدا سے گوگل تک'' کے عنوان سے لکھتا ہے ''آخر کار مجھے ایک ایسا خدا مل گیا ہے جسے میں خرافات، جھوٹے انبیاء، جنگوں اور قتل وغارت کے بغیر علمی طور پر ثابت کر سکتا ہوں۔ ایک ایسا خدا جس تک صرف عقل کے ذریعے ہی رسائی حاصل کی جا سکتی ہے، اس خدا کا منطق اور علم سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اس خدا کے وجود کے دلائل انسان کے تخلیق کردہ تمام خداؤں سے زیادہ ہیں جنہیں انسان اپنی جہالت کی وجہ سے پوجتا رہا، اس خدا کی طرف ہم روز رجوع کرتے ہیں اور اس سے عجیب وغریب چیزیں مانگتے ہیں، مگر اکثر لوگ اس خدا کی نعمتوں کے منکر ہیں، یہ

---

[1] محمد فیصل شہزاد، انٹرنیٹ کے ذریعے اسلامی دنیا میں الحاد کی یلغار؛ http://forum.mohaddis.com/threads/, accessed on June 12, 2019

[2] Fucking love athism; https://web.facebook.com/WeLoveAtheism/?_rdc=1&_rdr,j=June 13,2019

[3] Mubashir Ali Zaidi, "God," Facebook, July 15, 2019, https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=10155702244062172&id=652667171

رنگ برنگا خدا فوری جواب دیتا ہے اور کسی عربی اور عجمی یا کالے اور سفید میں کوئی فرق روا نہیں رکھتا۔ یہ خدا گوگل سبحانہ وتعالیٰ ہے۔۔۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ گوگل کے سوا کوئی خدا نہیں اور انٹرنیٹ اس کا بندہ اور رسول ہے۔"[1]

ساقی جان نامی ایک اور ملحد طنزیہ انداز اپناتے ہوئے استہزا کرتا ہے: "میں رات معراج پر گیا تھا، بس میں تھا اور میرا محبوب تھا، ہم بس پارک میں بیٹھے تھے، پیار کیا، پتہ نہیں کتنا ٹائم لگا، پر جب واپس آیا تو گاڑی بھی ٹھنڈی تھی اور اے سی بھی چل رہا تھا۔۔۔ سبحان اللہ"[2] اس ملحد نے واقعہ معراج کا طنزیہ انداز میں مذاق اڑایا ہے۔ اس طرح کے بیشمار پوسٹیں ہیں جو سوشل میڈیا کے ذریعے آئے دن گردش میں رہتی ہیں، شروع میں ایک عام انسان 'اس طرح کی پوسٹوں کو سنجیدگی سے نہیں لیتا لیکن جب مستقل ایسی عبارتیں نظر سے گزرتی ہیں تو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ ایمان متزلزل ہونے لگتا ہے۔ دوسری جانب اس الحادی فکر کا مقابلہ کرنے کے لیے جدید تعلیم یافتہ طبقے نے اب توجہ دی ہے۔ ایک گروپ "آپریشن ارتقاء فہم و دانش" کے نام سے متحرک ہے جس کے ایک لاکھ صارفین ہیں، اسی طرح ایک برقی صفحہ "الحاد جدید کا علمی محاکمہ" کے نام سے موجود ہے جو الحادی نظریات اور سوالات کا مدلل انداز میں جواب دیتا ہے۔

مسلم معاشروں پر الحاد کے اثرات

مسلم معاشروں پر الحاد کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس کو سید جلال الدین عمری اپنے مضمون "انکار خدا" کے نتائج میں لکھتے ہیں کہ " انکار خدا کا سب سے بڑا اثر یہ مرتب ہوا کہ انسان اپنے بارے میں ایک حیوان کی حیثیت سے سوچنے لگا۔ حیوان صرف طبعی تقاضے رکھتا ہے اور ہر ممکن طریقے سے ان کی تکمیل کی کوشش کرتا ہے اس کے سامنے صرف وقتی لذت ہوتی ہے اور فوری خطرات کے سوا کوئی دوسرا خطرہ اسے نہیں ہوتا، اس کے پیش نظر کچھ غیر مادی یا روحانی مقاصد نہیں ہوتے۔"[3]

مسلم معاشروں میں الحاد کے اثرات کا ہم خود مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ کس طرح ایک مسلمان کو بھی مختلف ذرائع سے "جیسے چاہو جیو" اور "کھالے، پی لے، جی لے "جیسے عنوانات کے ذریعے سے وقتی لذتوں کا خوگر بنا دیا گیا ہے۔ مسلم معاشروں میں الحاد کے اثرات کس طرح رونما ہو رہے ہیں، اس حوالے سے مصر اور عراق کی ایک رپورٹ بتاتی ہے:

Recently released court statistics of Egypt saying thousands of Egyptian women sought divorce in 2015 claiming their husbands were atheists In 2011, the now-defunct Kurdish news agency AK news published a survey finding that 67 percent of Iraqis believed in God

[1] S. Amjad Hussain, "Google," Facebook, July 19, 2019, https://www.facebook.com/photo.php?fbid=1298461983598029&set=pcb.1967954939888685&type=3&theater&ifg=1

[2] Saqi Jaan, "Meraaj," Facebook, June 12, 2019, https://www.facebook.com/photo.php?fbid=1320749104702650&set=pcb.2004732696210909&type=3&theater&ifg=

[3] سید جلال الدین عمری، انکار خدا کے نتائج، 7

and 21 percent said God probably existed, while 7 percent said they did not believe in God and 4 percent said God probably did not exist.[1]

مصر کی عدالت کے اعداد و شمار کے حوالے سے حالیہ جاری ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق 2015ء میں ہزاروں مصری خواتین نے اپنے شوہر کے ملحد ہو جانے کی وجہ سے طلاق کا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ 2011ء میں کردش نیوز ایجنسی اے کے نیوز کی سروے رپورٹ کے مطابق 67 فیصد عراقی خدا پر یقین رکھتے ہیں، 21 فیصد کے نزدیک خدا کی موجودگی کا امکان ہے، 7 فیصد خدا پر یقین نہیں رکھتے اور 4 فیصد کے مطابق خدا موجود ہی نہیں ہے۔

عصر حاضر میں الحاد

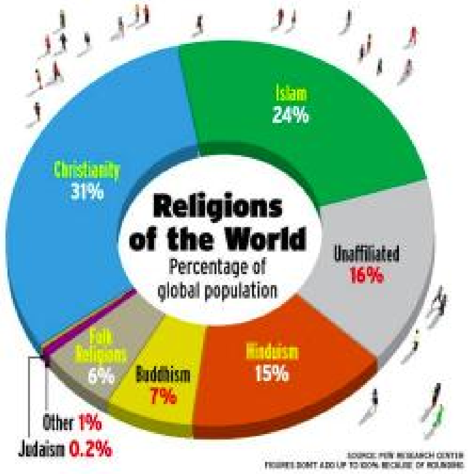

عصر رواں میں آزادی کے غیر محدود تصور کی وجہ سے پیدا ہونے والی آزاد سوچ، تشکیک پسندی اور مذہب پر پچھلی صدیوں میں بڑھتی ہوئی تنقید کی وجہ سے ملحدین میں اضافہ ہوا ہے۔ الحاد کے حق میں استدلال، سائنس اور فلسفہ سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ خدا کے وجود کے بارے میں ہمارے پاس کوئی شاہد (empirical evidence) موجود نہیں ہے، مسئلۂ شر (problem of evil)، اہل مذاہب میں خدا کا مختلف تصور وغیرہ۔ آج الحاد کے دنیا بھر میں پھیلاؤ کا یہ حال ہے کہ 11 دسمبر 2012ء کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں الحاد کے اثرات ہر شعبے فلسفے، سیاست، معیشت، معاشرت اور اخلاق میں تیزی سے نمایاں ہو رہے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق دنیا میں مسیحیوں اور مسلمانوں کے بعد تیسرا بڑا گروہ ملحدین افراد پر مشتمل ہے جبکہ ہندو چوتھے نمبر پر ہیں۔ اس رپورٹ میں تعداد کے اعتبار سے 2 ارب 20 کروڑ کے ساتھ مسیحیت سب سے بڑا مذہب ہے۔ مسلمانوں کی آبادی ایک ارب 60 کروڑ ہے، ملحدین کی تعداد ایک ارب 10 کروڑ ہے، جن میں سے 70 کروڑ صرف چین میں رہتے ہیں 'جو چین کی آبادی کا 52.2 فیصد ہیں جبکہ دوسرے نمبر پر جاپان ہے جہاں مذہب بیزار افراد کی تعداد 7 کروڑ 20 لاکھ ہے۔ امریکہ میں ان افراد کی تعداد 5 کروڑ 10 لاکھ بنتی ہے۔ اس تحقیق کا عنوان ''گلوبل ریلیجیس لینڈاسکیپ'' (Global Religious Landscape) ہے، جس کے نتائج واشنگٹن میں قائم ایک فورم آف ریلیجن اینڈ پبلک لائف نے جاری کیے۔[2]

[1] Gilgamesh Nabeel, Report, The Washington Times, Tuesday, August 1, 2017, https://www.washingtontimes.com/news/2017/aug/1/atheists-in-muslim-world-growing-silent-minority/, accessed on June 11, 2019.

[2] The Global Religious Landscape: A Report on the Size and Distribution of the World's Major Religious Groups, Global Religious Futures Project, (Washington, D.C.: Pew Research Center, December 11, 2012) 9=

پاکستان کے تعلیمی اداروں میں الحاد کے اثرات

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں الحادی سوچ اور فکر کے حامل اساتذہ کا اسکے فروغ میں اہم کردار ہے، اساتذہ چاہے دائیں بازو کی سوچ کے ہوں یا بائیں بازو کی ان کے نظریات طلبہ پر بہت تیزی اور آسانی سے اثر انداز ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالہادی الاعظمی صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''اب الحاد ادب کے راستہ سے آرہا ہے، چنانچہ یہ ہمارا مطالعہ ہے کہ اکثر جامعات کے شعبۂ ادب، وہ انگریزی ہو یا اردو، یہ خاص طور پر عقائد میں تزلزل پیدا کرنے اور الحاد و تجدد اور آزاد خیالی کا مرکز رہے ہیں، اور اب بھی بہت سی یونیورسٹیوں میں یہی حال ہے کہ انگلش ڈپارٹمنٹ اور خاص طور پر اس میں پڑھنے والے جو طلبہ ہیں وہ زیادہ آزاد خیال ہوتے ہیں، اور ان کے اندر بغاوت پیدا ہوتی ہے قدیم اقدار اور دینی اقدار سے۔''[1]

الحادی فکر پڑھے لکھے طبقے کو زیادہ متاثر کرتی ہے اسی لیے اس کا زیادہ اثر جامعات میں نظر آتا ہے، سرکاری اور غیر سرکاری جامعات دونوں میں الحادی فکر تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے۔

نظریہ الحاد سے مقابلے کی اہمیت

آج مسلم معاشروں کو نظریہ الحاد کا فکری چیلنج درپیش ہے، اس چیلنج کی حقیقت کو سمجھنا، اس فکر کا مطالعہ کرنا، اس کے حاملین کے دلائل کو سن کر ان کا مدلل جواب دینا اور اس چیلنج کو چیلنج کے طور پر سمجھ کر اس کے مقابلے کی تیاری کرنا یہ مسلم معاشروں کے لیے ضروری ہے۔ ہارون یحیٰ الحاد کے چیلنج کے مقابلے کی تدبیر بیان کرتے ہیں۔

They must know that the basic conflict of ideas in the world is between atheism and faith. It is not a struggle between East and West; in both East and West there are those who believe in God and those who do not. For this reason, faithful Christians, as well as faithful Jews are allies of Muslims. The main divergence is not between Muslims and the "People of the Book" (Jews and Christians), but between Muslims and the People of the Book on the one hand, and atheists and pagans on the other. [2]

مسلمانوں کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اس وقت دنیا میں بنیادی تنازعہ خدا کو ماننے والوں اور ملحدین کے درمیان ہے، یہ جنگ مشرق و مغرب کی نہیں ہے بلکہ یہاں رہنے والے خدا پرست اور ملحدین کے درمیان ہے، اسی لیے خدا پر ایمان لانے والے عیسائی ہوں یا یہودی یہ دونوں مسلمانوں کے ساتھی ہیں۔ اصل مسئلہ مسلمان اور اہلِ کتاب کے درمیان نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک طرف ہیں اور دوسری طرف ملحدین کا گروہ ہے۔

صورتِ مسئلہ جاننے کے بعد الحاد سے مقابلے کے لیے اہل کتاب سے تعلقات بہتر بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اہلِ کتاب کم از کم خدا کی موجودگی کو تسلیم کرتے ہیں۔

---

[1] عبدالہادی الاعظمی، طالبان علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، 2:19

[2] Yahya, The Fall of Atheism, 12

اسلامی تناظر میں الحاد کے سدِ باب کے لیے تجاویز

پہلے الحاد کو ماننے والوں کو سوفسطائیت کا طعنہ دے کر رد کر دیا جاتا تھا، اب ایسا کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے کہ الحاد کو اب سائنس اور ٹیکنالوجی کا سہارا حاصل ہے۔ سائنس نے زندگی کے ہر ہر میدان میں کامیابی حاصل کی ہے، جس کی وجہ سے ایک طرف لوگوں کا سائنس اور سائنس دانوں پر اس قدر اعتماد پیدا ہو چکا ہے کہ عصر حاضر میں یہ علم کا سب سے معتمد شعبہ بن چکا ہے۔ دوسری جانب سائنس دانوں کی طرف سے اہل مذہب اور مذہبی کتابوں میں مسلسل غلطیاں ثابت کرنے کی وجہ سے مذہب پر سے لوگوں کا اعتماد ختم ہو رہا ہے۔ لہٰذا الحاد ایک مضبوط ترین نظریے کے طور پر سامنے آرہا ہے۔ اس کو محض برا کہنے سے مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ اب علمی میدان میں اتر کر اس کا مقابلہ کیا جائے اور عقل و برہان کے ذریعے سے الحاد کو رد کرتے ہوئے مذہب کی افادیت کو ثابت کیا جائے۔

حافظ محمد شارق الحاد کے سد باب کے لیے تجاویز لکھتے ہیں کہ:

۱۔ مذہبی راہنماؤں کے منفی کردار یا مذہب کی غیر عقلی اور شدت پسندانہ تعبیر کی بنیاد پر الحاد کی راہیں اختیار کرنے والوں کو مذہب کی جانب مائل کرنے کے لیے سب سے اولین ضرورت تو یہ ہے کہ ان کے سامنے مذہب کی درست تفہیم و تشریح پیش کی جائے اسی کے ساتھ انہیں اس جانب متوجہ کیا جائے کہ چند برے لوگوں کے اعمال اور ان کی بد اخلاقی کسی مذہب یا پوری مذہبی فکر کی نمائندگی نہیں کرتی۔

۲۔ مغربی تہذیب سے مرعوبیت کی وجہ سے الحاد کو قبول کرنے والے ملحدین کو یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ مغرب میں اہل مذہب کی ناکامیوں کی وجوہات کا مطالعہ کریں مزید یہ کہ مذہب مغرب ممالک میں حکومت و سرکاری معاملات سے نکل جانے کے باوجود بھی بڑے بڑے سائنسدانوں اور مفکرین کی ذاتی زندگیوں میں پوری آب و تاب کے ساتھ موجود رہا ہے۔[1]

نتائج البحث

عصر حاضر میں مسلم معاشروں میں نظریہ الحاد کا فکری چیلنج کہیں ظاہری طور پر اور کہیں باطنی طور پر موجود ہے، اگرچہ الحاد کی مختلف اقسام ہیں لیکن اصل میں مقصد ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ خدا اور مذہبی تعلیمات کا انسان کی زندگی میں کوئی دخل نہ ہو لہٰذا اس کی موجودہ اور نرم صورت سیکولرزم ہے جو ہر ایک کے لیے قابل قبول ہے، یہ نظریہ اس وقت دنیا میں مذاہب کی دوڑ میں تیسرے نمبر پر موجود ہے اور اب اسلامی معاشرے بھی تیزی سے متاثر ہو رہے ہیں۔ پہلے پرنٹ میڈیا نے اس میدان میں اپنی کاوشیں دکھائی ہیں اور اب سوشل میڈیا پر تیزی کے ساتھ یہ نظریہ اپنا کردار ادا کر رہا ہے اس لیے نہ صرف اپنے عقائد کو بچانے کے لیے بلکہ اپنی نئی نسل تک دین کا درست فہم پہنچانے اور ان کی صحیح خطوط پر تربیت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لیا جائے اور ہر میدان کو استعمال کرتے ہوئے مدلل انداز میں اس کا مقابلہ کیا جائے۔

---

[1] شارق، الحاد اور جدید ذہن کے سوالات، 1

تجاویز و سفارشات

نظریہ الحاد مسلم معاشروں میں چیلنج کی صورت میں موجود ہے اس لیے اس چیلنج کو چیلنج سمجھتے ہوئے اسی کی زبان میں جواب دینے کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر میں جو ذرائع الحاد کے پیروکار استعمال کر رہے ہیں انہیں وہی ذرائع استعمال کرتے ہوئے جواب دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں تجاویز درج ذیل ہیں۔

اہل علم حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ نظریہ الحاد کا کھلے دل سے مطالعہ کریں اور پھر اسلامی تعلیمات کے تناظر میں اس کا مدلل جواب دیا جائے۔ اپنے کلاس لیکچرز میں یا دروس میں خدا کی موجودگی اور توحید کا پیغام دیں اور ہر موضوع کو توحید سے جوڑا جائے۔ نظریہ ارتقا کا درست تجزیہ کر کے اس کے جوابات کے ساتھ عوام الناس کو آگاہ کیا جائے۔ رد عمل (Reactive) سوچ کے بجائے عمل (Proactive) کی سوچ کو تقویت دی جائے۔

اخبارات، رسائل، جرائد وغیرہ میں بھی تحقیقی انداز میں الحادی نظریات کی تردید ضروری ہے، خاص طور پر صائب الفکر اور سائنسی نظریات سے واقفیت رکھنے والے اہل علم اس موضوع پر اپنے قلم اٹھائیں۔ الحادی فکر کو فروغ دینے والے پیجز کے مقابلے کے لیے توحید کے علمبرداروں کے پیجز بنائے جائیں جس میں نہ صرف اپنا پیغام پہنچایا جائے بلکہ اس کے ذریعے سے الحاد کے پیجز کے جوابات بھی دیے جائیں۔ سوشل میڈیا پر ایسی ویڈیوز بنائی جائیں جس میں مدلل انداز میں توحید کا ثبوت ہو۔

حکومتِ وقت کو چاہیے کہ درسی کتب کی نصاب سازی کے وقت ماہرینِ تعلیم سے نا صرف ماہرانہ رائے لے بلکہ نظریہ ارتقا کو پڑھاتے ہوئے اس پر ناقدانہ مضامین کو نصاب کا حصہ بنائے۔ اساتذہ کی تربیتی ورکشاپ کے دوران بھی الحادی نظریات کے خلاف ان کی ذہن سازی کی جائے۔

اقوام متحدہ کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ "انسانی حقوق کے عالم گیر اعلامیہ" (UDHR) سے ایسی دفعات کو ختم کرے جو الحاد کے فروغ میں معاون ہوں یا کم از کم اس میں ایسی تبدیلی کرے جو مذہبی عقائد کا احترام رکھے مثلاً مذہبی اظہار رائے کی آزادی کی واضح حدود و قیود متعین کی جائیں۔

☆☆☆

آرتھوڈوکس چرچ

(دعا مقصود، بی-ایس سمیسٹر ششم، مارننگ)

آرتھوڈوکس کا معنی و مفہوم

آرتھوڈوکس یونانی زبان کا لفظ ہے جو دو لفظوں کا مرکب ہے۔ پہلا "Ortho" بمعنی "حق" اور دوسرا "Doxal" معنی "مسلک"، یعنی "مسلک حق"۔ لفظ آرتھوڈوکس کے معنی مناسب رائے اور عقائد کے ہیں۔ آرتھوڈوکس چرچ کے معاملے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ سات قدیم کونسلوں کے احکامات پر عمل پیرا ہے۔

آرتھوڈوکس کا تعارف

مشرقی کلیسا کے مختلف سرکاری اور غیر سرکاری دستاویزات میں مختلف نام بیان کئے جاتے ہیں۔

- The Orthodox Catholic of Apostolic Church of the East
- The Eastern Church
- Orthodox Church

لیکن حالیہ زمانے میں مشرق کے ماہرین دینیات اسے Orthodoxy اور Orthodox Church کہتے ہیں۔ آرتھوڈوکس سے ان کے نزدیک مراد صحیح اعتقاد سے زیادہ صحیح عبادت، صحیح اقرار گناہ اور اس قیادت کا غیر متنازعہ تسلسل نیز مذہبی رسومات کا اشتراک ہے جو قدیم کلیسا کی پیداوار ہے اور جواب تک جاری ہے۔ مشرق کا لفظ کلیسا کے کسی مقامی یا جغرافیائی حد کو ظاہر نہیں کرتا۔ یہ صرف دوسرے روم (یعنی قسطنطنیہ) کی شاندار یاد کو ظاہر کرتا ہے جو مشرقی عیسائیوں کے ذہن میں سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کا جانشین تھا اور جو تقلید پسندی اور قدامت پرستی کی روایات کا گہوارہ تھا۔ 381ء کے بعد قسطنطنیہ کے بشپ کو ایسا اعزاز عطا کیا گیا جو صرف روم کے بشپ سے کم تر تھا اور مشرقی کلیسا نے رومی بشپ کی اس برتری سے کبھی اختلاف نہیں کیا لیکن مغربی چرچ کا پیشوا اپنے مراعات اور اعزازات سے اس بناء پر محروم کر دیا گیا کہ اس نے پرانی روایت کے خلاف ورزی کی اور وہ عقیدے اور اقتدار کے دائرے میں برتری کا دعوی کرنے لگا۔ جو مشرقی عیسائیوں کی رائے میں قدیم کلیسا کی روح اور آزادی کے خلاف تھا۔ قسطنطنیہ کے بشپ کی برتری خالص تاریخی اور مثالی ہے جس کا کوئی تعلق اختیارات ساعت کے مضمرات سے نہیں ہے۔

1453ء میں قسطنطنیہ کے سقوط کے بعد روسی آرتھوڈوکس کلیسا کو مشرقی عیسائیت کے رقبے میں اپنی حقیقی قیادت کا احساس روز افزوں ہونے لگا۔ اس کے فکری نمائندوں نے تاریخ کا ایک ایسا فلسفہ گھڑا جس میں ماسکو کو تیسرا روم ظاہر کیا گیا تھا جو روم اور قسطنطنیہ دونوں کا وارث تھا چنانچہ کہا گیا کہ دو روم مفتوح اور ختم ہو گئے یعنی مغربی اور مشرقی، تقدیر نے ماسکو کیلئے تیسرے روم کا مقام متعین کر دیا ہے۔ اب چوتھا روم کبھی نہ ہو گا۔ یہ

اعلان ایک روسی راہب فلوتھیوس (Philotheus) نے قسطنطنیہ کے سقوط کے فوراً بعد کیا تھا۔مشرقی اور مغربی کلیسا کی مکمل علیحدگی (1054ء) میں ہوئی۔قسطنطنیہ کے بطریق میکائل سرولوریوس نے اپنے شہر میں نیز بالواسطہ طور پر بلغاریہ میں لاطینی کلیسا کو بند کر دیا۔[1]

آرتھوڈوکس اور رومن کیتھولک میں اختلاف

سرکاری طور پر مغربی اور مشرقی کلیسا کے جن نقاط پر بحث کی جاتی ہے وہ جزوی نوعیت کے ہیں۔۔۔اس اختلاف کے پیچھے جو بنیادی اسباب ہیں وہ ناقابل امتیاز اور بسا اوقات ناقابل فہم ہیں۔لیکن اس کے باوجود یہ ایسی بنیاد بن گئے ہیں جن پر مشرقی کلیسا نے عیسائیت کی ایک جداگانہ تاریخی صورت اختیار کرلی ہے۔

اس بناء پر مشرقی کلیسا کے عقیدہ کے مطابق ان دونوں میں حسب ذیل اختلافات پائے جاتے ہیں:

i. کلیسا صرف ایک ہے کیونکہ حضرت یسوع مسیح کی ذات صرف ایک ہو سکتی ہے۔

ii. صرف کلیسا ہی صداقت کی قطعی صورت اور معیار ہے۔

iii. سچی بات یہ ہے کہ غلطی سے مبرّا کوئی خاص عہدہ یا طریقہ نہیں۔[2]

کیتھولک کلیسا سے علیحدگی کی وجہ

''رومن کیتھولک چرچ'' مغربی کلیسا کہلاتا ہے۔اس کی بنیاد پطرس نے رکھی اور بطور نگران اسے بہت ترقی دی۔445ء میں یہ قانون بن گیا کہ جو بھی روم کا بشپ ہوگا وہی مغربی کلیسا کا سربراہ بھی ہوگا اور پوپ کہلائے گا۔ قانون کے مطابق پوپ کا انتخاب عمر بھر کیلئے ہوتا ہے،اسے عقائد میں تبدیلی کے اختیارات بھی حاصل ہیں اور اُس کے فیصلوں کو غلطی سے مبرّا سمجھا جاتا ہے۔ پوپ کا مرکز ویٹیکن سٹی ہے۔مغربی کلیسا کا ایک عقیدہ ''رسولوں کا عقیدہ'' کے نام سے مشہور ہے جس میں تثلیث، حلول و تجسّم، مصلوبیت، حیات ثانیہ، کفارہ اور نجات وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس عقیدے میں اکثر ترامیم ہوتی رہیں اور اسی کی وجہ سے عیسائیت مزید فرقوں میں تقسیم ہوتی گئی۔گیارہویں صدی میں بعض عقائد کی تبدیلی قبول نہ کرنے کی وجہ سے مشرقی کلیسا وجود میں آیا جو مغربی کلیسا سے بالکل علیحدہ ہے اور خود کو عیسائیت کا حقیقی وارث سمجھتا ہے۔یہ کیتھولک پاپ اور اس کے نافذ کردہ قانون کو نہیں مانتے۔

آرتھوڈوکس کا اہم عقیدہ

اصل میں یہ فرقہ کیتھولک گرجا کے تابع تھا، پھر عالم قسطنطنیہ میخائیل کارولاریوس کے عہد 1054ء میں اس سے جدا ہو گیا۔اس چرچ کی اہم بات یہ ہے کہ اس کے ماننے والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ روح القدس صرف اللہ باپ سے پیدا ہوئے اور اللہ بیٹے سے پیدا نہیں ہوئے۔اسی طرح ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ معبود باپ معبود بیٹے سے افضل ہے۔آرتھوڈیکس گرجوں کا کوئی بڑا رئیس نہیں ہوتا بلکہ ہر گرجا دوسرے سے علیحدہ شمار کیا جاتا

[1] احمد عبداللہ، مذاہب عالم، مکی دارالکتب، لاہور، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۷

[2] احمد عبداللہ، مذاہب عالم، مکی دارالکتب، لاہور، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۸

ہے اگرچہ عقیدہ میں سب متفق ہیں۔[1]

مشرقی تقلید پسندی کے عقائد و نظریات

اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ تو ایسے اختلاف تھے جو عیسائیوں کے دونوں فرقوں میں پائے جاتے ہیں۔ اب ہم ذیل میں ان عقائد کا ذکر کریں گے جو مشرقی تقلید پسندی میں ایجابی طور پر پائے جاتے ہیں:

(۱) مشرقی کلیسا کی ذہنی، عبادتی اور عملی زندگی کا مغز حضرت یسوع مسیح کا بشکل انسان دوبارہ پیدا ہونا ہے۔

(۲) مشرقی کلیسا یسوع مسیح کی انسانی اور الٰہی نوعیت کا اقرار کرتا ہے لیکن حضرت عیسٰیؑ کی خدا بصیرت انسان کی حیثیت سے مکمل وجودی اتحاد کی حیثیت سے تعبیر کرتا ہے۔

(۳) خدا بصورت انسان کا وجود دوبارہ زندگی اور اس کا پُر اسرار اور روایاتی وجود ہی دراصل عشائے ربانی کی عام عبادت کے اصلی معنی ہیں۔[2]

افسوس کی بات یہی ہے کہ ایمان کے وسیلہ سے راستباز ٹھہرائے جانے کا عقیدہ آرتھوڈوکس کلیسیا کی تاریخ اور علمِ الٰہیات سے تقریباً غائب ہے۔ اس کے برعکس آرتھوڈوکس ایک بتدریج عمل تھیوسس (لفظی طور پر "خُدا کی مانند بننے کے عمل") پر زور دیتے ہیں جس کے وسیلہ سے مسیحی زیادہ سے زیادہ مسیح کی مانند بنتے جاتے ہیں۔ آرتھوڈوکس روایت میں بہت سے لوگ اس بات کو سمجھنے میں ناکام ہیں کہ خُدا کی مانند/مسیح کے ہمشکل بننے کا عمل نجات کے لیے بذات خود ایک لازمی شرط ہونے کی بجائے نجات کا بتدریج ظاہر ہونے والا نتیجہ ہے۔ آرتھوڈوکس کلیسا کی بائبل کے خلاف دیگر امتیازی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- اُن کے مطابق کلیسیائی روایات اور کلامِ مقدس کا اختیار یکساں ہے۔
- چرچ کی روایات سے ہٹ کر بائبل کی تشریح کرنے والے افراد کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔
- مقدسہ مریم کی دائمی دوشیزگی (کنوارے پن) پر ایمان رکھا جاتا ہے۔
- مرُدوں کے لئے دُعا کی جاتی ہے۔
- بچوں کو شخصی ذمہ داری اور ایمان کے تعلق کے بغیر بپتسمہ دیا جاتا ہے۔
- اُن میں موت کے بعد بھی نجات حاصل کرنے کا نظریہ پایا جاتا ہے۔
- نجات کے کھو جانے کا نظریہ بھی پایا جاتا ہے۔

[1] عبدالقادر شیبہ، (مترجم: ابو عبداللہ محمد شعیب)، اقوام عالم کے ادیان و مذاہب، مسلم پبلیکیشنز، گوجرانوالہ، مئی 2007ء

[2] احمد عبداللہ، مذاہب عالم، مکی دار الکتب، لاہور، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۸

اگرچہ مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا عظیم علماء اور مفکرین پیدا کرنے کا دعویٰ کرتی ہے اور گو کہ آرتھوڈوکس کلیسیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو یسوع مسیح کے وسیلے نجات یافتہ ہونگے۔ لیکن آرتھوڈوکس کلیسیا بذات خود کوئی ایسا واضح پیغام بیان نہیں کرتی جو مسیح کے بارے میں بائبل کی خوشخبری کے ساتھ گہری مطابقت رکھ سکے۔ مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا اصلاح کے لیے پکار کے نعرے ''نجات صرف کلامِ مقدس، صرف ایمان، صرف فضل اور صرف مسیح کے وسیلہ سے ہے'' سے خالی ہے اور یہ وہ نہایت قیمتی خزانہ ہے جس سے آرتھوڈوکس کلیسیا محروم ہے۔

مقبولہ سات عبادات

مشرقی کلیسا میں سرکاری طور پر مقبولہ سات عبادات ہیں:

(۱) بپتسمہ

(۲) عید منانا

(۳) توبہ (دوسرا بپتسمہ)

(۴) مقدس عشائے ربانی

(۵) مقدس احکامات

(۶) ازدواج

(۷) مریضوں کی خبر گیری۔[1]

آرتھوڈوکس کی آزاد کلیسائیں

مشرقی آرتھوڈوکس کلیسیا ایک واحد کلیسیا نہیں ہے بلکہ 13 خود مختار اداروں (کلیسیاؤں) کا ایک خاندان ہے جو اُن اقوام کے زیرِ اثر ہیں جہاں یہ پائی جاتی ہیں (مثلاً یونانی آرتھوڈوکس کلیسیا، رُوسی آرتھوڈوکس کلیسیا)۔ وہ اپنے ساکرامنٹ، تعلیمات، عبادات کے رسمی طریقہ کار اور کلیسیائی حکومت کی تفہیم میں متحد ہیں لیکن ہر کلیسیا اپنے معاملات خود چلاتی ہے۔ ہر آرتھوڈوکس کلیسیا کا سربراہ "بزرگ (patriarch)" یا "میٹرو پولیٹن" کہلاتا ہے۔ قسطنطنیہ (استنبول، ترکی) کا سربراہ آفاقی یا عالمگیر بزرگ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ رومن کیتھولک کلیسیا میں پوپ کے منصب کا قریب ترین عہدہ ہے۔ وہ خاص احترام کا حامل ہے لیکن اُسے دیگر 12 آرتھوڈوکس جماعتوں کے معاملات میں مداخلت کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

آرتھوڈوکس کی خود کے متعلق رائے

آرتھوڈوکس کلیسیا کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح کی واحد حقیقی کلیسیا ہے اور وہ اپنے آغاز کو رسولی جانشینی کے اٹوٹ تسلسل کے ذریعے حقیقی رسولوں سے جوڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ آرتھوڈوکس مفکرین رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسیا کی رُوحانی حیثیت پر بحث کرتے ہیں اور کچھ مفکرین اب بھی اِن کو بدعات خیال کرتے ہیں۔ تاہم رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایمانداروں کی طرح آرتھوڈوکس ایماندار بھی عقیدہ تثلیث، بائبل کو خُدا کا

[1] احمد عبداللہ، مذاہب عالم، مکی دارالکتب، لاہور، جنوری ۲۰۰۲ء، ص: ۱۵۹

کلام، یسوع کو خُدا کا بیٹا اور بائبل کی بہت سی دیگر تعلیمات کو مانتے ہیں۔ تاہم تعلیمات کے لحاظ سے وہ پروٹسٹنٹ مسیحیوں کے مقابلے میں رومن کیتھولک کلیسیا سے زیادہ ملتے جُلتے ہیں۔

آر تھوڈوکس کا عقیدہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی اصل نیکی سے گرپڑا جس کے نتیجے میں وہ خدا کی حقیقی معرفت سے محروم ہو کر برائیوں کی طرف مائل ہو گیا لیکن خدا کے بیٹے نے انسانی شکل میں حلول کر کے اور قربانی دے کر انسانیت کی خدا کے ساتھ مصالحت کر دی۔ اس کلیسا کے پیروکار اولیاء کو بہت عزت دیتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، تصاویر ممنوع سمجھتے ہیں اور چرچ کے انتظامی مسائل مشاورت سے طے کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں ان کی تعداد 174 ملین ہے۔

مذہبی تنازعات کی قیادت

آر تھوڈوکس کلیسیا مشرقی، یونانی بولنے والی رومی سلطنت میں ابھری۔ دونوں کے درمیان سیاسی اور ثقافتی کشیدگی نے مذہبی تنازعات کی قیادت کی۔ 1054ء میں پوپ اور آر تھوڈوکس چرچز کے سربراہ قسطنطنیہ پیٹریآرک نے ایک دوسرے کو باضابطہ طور پر کلیسائی عبادت اور تقریبات سے خارج کر دیا۔ 1204ء میں چوتھی صلیبی جنگ میں شیطانی انداز میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ 1965ء کے بعد ہی پوپ اور پیٹریآرک نے دوستانہ تعلقات کو دوبارہ استوار کیا۔

انجیل کا مختلف زبانوں میں استعمال

انجیل مقدس عبرانی زبان میں تھی اور مذہبی رسومات میں اسی زبان کا استعمال ہوا لیکن دھیرے دھیرے حالات کے مطابق تبدیلی آتی گئی اور جب مغربی تسلط سے ہٹ کر مشرق میں راسخ الاعتقاد کلیسیا کا قیام عمل میں آیا تو ابتدا میں تمام مذہبی رسوم یونانی زبان میں ادا کی جانے لگیں۔ بعد میں مذہبی معاملات کے تعلق سے عربی اور دوسری زبانوں کا بھی استعمال ہونے لگا۔ ان کی بائبل کا نام لیمیزا ہے۔

عثمانی دور حکومت میں کلیساؤں کی حالت

عثمانی ترکوں کی حکومت کے زمانہ میں کلیسیا حکومت کے تسلط سے نکلی لیکن قسطنطنیہ کو وہ اثر حاصل نہ ہو سکا جو کاتھولک سربراہ پوپ کو حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بطریق کی مخالفت کے باوجود پہلے روس میں اور پھر یونان اور بلقان میں الگ الگ خود مختار کلیسیائیں قائم ہو گئیں جن کا اپنا الگ نظم و ضبط اور سلسلہ تھا۔ ان کا روحانی سربراہ یقیناً پاپائے روم تھا لیکن وہ اس کے مسلط سے آزاد تھے۔

آر تھوڈوکس کلیسیا کو ماننے والے ممالک

اس فرقے کی اکثریت روس اور مشرقی یورپ کے ممالک میں ہے۔ عقائد کے اعتبار سے یہ فرقے اس لیے ممتاز ہے کہ ان کا ماننا ہے کہ روح القدس صرف باپ سے پیدا ہوا۔ بیٹے سے نہیں۔ اسی طرح ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ معبود باپ معبود بیٹے سے افضل ہے۔ یہ اس وقت دنیا میں عیسائیت کا دوسرا بڑا فرقہ ہے۔ بنیادی طور پر بیلا روس، بلغاریہ، قبرص، جارجیا، یونان، مقدونیہ، مالدووا، مونٹی نیگرو، رومانیہ، روس، سربیا اور یوکرائن کے ممالک میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔[1]

---

[1] پروفیسر ذاکر باچا، مطالعہ مذاہب عالم، ایس ایم نعمان عزیز خان، اگست ۲۰۲۲ء، ص: ۶۸

مصادر و مراجع

پروفیسر ذاکر باچا، مطالعہ مذاہب عالم، ایس ایم نعمان عزیز خان، اگست 2022ء

احمد عبداللہ، مذاہب عالم، مکی دارالکتب، لاہور، جنوری 2002ء

محمد مظہر الدین صدیقی، اسلام اور مذاہب عالم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2014ء

عبدالقادر شیبہ، (مترجم: ابو عبداللہ محمد شعیب)، اقوام عالم کے ادیان و مذاہب، مسلم پبلیکیشنز، گوجرانوالہ، مئی 2007ء

پروفیسر غلام رسول چیمہ، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، چوہدری غلام رسول اینڈ سنز، لاہور، 2012ء

عماد الحسن آزاد فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ جدید پریس، لاہور، جون 2013ء

☆☆☆

پاکستان میں بدامنی کے خاتمے کے لیے تعلیم کا کردار

(بینش حسیب، ایم۔فل سمیسٹر چہارم، مارننگ)

حرف اول

علم سیکھنے اور سکھانے کا عمل صدیوں سے جاری ہے۔ ہمیں تاریخ میں کئی مسلمان سائنسدانوں کے نام نمایاں نظر آتے ہیں، جن کی تمام دنیا معترف ہے، ان میں محمد بن موسیٰ الخوارزمی، ابن سینا، عمر خیام، البیرونی، ابن خلدون اور ابن الہیثم قابل ذکر ہیں۔ تعلیم، نظام زندگی کا احاطہ کرتی ہے، ساتھ ہی معاشرے میں شعور اُجاگر کرنے اور بچوں کی اچھی تربیت میں بھی معاون ہوتی ہے۔ اس دنیا میں علم ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اس کی پہچان دلاتا ہے، علم ہی عالم اور جاہل کا فرق مہمیز کرتا ہے۔ علم کی وجہ سے ہی کوئی ملک ترقی کرتا ہے دنیا میں جتنے ممالک آپ کو ترقی کرتے نظر آرہے ہیں ان کی ترقی میں علم کا بہت کردار ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان ایسا ملک ہے جہاں تعلیم کی شرح بے حد کم ہے۔ کسی شخص کو یہ نہیں معلوم کہ دوسرے کے کیا حقوق ہیں اور وہ کس طرح ادا ہونے چاہئیں۔ کس طرح کسی سے بات کرنی چاہیے۔ یہ وہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر اس ملک میں لڑائی اور بدامنی کی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے۔ ان لوگ گالیاں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے اور بھول جاتے ہیں کہ اسلام نے انہیں کیا حکم دیا تھا۔

کسی بھی ملک کی ترقی کا اندازہ اس کی شرح خواندگی سے لگایا جاسکتا ہے۔ گزشتہ سال وفاقی وزارت تعلیم نے شرح خواندگی کے حوالے سے 10 سالہ رپورٹ جاری کی تھی، جس کے مطابق پاکستان خطے کے 9 ممالک میں صرف افغانستان سے بہتر ہے۔ یہ بات انتہائی شرمندگی کی ہے۔

اگر اس ملک میں تعلیم کو عام کر دیا جائے تو یہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس تحریر میں بتایا جائے گا کہ کس طرح جاہل عوام میں تعلیم کا فروغ ہو سکتا ہے۔

تعارف الفاظ موضوع

امن کے معنی جنگ کی ضد، شانتی، صلح آشتی، آرام، سکون، آسائش، آسودگی، اطمینان، امان، بچاؤ، پناہ، چین، حفاظت کے ہیں۔[1]

تعلیم کے معنی اپریش کرنا، خوشخطی کا نمونہ، علم سکھانا، گھوڑے کی سکھلائی، ناچنے گانے کی مشق اور وہ باتیں جو پیر اپنے مرید کو سکھلاتا ہے۔[2]

پرامن معاشرے میں تعلیمات کا کردار

کسی بھی دور میں تعلیم کی افادیت اور اس کی روحانی ضرورت سے منہ موڑا نہیں جاسکتا۔ تعلیم کو زندہ قوموں اور مہذب سماج کی بالادستی اور اس کی عظمت کی علامت گردانا جاتا ہے۔ تعلیم یافتہ معاشرے کی پہچان صبر، انکساری، شکر گزاری، خوف خدا اور عزم و استقلال جیسی اہم ترین عادات

---

[1] https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-amn?lang=ur

[2] https://www.urduinc.com/english-dictionary-تعلیم/meaning-in-urdu

زندگی کا جزو لاینفک بن جاتی ہیں۔ حتی کہ تعلیم یافتہ سماج باحوصلہ، بلند ہمت اور انسانی اقدار کا سچا علمبردار مانا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کمزور ترین سماج کو طاقتور بنانے میں مثبت کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ پاکیزہ اور صلح افکار سے متصف معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئے تاکہ سماج ہمدردی، غمگساری اور خیر سگالی کے جذبہ سے معمور ہو۔ ادھر تعلیم یافتہ افراد نور علم اور اپنی سنجیدہ کاوشوں کی بدولت نوع انسانیت کی سعادت وکامرانی کی فکر کر سکیں جب معاشرے میں اس نوعیت سے محنت کی جائے تو یقینا براہ راست اس کا فائدہ اہل علم کو ہونے کے ساتھ ساتھ سماج کے دبلے کچلے اور علم سے محروم افراد کو بھی ہوگا، اور اس صداقت سے قطعی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تعلیم کے حصول کا جو ثمر ہے وہ یہی کہ بشریت کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو تعلیم کی روشنی ان گھروں تک بھی جائے جو لاچاری مجبوری اور ناداری کی وجہ سے دولت علم سے محروم ہیں۔

اہمیت

علم ایک ایسی دولت ہے جس میں جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور انسان کے دل ودماغ آگہی سے واقف ہوتے ہیں۔ یہ وہ قیمتی خزانہ ہے جس سے معاشرے کا ہر فرد مستفید ہوتا ہے۔ اور انسان کی مکمل تکمیل کا خزانہ ہے۔ علم کے ذریعہ سے انسان کی شخصیت روحانیت کی منازل طے کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ افراد ایک بہترین تہذیب وتمدن اور مہذب معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔ تعلیم سے ہی ہم اپنے علمی ورثہ اور اپنے تہذیبی و ثقافتی زیور اور اعلی اقدار کو سنبھال کر اس سے مستفید ہو سکتے ہیں بلکہ ان کا تنقیدی جائزہ لے کر ماحول کے مطابق اس میں تعمیر نو کا رنگ بھر سکتے ہیں۔ تعلیم ہر انسان کی ضرورت ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تعلیم وتربیت کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ انسانی شخصیت کو اعلی کردار کی چوٹی تک پہنچایا جائے۔ اسلام نے انسان کی اس عظمت کی وجہ سے یہ تعلیم دی ہے کہ ہر انسان ایک دوسرے کی عزت وتکریم کرے اور محبت سے پیش آئے۔

تعلیم کا سب سے پہلا مقصد خود اپنی ذات کی تشکیل ہے اور اپنی صلاحیتوں کا نشوونما اور ارتقاء ہے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ کے سامنے زندگی کے اصول اور قانون وضوابط نہ ہوں جس کے لیے آپ پورے کے پورے وقف ہوں جو فکر وخیال کا مرکز اور تگ ودو کا محور ہو۔ پھر یہ مقصد جتنا اعلی اور آپ کی فطرت سے ہم آہنگ ہوگا اتنا ہی آپ کا ارتقاء ہوگا اور جتنی ہی یکسوئی اور والہانہ سپردگی کے ساتھ آپ اس مقصد کو اختیار کریں گے اتنی ہی قریب اور ممکن المحصول آپ کی منزل ہوگی۔ زندگی میں قیمت اور وزن کسی مقصد کو اختیار کرنے سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ورنہ مقصد زندگی کے بغیر انسان ایک ایسی مشت خاک ہے جس کو ہر آنے جانے والا قافلہ اپنے پاؤں تلے روندتا چلا جاتا ہے۔[1]

انسانی حیات کا ایک دوسرا دائرہ ہے جس کا تعلق مادی کائنات سے ماوراء یعنی مابعد الطبیعاتی حقائق کے ساتھ ہے جس میں کائنات حیات انسانی کا آغاز، مقاصد تخلیق اور انجام کار کی گتھی کو سلجھانا ہے تاکہ حیات انسانی اپنی حقیقی منازل کی جانب گامزن ہو سکے۔ اللہ تعالی نے ان انتہائی بنیادی اور ضروری مابعد الطبیعاتی امور کے سلسلے میں رشد وہدایت کا سلسلہ انبیاء کی بعثت کی صورت میں روز اول سے جارہ وساری فرمایا جس کی آخری کڑی اور نقطہ کمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد باسعادت ہے۔

---

[1] خرم جاہ مراد، احیائے اسلام اور معلم، اشاعت اول، اپریل، 1981، سلیم منصور خالد، میٹرو پرنٹر لاہور، ص-11

ربنا وابعث فيهم رسولا منهم يتلوا عليهم ايتک و يعلمهم الکتب والحکمة ویزکیهم انک انت العزيز الحكيم[1]

''اے پروردگاران (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیے جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مسلمہ امت پر ایک عظیم احسان یہ کیا ہے کہ اس نے لوگوں کی ہدایت کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سلسلہ رسل علیہم السلام کے آخری اور عظیم الشان نمائندہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ انسانیت کے لئے اپنا احسان عظیم گردانا ہے۔

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانو من قبل لفی ضلل مبين[2]

''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے۔ جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔''

تہذیب جماعت کی ترقی میں ابن خلدون تعلیمی جدوجہد کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ علم و دانش تشکیک ارتیاب اور تحقیق سے ذہن انسانی معاشرت و ثقافت اور روحانی زندگی میں وہی وحدت پیدا ہوتی ہے جو توحید کا مقتضائے اصلی ہے۔ تعلیم ہی سے عرفان ذات خدا کا عرفان اور منشائے حیات اور اس کی بلند تر نصب العین اور غایت الغایات کا علم ہوتا ہے۔ تعلیم کا مسئلہ ابن خلدون کے مباحث دوگانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک تو اس کا مذہبی اور ثقافتی مسلک اور دوسرے بحیثیت علم اس جہت میں اس نے متنوعہ اور مختلف اضافہ عمرانیات میں ایک نئے شعبے علمیہ یعنی عمرانیات تعلیم کا اضافہ کیا ہے۔ عمرانیات تعلیم کے نقطہ نظر سے بھی ابن خلدون کا تصور اس معنوی وحدت کا آئینہ دار ہے جو نتیجہ ہے اس کی ثقافت ذہنیت کا کہ جس کے ہر بن مو میں توحید موجزن ہے۔ اس کا اصرار ہے تعلیم مذہب کے ساتھ وابستہ ہو کر اتحاد استحکام اور ترقی کی راہ ہموار کر سکتی ہے اس کے نزدیک معاشرتی اور ثقافتی جدوجہد کی منظم صورت کا اظہار تعلیمی قوتوں کے ذریعے ممکن ہے۔ اسی خیال کو دیہی اور شہری عمرانیات بدوی اور حضری زندگی کے مسائل کے سوا عروج و زوال کے نظریے میں دہراتا ہے۔ تعلیمی جمود معاشرے کی بربادی اور اس کا عام چرچا اس کی ترقی کا موجب ہوتا ہے اسلامی معاشرے کے زوال کے منجملہ اسباب میں وہ تعلیم کے انحطاط پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ تعلیم کا انحطاط کا نتیجہ ہے عقیدے اور مذہب کے انحطاط ان سے بے تعلقی کا۔[3]

---

[1] سورۃ البقرہ: 129

[2] سورۃ آل عمران: 164

[3] ابن خلدون ص 69

مختصر تاریخ

کسی بھی معاشرے کے نظریہ حیات اور فلسفیانہ تصورات سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ ہر قوم اپنے مقاصد کا تعین اپنے ملک کے تاریخی سیاسی معاشی اور معاشرتی پس منظر میں کرتی ہے۔ انسان میں تبدیلی کے ارادے کا تعلق زندگی بسر کرنے کا ارادہ سے وابستہ ہے، انسان اپنی عقل و فکر کے بل بوتے پر خود اپنی زندگی کی تعمیر و تشکیل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیزوں (کے استعمال) اور لوگوں سے معاملات میں صحیح انداز اختیار کرے۔

عروج وزوال کا نظریہ جس کی توضیح میں قرآنی تصور کماحقہ حاوی و محیط ہے۔ ابن خلدون نے کیا خوب کہا ہے کہ جب کسی جماعت میں زندگی اور کائنات کے حقائق سے فائدہ اٹھانے کا ملکہ اور جذبہ باقی نہ رہے تو اس کا تنزل شروع ہو جاتا ہے۔

معاشرتی زندگی کے تعمیری اجزاء میں ایک جز ابن خلدون کی تحقیق کی رو سے اتحاد عمل بھی ہے۔ افراد کے خیالات اور ارادوں کی ہم آہنگی سے جماعتی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ معاشرتی اشتراک عمل کا سب سے اہم اور سب سے اعلی تصور انہی عوامل میں پوشیدہ اور انہی پر منحصر اور موقوف ہے۔ ابن خلدون کے نقطہ نظر کے مطابق مختلف جماعتوں اور ادارات کی یکجائی کا ہے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مختلف جماعتوں اور ادارات میں اتحاد نہ پیدا ہو جائے اگر ان کے وجود سے پراگندگی اور معاشرتی انتشار پیدا ہو جائے تو نہ صرف زندگی بلکہ تمام معاشرے کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی۔[1]

اسلامی معاشرہ ایک مخصوص عقیدے اور نظریے کی بنیاد پر قائم دائم ہے جو اس کے تمام ادارے قوانین اور اخلاقی اقدار کا مصدر و منبع ہے۔ یہ نظریہ اسلام ہے اور اسی پر مبنی ہونے کے باعث یہ معاشرہ کہلانے کا مستحق بنتا ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو اسلام کو اپنے منہج حیات، دستور حکومت، قانون سازی اور زندگی کے تمام شعبوں اور انفرادی و اجتماعی، مادی و غیر مادی، مقامی و بین الاقوامی تعلقات کے سرچشمے کو طور پر اپنا چکا ہو۔

معاشرہ میں کچھ رسوم و رواج اور روایات ہوا کرتی ہیں۔ جن روایات و اقدار کو معاشرہ قبول کرتا ہے وہ مثبت اور اخلاقی اقدار کہلاتی ہیں اور جن اقدار کو معاشرہ مسترد کرتا ہے وہ منفی یا غیر اخلاقی اقدار کہلاتی ہیں۔ مذاہب عالم عمومی طور پر اخلاقی اقدار کا بنیادی سرچشمہ ہوا کرتی ہیں اور انھیں سے اخلاقی حقوق متعین ہوتے ہیں۔ اخلاقی حقوق چونکہ رضاکارانہ نوعیت کے ہوتے ہیں اور انھیں حکومت، انتظامیہ یا عدالتوں کے ذریعہ سے نافذ نہیں کیا جاتا۔ البتہ انسان کا اپنا ضمیر اور معاشرہ کا دباؤ اخلاق حقوق کے نفاذ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اخلاقی حقوق کے حوالہ سے اسلام کا نقطہ نظر انفرادیت کا حامل ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں اخلاقی تعلیمات کو پوری جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب کا پہلا عنصر دینی عقائد اسلامی اصول زندگی اور اخلاقیات ہے۔ مگر اسلام تزکیہ نفس کی تہذیب و تربیت اس انداز سے کرتا ہے کہ اخلاقی حس بیدار ہو کر انسان کو اخلاقی حقوق و فرائض کی بجا آوری کے لیے آمادہ کرتی ہے۔ مزید برآں اسلام اس عقیدہ و نظریہ کو انسانی

[1] ابن خلدون، ایضا، ص_ 70

قلوب واذہان میں راسخ کرتا ہے کہ انسان کی دنیاوی زندگی آخرت کی کھیتی اور امتحان گاہ ہے، جو کچھ انسان یہاں بوئے گا اسی کی فصل آخرت میں کاٹے گا اور اس دنیا کے تمام تر اعمال کے لیے حیات بعد الموت میں اللہ سبحانہ وتعالی کے ہاں جوابدہ ہونا ہو گا۔[1]

فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرة[2]

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرا برابری کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

اسلامی معاشرے کی خصوصیات

اللہ کی ہستی کا یقین اور اس کے ہر وقت موجود ہونے کا خیال عقیدہ توحید (جیسا کہ انبیا نے تعلیم دی۔ اس کی مکمل تشریح قرآن میں پائی جاتی ہے۔ بعد کے تمام انبیا حضرات ابراہیم کی نسل ہی سے تھے) شرافت اور مساوات انسانی کا اضطراری ودائمی تصور جو کسی مسلمان کے ذہن سے جدا نہیں ہوتا۔ یہ وہ امتیازی خصوصیتیں ہیں جنھوں نے ابراہیمی تہذیب کو دنیا کی دوسری تہذیبوں کے مقابلہ میں ایک نئی صورت بخشی ہے۔ یہ خصوصیتیں اتنے روشن اور نمایاں طریقہ پر کسی اور تہذیب میں نہیں پائی جاتی۔[3]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سب انسان ایک قوم ہیں سب کے حقوق ایک جیسے ہیں تو ان میں جھگڑا کیسا۔۔۔ یہ برابری کی خصوصیت ہی مسلمانوں کو سب سے الگ کرتی ہیں، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا[4]

''اور سب لوگ ایک ہی قوم ہیں اور وہ باہم جھگڑتے ہیں۔''

عملی اتحاد کی بنیاد

تمام تفریقات امتیازات کو مٹانے کے لئے سب سے پہلی بنیاد مسجد ہے، جہاں پانچ وقت مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ جہاں غریب امیر کے ساتھ، خادم آقا کے ساتھ دوش بدوش کھڑا ہوتا ہے۔ حج کی عبادت کا بھی ایک عظیم مقصد جاہلیت کے امتیازات کو مٹانا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے وحدتِ نسل انسانی کے پیغام کو دہرایا ہے۔

---

[1] محمد اشرف، اسلام اور بنیادی انسانی حقوق، ناشر پنجاب یونیورسٹی پریس لاہور، طبع اول 2013ء، ص-125

[2] سورۃ زلزال، 99: 7:8

[3] ندوی، سید ابوالحسن، اسلامی تہذیب وثقافت، ناشر، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، تاریخ اشاعت، 2005ء، ص- 40، 41

[4] سورۃ یونس 19:10

وحدت فکر انسانی

نسل انسانی میں مسلمانوں کے افکار و خیالات و مقاصد میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اسلام کے اہم تقاضوں میں سے ہے اسلام نے نسل انسانی کو وحدت فکر کے ایسے واضح کیے ہیں جن کی پابندی انتشار فکر سے محفوظ رکھتی ہے۔اسلام غور و فکر کی دعوت دیتا ہے بلکہ یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ اپنی عقل سے کام لو اس لیے راہنمائی کے لیے کچھ اصول مقرر کیے ہیں۔

ان کی پابندی لازمی ہے وہ اصول قران مجید میں بیان کر دیے ہیں۔اس لئے اللہ تعالی نے قرآن مجید کو ہدًی للنّاس اور ہدًی للمتقین کہا ہے۔وحدت فکر انسانی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

ان الدين عند الله الاسلام وما اختلف الذين اوتو االكتب الا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم[1]

"دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔اور اہل کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا۔اور جو شخص اللہ کی آیتوں کو نہ مانے تو اللہ جلد حساب لینے والا (اور سزا دینے والا) ہے۔"

ان آیتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام صرف قرآن مجید کے اصولوں کے ہی داعی تھے لیکن ان کے ماننے والے ان اصولوں کو چھوڑ کر اپنی اغراض اور خواہشات کے پیچھے دوڑ پڑے۔

نیکی کا فروغ اور برائی کا انسداد

اسلام معاشرہ کے لیے ایک ایسا ضابطہ اخلاق مقرر کرتا ہے جس سے کسی کو بھی تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔صرف اس ضابطہ اخلاق کو خود اپنانا ہی لازمی قرار نہیں دیتا بلکہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ جو شخص اس سے انحراف کرنے کی طرف مائل ہو اس کو روکا جائے تاکہ معاشرہ میں نظم وضبط پیدا ہو۔کیونکہ اس کے بغیر معاشرہ میں فساد اور بگاڑ ہو جاتا ہے۔[2]

ارشاد الٰہی ہے:

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان[3]

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

---

[1] آل عمران۔19:3

[2] چیمہ، غلام رسول، اسلام کا عمرانی نظام، ناشر، گل فراز احمد علم و عرفان پبلشرز اردو بازار لاہور، اشاعت سال 2004ء، ص 36 سے 37

[3] المائدہ 2:5

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله[1]

''(مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات میں تعلیم کو ترجیح اول حاصل رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عظیم الشان انقلاب کی بنیاد تعلیم پر رکھی۔ "اقرأ" سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم کا آغاز فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں تئیس (23) سال کے اندر ریاستِ مدینہ میں خواندگی کی شرح اسی فی صد (80%) سے تجاوز کر گئی۔ اس کے ساتھ آپ ﷺ نے صحابہ میں غور و فکر اور تحقیق کا ایسا ذوق پیدا فرمایا کہ ان میں ایک ایسی ٹیم تیار ہو گئی جسے اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں پر درجہ اختصاص حاصل ہو گیا۔

جہالت اور تعلیم کی کمی پاکستان میں بدامنی کے واقعات کی وجہ بنتی ہے۔ جہالت سے مراد عام طور پر تعلیم کی کمی، بے تعلیمی، انحصار برتاؤ اور غیر علمی روایات کے پیروکاری ہے۔

پاکستان اور بدامنی کے واقعات اور اس میں جہالت کا کردار

پاکستان کی تاریخ میں بدامنی کے واقعات کی بہت سے مثالیں ہیں جیسے کہ خانیوال فضائیہ کے طیارے کا حادثہ، لاہور سے کراچی تک ٹرین دکھاوٹ، آئرن کے مسجد کے قریب دھماکہ اور اسلام آباد میں بڑی منشیاتی حادثہ۔ ان واقعات کی بہت سی وجوہات ہیں جیسے کہ بدعنوانی، کم تعلیم، نااہلی، فرقہ واریت، خود غرضی اور نااہلی کے اصولوں کے پیروکاری۔

بہت سے لوگ بے تعلیمی کی وجہ سے ناقابل برداشت تنگ دلی اور غیر واقعی تصورات رکھتے ہیں جو وہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ عوام کو مذہبی بغض اور فرقہ واریت کے نام پر موجودہ معاملات میں شامل کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے نفرت کرتے ہیں اور بدعنوانی کا شکار ہوتے ہیں۔ اسی طرح، بہت سے لوگوں کو علمی سوچ اور نئی ترقیات کی پریشانی ہے، جس کی وجہ سے وہ معاشرے کی ترقی سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔

بدامنی کے واقعات کی وجوہات میں سے ایک عام وجہ جہالت اور تعلیم کی کمی ہے۔ پاکستان میں ایک بڑی تعداد میں لوگ جہیز کے لئے زیادہ سے زیادہ دہرانے کے لئے قرضے لیتے ہیں اور ان کے پاس مالی صلاحیت نہیں ہوتی کہ ان قرضوں کو واپس کریں۔ یہ اکثر اس لئے ہوتا ہے کہ ان کے پاس درست تعلیم نہیں ہوتی جو انہیں مالی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ بداختیاری اور بیکاری کی وجوہات بھی اس کے پیچیدہ تعلقات کا حصہ ہیں۔

عوام کی جہالت اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے، ان کے پاس ٹیکنالوجی کی تازہ ترین ادوات اور ترقیاتی آلات کا علم نہیں ہوتا، جو مالی ترقی اور ان کی زندگی کو آسان بنانے کے لئے ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدامنی کے واقعات کے بیشتر مردہ جسموں کے بغیر دفن کئے جاتے ہیں، کیونکہ لوگوں کے پاس درست دفن کرنے کے طریقے کا علم نہیں ہوتا۔

[1] آل عمران، 110:3

جہالت اور بے علمی سے پاکستان میں بدامنی کے واقعات مختلف وجوہات کی بنا سے پیدا ہوتے ہیں۔ چند اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

- **ناقص تعلیمی نظام:**

پاکستان میں تعلیمی نظام کی کمیونٹیوں کے درمیان بہت زیادہ تفرقہ پایا جاتا ہیں۔اس کے علاوہ، تعلیمی نظام کی بے ترتیبی اور ناقص مراحل کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو درست روش کی معلومات نہیں ملتی ہیں۔اس طرح، بدامنی کے بارے میں درست علم کے بغیر لوگوں کے پاس معلومات نہیں ہوتی اور وہ بدامنی کے خلاف چلنے والی تحریکات کا حصہ بن جاتے ہیں۔

- **بدعنوانی:**

پاکستان میں بہت سے لوگ بدعنوانی کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوسروں کے حقوق سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ یہ بدعنوانی زیادہ تر لوگوں کی زندگیوں پر اثرانداز ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ بدامنی کے شکار ہو جاتے ہیں۔

- **دینی ناہمت:**

دینی ناہمت بھی بدامنی کے واقعات کی وجہ بن سکتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی دین کے نام پر لوگوں کو بدامنی کرنے کی دعوت دی جائے، جو لوگوں کو گمراہ کر دیتی ہے اور وہ بدامنی کے واقعات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمی جدوجہد

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج سے چودہ سو سال پہلے جزیرۃ العرب کے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کے امی لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا،ان کی تعلیم وتربیت کا اہتمام فرمایا کیونکہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ وہ لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے تھے۔ زبانی روایات اور حافظہ کے ذریعے ہی وہ اپنے علمی اثاثے کو محفوظ کرتے تھے۔(سوائے مستثنیات کے)

ایسے عالم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک علمی تحریک کا آغاز کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں دار ارقم کو مرکز تعلیم قرار دیا۔ اللہ تعالی کی طرف سے قرآن کا جو حصہ نازل ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے اور اس کی تشریح بھی فرماتے تھے۔

مدینہ پہنچ کر آپ نے باقاعدہ صفہ کے نام سے ایک درس گاہ کی بنیاد رکھی۔اس طرح غیر رسمی تعلیمات کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسمی تعلیمات کا بھی اہتمام فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے حصول،اس کی اشاعت، ترسیل اور استحکام کے لئے زبردست تحریک چلائی۔اور ہر ایک شخص کے لئے علم کی راہیں آسان بنائیں۔

1۔ **حصول علم کی ذمہ داری:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرد وزن پر علم کا حصول لازمی قرار دے دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طلب العلم فريضة على كل مسلم ومسلمة۔[1]

---

[1] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن ابن ماجہ، جلد اول، ص 81

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب علم کے لئے عمر کی شرط ختم کر دی۔

2۔ **سربراہان کنبہ کی ذمہ داری:** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربراہان کنبہ کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ اپنی بیوی بچوں کو بھی علم سکھائیں ورنہ ان سے اس کے بارے میں محشر کے دن سوال ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته۔[1]

"تم میں سے ہر شخص رعایا کا (نگہبان) ہے اور ہر ایک سے رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

امام بخاریؒ نے حضرت مالک بن الحویرث کا واقعہ بیان کیا کہ وہ اپنے دوستوں کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیس دن ٹھہرے۔ جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بخوشی اجازت دے دی[2] اور ساتھ ہی فرمایا:

"اپنے گھر والوں کے پاس چلے جاؤ، انہیں علم سکھاؤ اور (علم) سیکھنے کا حکم دو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اس طرح نماز پڑھو۔"[3]

3- **پڑوسیوں کی ذمہ داری:** گھر میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آس پاس کے لوگوں پر توجہ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے لکھے لوگوں کی ذمہ داری لگائی کہ وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو تعلیم دیں ورنہ انہیں دنیا ہی میں سزا دی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما بال أقوام لا يفقهون جيرانهم ولا يعلمونهم ولا يفطنونهم ولا يأمرونهم ولا ينهونهم ۔[4]

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے لوگوں کو (پڑوسیوں) کو نہ دین علم کی تعلیم دیتے ہیں نہ فقہ کی تعلیم دیتے ہیں نہ وعظ کرتے ہیں، نہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں۔"

4- **نشر علم کے لئے ایک جماعت کا قیام:** علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت مسلمہ میں سے ایک گروہ کی باقاعدہ ذمہ داری لگائی کہ وہ ہر وقت لوگوں کو تعلیم دیتا رہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح بروایت عبداللہ بن عمر

[2] رب نواز، آنحضور ص کی تعلیمی جدوجہد، اشاعت 2001ء، ادارہ تحقیق، 3 بہاول شیر روڈ، مزنگ، میٹرو پرنٹر لاہور، ص 14

[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب

[4] الفاسی، محمد بن سلیمان جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد جلد اول

وما كان المومنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون[1]

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کریں کہ ہر ایک جماعت سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین (کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان سے ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے۔''

5- **نسل نو کے لئے تعلیم کا انتظام:** آپ نے نسل نو کی تعلیم کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ والدین سے کہا گیا کہ وہ اپنی اولاد کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کا اہتمام کریں۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أكرموا أولادكم فأحسنوا أدبهم۔[3]

''اپنی اولاد کو بہترین آداب سکھائیں اور ان کی عزت کرنا سیکھیں۔''

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

آج کل امن وامان کا بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ اور سب کو اپنے جسم وجان، خاندان اور عزت وآبرو کی سلامتی سب کو عزیز ہے۔ امن کا آرزومند ہونا انسان کی فطرت میں داخل ہے، اس لئے ہر وجود امن اور سلامتی چاہتا ہے۔ کیونکہ امن وسلامتی معاشرہ، افراد، اقوام اور ملکوں کی ترقی و کمال کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اسی طرح اگر تمام اسلامی عبادات اور معاملات سے لے کر آئین اور قوانین سیاست وحکومت تک کا بغور جائزہ لیا جائے تو ان تمام چیزوں سے امن وسلامتی اور صلح وآشتی کا عکس جھلکتا ہے جو اسلام کا مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نہ صرف امن کا حامی اور دعویدار ہے بلکہ قیام امن کو ہر حال یقینی بنانے کی تاکید بھی کرتا ہے۔

نتائج

1۔ قانونی نظام کے ساتھ ایک بڑا تعلق ملک کے تعلیمی نظام کا ہے۔ اگر نظام تعلیم افراد قوم کو مسلمان بنانے والا نہ ہو تو محض قانونی نظام کے نفاذ سے اسلامی معاشرے کی تشکیل کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی معاملہ ملک کے معاشی نظام کا ہے۔ اگر اسے صحیح اسلامی خطوط پر استوار نہ کیا تو اس صورت میں محض قانونی نظام کی اصلاح مفید اور موثر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری پوری معاشرتی زندگی، اسلام کے مطابق ہو۔ ہماری حکومت کی نمایاں پالیسیاں اسلام کے مطابق ہوں اور حکومت کے سارے معاملات صحیح اسلامی خطوط پر انجام پائیں۔

---

[1] سورۃ التوبۃ: 122

[2] رب نواز، آنحضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد، ص 26

[3] ابن ماجہ، محمد بن یزید، الامام، سنن ابن ماجہ، کتاب الادب

2۔ تعلیم کے حصول کا حق بلا تفریق مذہب وملت سب کا ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کسی بھی انسان کے ساتھ تعلیم کا رویہ میں بھید بھاؤ نہیں برتنا چاہئے، لہذا ہماری مرکز اور ریاستی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے تمام باشندوں کے لئے یکساں تعلیم کے فروغ میں معتدل و متوازن نہیں ہے تو وہ ملک فوز وفلاح کے حصول سے عاری رہے گا کیونکہ کسی بھی معاشرے کی ترقی کا راز اس میں ہے کہ ان کے ساتھ یکساں رویہ اختیار کیا جانا چاہئے اونچ نیچ اور بھید بھاؤ کی سیاست سماج میں ابتری اور بے راہ روی کو فروغ دیتی ہے جس کے سبب معاشرہ کا امن تباہ ہو جاتا ہے اور معاشی اعتبار سے بھی ایسے معاشرہ کو کمزور تصور کیا جاتا ہے نتیجتاً سماج کی یکجہتی ختم ہو جاتی ہے اور نفرت، انتشار، حکم عدولی جیسے جرائم کا ان پڑھ معاشرہ شکار ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے جو منفی نتائج بر آمد ہوتے ہیں وہ انتہائی ضرر رساں ثابت ہوں گے نیز ان منفی افکار و نظریات کی زد میں پوری انسانیت کے آنے کا خطرہ بنا رہے گا جن پر کسی بھی پُرامن معاشرے کے لئے تحمل کرنا ممکن نہیں۔ جب تعلیم یافتہ طبقہ ان کی حسرتوں آرزؤں اور تمناؤں کی قدر کرے گا تو پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ سماج میں کوئی گھر خاندان اور فرد و بشر اپنی بے بسی کا شکوہ نہ کرے گا اور پھر پورا سماج تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو جائے گا۔

☆☆☆

دور جاہلیت میں عربوں کے کھانے

(دعا مقصود، بی۔ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

اہل عرب کی خوراک نہایت بے تکلفانہ ہوتی تھی۔ خراب اور بدمزہ کھانوں پر بھی وہ قناعت کر لیتے تھے۔ عربوں کو شکار کا بہت شوق تھا وہ جس چیز کو شکار کر لیتے اس کا گوشت بلا تکلّف کھاتے، خواہ وہ حرام ہو یا حلال۔ حرام و حلال کی قیود اور شکار کے لیے پابندیاں اسلام نے قائم کیں۔ گوشت کو سب سے زیادہ قیمتی اور لذیذ غذا سمجھتے تھے۔ دودھ، گوشت، چنا اور غلہ عام طور پر تمام ممالک کی غذا تھی۔ پنیر، ستو، کھجور، روغن زیتون حَریرہ وغیرہ کا بھی استعمال کرتے تھے۔ ٹڈیاں بھی جو اس ملک میں بکثرت ہوتی ہیں کھاتے تھے۔ آٹے کو چھلنی میں چھاننے کا رواج عام نہ تھا۔ بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی پکا کر کھاتے تھے۔ سوسمار بھی پکا کر خوب مزے سے کھاتے تھے۔ کھانا کھانے کے آداب بھی بہت ادنی درجہ کے تھے۔ اسی طرح عام عربوں کی غذا سادہ ہوتی تھی جو کھجور، دودھ، گوشت اور جو وغیرہ پر مشتمل تھی۔

عربوں کی خوراک بالعموم شکار کا گوشت، ستّو اور مختلف قسم کے دودھ پر مشتمل تھی۔ بعض اوقات وہ رتح، قیصوم یا شیح ہی چبا لیتے تھے۔ رتح، قیصوم اور شیح خوشبودار بوٹیاں ہیں۔ قیصوم کڑوی ہوتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ یربوع (ایک قسم کا چوہا)، گوہ ہرن اور خرگوش کا شکار کرتے تھے۔ بادیہ نشینوں میں سے اکثر لوگ کسی قسم کی کھانے کی چیز سے نفرت نہ کرتے تھے کیونکہ ان کے ہاں کھانے کی چیزوں کی کمی تھی۔ ان میں سے بعض لوگ گندی چیزیں کھانے سے نفرت کرتے اور رینگنے والے جانور کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اونٹ کا گوشت بہترین گوشت سمجھا جاتا تھا۔ وہ کسی دوسرے گوشت کو اس پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ بعض عرب گوہ کو بہت پسند کرتے تھے۔[1]

شکار عربوں کی عادت اور اسلوب زندگی بن چکا تھا یہاں تک کہ یہ ایک قسم کا پیشہ بن گیا تھا جس پر ان کی زندگی کا دار و مدار تھا۔ ان کو کھانے پینے کے معاملات کی طرف توجہ دینے کے لیے فراغت ہی نہ ملتی تھی کیونکہ اکثر اوقات وہ اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور رہتے تھے۔ اس لیے بھی کہ وہ جنگوں میں اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے میں لگے رہتے تھے۔ عرب ان عمدہ کھانوں اور لذیذ قسم کے سالنوں کو جنھیں دیگر اقوام استعمال کرتی تھیں، جانتے ہی نہ تھے نہ ان کے ذہنوں میں ان کا خیال گزرتا تھا یہاں تک کہ عبداللہ بن جُدعان باوجود اس کے کہ وہ قریش کا سردار اور صاحب شرف آدمی تھا جب ایک بار کسری کے پاس گیا اور وہاں اس نے فالودہ کھایا تو اسے بہت پسند آیا۔ اس نے اس کی حقیقت دریافت کی تو اسے بتایا گیا کہ یہ گندم کا مغز ہے جسے شہد کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے چنانچہ اس نے کسری سے ایک غلام خریدا جو فالودہ بنانا جانتا تھا۔ اسے مکہ اپنے ساتھ لے آیا۔ مکہ آکر اس نے غلام سے فالودہ تیار کروایا۔ عبداللہ بن جُدعان نے بطحائے مکہ میں مسجد کے دروازے کی جانب دستر خوان بچھوائے پھر اعلان کیا کہ جو شخص فالودہ کھانا چاہتا ہو آجائے۔ عبداللہ بن جُدعان مکہ میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا۔ حاضرین میں امیہ بن ابی الصلت بھی تھا چنانچہ اس نے عبداللہ بن جُدعان کی مدح میں یہ اشعار کہے کیونکہ مکہ میں وہ پہلا شخص تھا جس نے لوگوں کو فالودہ کھلایا اور امیہ کو انعام واکرام دیا۔ امیہ بن ابی الصت جاہلی شاعر تھا۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا مگر کفر کی حالت میں مرا۔

---

[1] محمود شکری آلوسی، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، بلوغ الارب، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، جلد: ۲، ص: ۲۲۳

عربوں کے کئی مشہور کھانے ایسے تھے جنھیں وہ گوشت، غلے اور دودھ وغیرہ سے تیار کیا کرتے تھے۔ ان میں سے مشہور کھانے مندرجہ ذیل ہیں۔

سخینہ: یہ آٹے سے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ بہت زیادہ پتلا ہوتا تھا۔ سخینہ تنگی اور مہنگائی کے زمانے میں اور اونٹوں کے دبلا ہو جانے کے وقت کھایا جاتا تھا۔ یہی وہ کھانا تھا جس کا طعنہ قریش کو دیا جاتا تھا کیونکہ وہ مہنگائی کے زمانے میں صرف اسی کھانے پر اکتفا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ لفظ قریش کا لقب اور نام بن گیا۔

- **حریقہ:** آٹے کو پانی یا تازہ دودھ پر ڈال کر پی لیا جاتا تھا۔ یہ سخینہ سے زیادہ گاڑھا ہوتا تھا۔ سختی کا زمانہ آ جاتا تو گھر کا سربراہ اس کے ذریعے اپنے اہل و عیال کو بچاتا۔
- **صَحِیرہ:** یہ دودھ ہے جسے جوش دے کر اس پر آٹا ڈھول دیتے تھے۔
- **غَذیرہ:** اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ آٹے کے اوپر دودھ دوہا جاتا تھا پھر گرم پتھروں سے اسے گرم کر لیا جاتا۔
- **عکیسہ:** دودھ پر پگھلی ہوئی چربی ڈال کر بنایا جاتا تھا۔
- **فریقہ:** یہ دودھ کھجور اور میتھی ملا کر بنایا جاتا اور مریضوں کو دیا جاتا تھا۔
- **آصیہ:** یہ آٹے میں دودھ اور کھجور کو ملا کر بنایا جاتا تھا۔
- **رھیہ:** گندم کو دو پتھروں کے درمیان پیس کر اوپر سے دودھ ڈال دیتے۔
- **ولیقہ:** یہ ایک قسم کا کھانا تھا جسے آٹے، گھی اور دودھ سے تیار کیا جاتا تھا۔
- **خُزیفہ:** پگھلائی ہوئی چربی کے اوپر پہلے پانی پھر آٹا ڈال کر یکجان کر کے بنایا جاتا تھا۔
- **رغیغہ:** رغیغہ ایک قسم کا شیرہ تھا جو پانی اور آٹے کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا مگر یہ سخینہ جتنا پتلا نہیں ہوتا تھا۔
- **ربیکہ:** یہ کھانا گندم، کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا تھا۔
- **تلبینہ:** یہ آٹے یا آٹے کی بھوسی اور شہد سے تیار کیا جاتا تھا اس تلبینہ اس کے سفید رنگ کی وجہ سے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ سفید رنگ اور پتلا ہونے کی وجہ سے دودھ سے مشابہت رکھتا تھا۔
- **وشیقہ:** یہ اس طرح تیار کیا جاتا کہ گوشت کو جوش دے کر اتار لیا جاتا تھا۔
- **عثیمہ:** ایک کھانا تھا جس میں مکڑی ڈالی جاتی، اسے عثیمہ بھی کہا جاتا تھا۔
- **غَلِیْث:** وہ کھانا جس میں جو ملے ہوئے ہوں۔ اگر اس میں زوان (یہ ایک غلہ ہوتا ہے جو گندم کے کھیت میں ہوتا ہے اور اس کے دانے گندم جیسے مگر اس سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان کے کھانے سے نیند آتی ہے) بھی ملے ہوں تو اسے مغلوث کہتے تھے۔

- **بکیلہ:** گھی جس میں پنیر ملایا گیا ہو۔ آٹے کو ستّو کے ساتھ ملایا جاتا پھر پانی، گھی یا تیل سے تر کر لیتے پسی ہوئی تازہ پنیر میں خشک کھجوریں ملا کر بنایا جاتا تھا۔
- **حَیس:** پنیر، گھی اور کھجور سے بنتا تھا۔
- **لَجیج:** دودھ کے ساتھ کھجوریں ملا کر بنایا جاتا تھا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلوہ تھا۔
- **بریک:** تازہ کھجوریں اور مکھن
- **خبیط:** دہی اور تازہ دودھ
- **خلیط:** گھی اور چربی
- **نخیسہ:** بھیڑ کا دودھ جسے بکری کے دودھ کے ساتھ ملایا گیا ہو۔
- **مرضہ:** میٹھے دودھ کے ساتھ ترش دودھ ملا ہوا ہو۔
- **وطسیہ:** نرم اور تروتازہ عصیدہ ہے۔
- **نفیتہ:** عصیدہ اگر گاڑھا ہو جائے تو نفیتہ بن جاتا ہے۔
- **خزیرہ:** گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے بہت سا پانی ڈال کر ہنڈیا کو چولھے پر رکھ دیا جاتا۔ جب پک جاتا تو اس پر آٹا ڈال دیا جاتا۔ اگر اس میں گوشت نہ ہو تو یہی عصیدہ ہو گا۔ سوید بن ھرمی نے سب سے پہلے خزیرہ تیار کیا تھا۔

عرب رات کا کھانا دیر سے کھایا کرتے تھے اس معاملے میں ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ اگر کوئی مہمان آنے والا ہو تو آ جائے نیز اس لیے بھی کہ چراگاہ سے واپس آنے اور تمام کاموں سے فارغ ہو کر گھر لوٹنے کے بعد سب کھانے والے جمع ہو جائیں تو باہم مل کر کھانا کھایا جائے۔ اس لیے بھی کہ ان کا ملک ایک گرم ملک ہے لہذا رات کی ٹھنڈک کی وجہ سے جس قدر گرمی کی شدت کم ہو جائے، اسی قدر کھانا زیادہ اچھی طرح ہضم ہوتا ہے مگر سب سے بڑی وجہ تو مہمانوں کی نگہداشت تھی کیونکہ وہ مہمانوں کے بارے میں بڑا اہتمام کیا کرتے تھے۔

عہد نبوی کے زمانہ سے ہی غذاؤں میں تنوع پیدا ہوا اور طرح طرح کے کھانوں کا رواج چل پڑا۔ مفتوح قوموں کے ذریعے اُن کی بعض غذائیں جیسے گیہوں، چپاتی، مکھن، پنیر اور سبزیاں وغیرہ بھی ان کے کھانوں میں شامل ہو گئیں۔

مصادر ومراجع

1. مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، الفیصل ناشران، لاہور، جلد: 1
2. یسین مظہر صدیقی، تاریخ تہذیب اسلامی، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، جلد: 2
3. محمود شکری آلوسی، مترجم: ڈاکٹر پیر محمد حسن، بلوغ الارب، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، جلد: 2
4. ڈاکٹر گستاؤلی بان، مترجم: سید علی بلگرامی، تمدن عرب، الفیصل ناشران، لاہور
5. نجلا عزالدین، مترجم: ڈاکٹر محمود حسین، عرب دنیا، فکشن ہاؤس، لاہور، 2014ء
6. محمد یاسین مظہر صدیقی، عہد نبوی ﷺ کا تمدن، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، 2010ء
7. فلپ کے حِتی، مترجم: یاسر جواد، تاریخ عرب، الفیصل ناشران، لاہور، مئی 2015ء

☆☆☆

حکمت و دانائی

بچوں کو نمازی کیسے بنائیں؟

(جویریہ،بی-ایس سمیسٹر دوم،مارننگ)

نماز اسلام کا ایک اہم رکن ہے جو ہر عاقل و بالغ پر فرض کی گئی ہے مگر ایک عاقل و بالغ شخص اسی صورت میں باقاعدگی کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہے جب وہ بچپن ہی سے نماز پڑھنے کا عادی ہو۔اس لئے بچوں کو بچپن سے ہی نماز کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور انہیں باقاعدگی سے نماز پڑھنے کا عادی بنانا نہایت ضروری ہے۔بچوں کے لیے نماز دینی اہمیت رکھتی ہے۔ نماز کی وجہ سے بچوں کی روحانی وجسمانی تربیت ہوتی ہے۔ نیز ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نماز بچوں کے ایمان کو مضبوط کرتی ہے اور ان کی راہنمائی کرتی ہے۔ نماز انسانی روح کی غذا ہے۔انسانی روح کی تکمیل کے لیے نماز بے حد ضروری ہے۔نماز پڑھنے سے انسان کے دل کو روحانی سکون ملتا ہے۔نماز قُربِ الٰہی کا ذریعہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ [1]

"اور سجدہ کرو اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کرو"

نماز پڑھنے سے بچے اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں ان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔اس طرح نماز انہیں اللہ کی طرف رجوع کرنے کا ذریعہ فراہم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بچے نماز کے بعد اللہ سے دعا کرتے ہیں اور اپنی ضروریات کا اظہار کرتے ہیں اس کی وجہ سے ان میں روحانیت بڑھتی ہے۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں، نماز ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی عملی شکل ہے۔ نماز میں شکریہ اور تواضع کا اظہار ہوتا ہے جو بچوں کو دوسروں کے ساتھ اچھے معاملات کرنے پر مائل کرتا ہے۔ نماز کے ذریعے بچوں کو معاشرتی اصولوں کی بھی تعلیم ملتی ہے۔ جس سے انہیں دوسرے لوگوں کے حقوق اور احترام کی اہمیت کا علم ہوتا ہے۔ نیز اگر ایک بچہ کھیلتے ہوئے یا اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے نماز ادا کرنے کے لیے اٹھتا ہے تو عموماً دوسرے بچے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں اور وہ بھی اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ نماز بچوں کو ذمہ دار اور وقت کا پابند بناتی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن شبر مة بن معبد قال: قال رسول الله ﷺ مرواالصبيان الصلوة إذا بلغ سبع سنين وإذا بلغ عشر سنين فاضربوه عليها[2]

"شبر مۃ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم ترغیب دو بچوں کو نماز کی جب وہ سات برس کے ہو جائیں اور جب وہ دس برس کی عمر کو پہنچ جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو (سزا دو)۔"

---

[1] العلق 19: 96

[2] ابو داؤد، ترمذی

بچوں سے نماز پڑھوانااور ان کو نماز کی عادت ڈالنا بلا شبہ ایک مشکل کام ہے۔ بچپن میں اگر بچے کو نماز کی عادت نہ پڑے تو مشکل ہے کہ بچہ آگے جا کر نمازی بنے۔ بچوں کو نمازی بنانا والدین کی ذمہ داری ہے۔ بچے کی آنے والی زندگی کے بارے میں والدین کے کردار کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

ما من مولود الا یولد علی الفطرة، فأبواه یہودانه أو ینصرانه، أو یمجسانه[1]

''ہر بچہ فطرت مسلمہ پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں''

بچوں کو نماز اور خیر کی تربیت والدین کے لیے اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ نیک اولاد مرنے کے بعد صدقہ جاریہ بنتی ہے۔ تربیت کا جتنا حق ادا ہو گا اتنا ہی ثواب ملے گا۔ والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں سے محبت کا رشتہ قائم کریں، اپنا تعلق ان سے مضبوط کریں اور پھر ان کو نماز اور دوسرے دینی احکام کی طرف بلائیں۔ اگر بچے کا تعلق والدین سے مضبوط نہیں تو نصیحت کرنے پر عمل کی بجائے بچے والدین سے دور ہوتے جائیں گے۔ مشکوٰۃ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہترین تحفہ اس کی اچھی تعلیم و تربیت ہے۔''

اچھی ماں ہمیشہ اچھی قوم تیار کرتی ہے۔ خصوصاً پانچ سے دس برس کی عمر میں والدین بچوں کے ذہن میں جو بات ڈالتے ہیں وہ ان کے ذہن پر نقش ہو جاتی ہے۔ والدین اولاد کے لیے بہترین نمونہ ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ پہلے والدین خود نماز کی پابندی کریں تاکہ انکے بچے انکو دیکھ کر نماز کے پابند بنیں۔ اگر والدین خود نماز نہیں پڑھتے اور بچوں کو کہتے ہیں تو ممکن ہے کہ بچے بات ماننے کی بجائے باغی ہو جائیں۔ اس لیے والدین خود بھی نماز کے پابند رہیں اور اس کے ساتھ گھر والوں کو بھی تلقین کریں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَأمُرْ بِأَهْلَكَ باالصَّلوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا[2]

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر کاربند رہیں۔''

بہتر تو یہی ہے کہ جب بچے کی عمر پانچ برس ہو جائے تو اس کو نماز سکھانا شروع کر دیں۔ جب سات سال کا ہو جائے تو نماز کی تلقین کریں۔ جو کام محبت سے ہو جائے اس میں سختی کرنے کی کیا ضرورت؟ اس لیے پہلے بچے کو بھی محبت سے کہیں کہ ہر بچہ محبت کا متلاشی ہوتا ہے۔ مگر بعض اوقات محبت کو بچے اپنے لئے ڈھیل سمجھنے لگتے ہیں تو ایسے میں ان کے دل میں نماز کی اہمیت نہیں بیٹھتی تو ایسے موقع پر فرمایا گیا کہ انہیں مارو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بے جا اور بے تحاشہ مارا جائے بلکہ ایک دن نماز نہ پڑھی تو پیار سے سمجھایا اور پھر بھی نماز نہ پڑھی تو ڈانٹ دیا ڈانٹنے کے باوجود بھی اگر اگلی نماز میں حاضر نہ ہو تو سختی کی جائے۔ اس کے بعد بھی بچے میں نماز کی عادت نہیں پڑتی تو تربیت کی غرض سے مارنا جائز ہے۔ اس کے بعد نگرانی رکھیں۔ بچے کو معلوم ہونا چاہیے کہ نماز چھوڑنے کی صورت میں میرے والدین مجھ سے ناراض ہوں گے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

---

[1] صحیح مسلم: 6755

[2] طٰہٰ 20: 132

كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته[1]

''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔''

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے بچپن میں اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے گھر رات گزاری نبی کریم ﷺ رات کو تاخیر سے گھر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بچے نے نماز پڑھ لی ہے؟'' گھر والوں نے کہا: ''جی پڑھ لی ہے۔'' پھر آپ لیٹ گئے۔

والدین کو چاہیے کہ نماز کے لیے بچے کو ضرور اٹھائیں۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ نماز قیامت کے دن بندے اور جہنم کی آگ کے درمیان رکاوٹ بنے گی۔ آپ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھ لیں کہ اگر خدانخواستہ آپ کے گھر میں آگ لگ جائے اور آپ کے بچے سوئے ہوں تو آپ بغیر کچھ سوچے سمجھے بھاگیں گے اور بچوں کو ہر صورت اٹھائیں گے اور کہیں گے اٹھو اور اس آگ سے بچنے کے لیے راہ اختیار کرو۔ اس طرح نماز کے لیے بچوں کو (اگر وہ سوئے ہوں تب بھی) جھنجھوڑ کر اٹھائیں۔ نماز کے لیے بچوں کو اٹھانا در حقیقت ان کو آگ سے بچانا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

قُواأَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمُ النَّار[2]

''اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔''

نیز والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو نماز کی نصیحت کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالی سے بچوں کے لیے دعا مانگتے رہا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالی جس کو ہدایت دینا چاہے اس کو کون گمراہ کر سکتا ہے؟ اور دعا کرنے سے ان کی تربیت کا بنیادی فریضہ بھی ادا ہوتا رہے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہم سب کو دینی اور دنیاوی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

☆☆☆

[1] صحیح بخاری: 2558

[2] التحریم 66: 6

مضمون نگاری

انسانی جان کی عظمت

(سائرہ عزیز، پی-ایچ-ڈی سمیسٹر اول)

انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے اس کی سب سے پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کی جان اور اس کا خون محترم ہے۔انسان کے تمدنی حقوق میں اولین حق زندہ رہنے کا حق ہے،اور اس کے تمدنی فرائض میں اولین فرض زندہ رہنے دینے کا فرض ہے۔

دنیا کے سیاسی قوانین تو اس احترام حیات انسانی کو صرف سزا کے خوف اور قوت کے زور سے قائم کرتے ہیں۔ مگر ایک سچے مذہب کا کام دلوں میں اس کی صحیح قدر و قیمت پیدا کر دینا ہے،تاکہ جہاں انسانی تعزیر کا خوف نہ ہو اور جہاں پولیس روکنے والی نہ ہو،وہاں بھی بنی آدم ایک دوسرے کے خون ناحق سے محرز رہیں۔اس نقطۂ نظر سے احترام نفس کی جیسی صحیح اور مؤثر تعلیم اسلام میں دی گئی ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں ملنی مشکل ہے۔قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف زاویوں سے اس تعلیم کو دل نشین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔سورہ المائدہ میں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بیان کر کے،جن میں سے ایک نے ظلماً دوسرے کو قتل کیا تھا،فرمایا ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢابِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ[1]

"اسی وجہ سے ہم نے لکھ کر فرض کر دیا بنی اسرائیل پر کہ یہ یقینی بات ہے کہ جس نے قتل کیا کسی جان کو بغیر کسی جان قصاص کے یا زمین میں فساد مچانے کے تو گویا کہ اس نے قتل کیا تمام لوگوں کو اور جس نے (کسی کو ناحق قتل سے بچا کر) زندگی دی اسے تو گویا کہ اس نے زندگی دی تمام لوگوں کو اور البتہ تحقیق آئے ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل کے ساتھ،پھر (بھی) بیشک اکثر (لوگ) ان میں سے اس کے بعد زمین میں یقیناً حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

ایک دوسری جگہ اللہ اپنے نیک بندوں کی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا[2]

وہ اس جان کو جس کو اللہ نے محترم قرار دیا بغیر حق کے ہلاک نہیں کرتے،اور نہ زنا کرتے ہیں،اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ کیے کی سزا پائے گا۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] سورۃ المائدہ: 32

[2] سورۃ الفرقان: 68

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [1]

''کہہ دیجیے کہ آؤ! میں تم کو بتاؤں کہ اللہ نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں۔ تم پر واجب ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والدین سے نیک سلوک کرو، اپنی اولاد کو مفلسی تنگ دستی کے باعث قتل نہ کرو، ہم جہاں تم کو رزق دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے، بدکاریوں کے قریب بھی نہ بھٹکو، خواہ وہ چھپی ہوئی ہوں یا کھلی، کسی ایسی جان کو جس کو اللہ نے محترم قرار دیا ہے ہلاک نہ کرو سوائے اس صورت کے کہ ایسا کرنا حق کا تقاضا ہو۔ اللہ نے ان باتوں کی تمہیں تاکید کی ہے، شاید کہ تم کو کچھ عقل آئے۔''

اس تعلیم کے اولین مخاطب وہ لوگ تھے جن کے نزدیک انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں تھی اور جو اپنے ذاتی فائدے کی خاطر اولاد جیسی چیز کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان طبیعتوں کی اصلاح کے لیے خود بھی ہمیشہ احترام نفس کی تلقین فرماتے رہے اور یہ تلقین ہمیشہ موثر انداز میں ہوا کرتی تھی۔ احادیث میں کثرت سے اس قسم کے ارشادات پائے جاتے ہیں جن میں بے گناہ کا خون بہانے کو بدترین گناہ بتایا گیا ہے۔

عن انس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: اكبر الكبائر الإشراك بالله وقتل النفس وعقوق الوالدين وقول الزور او قال وشهادة الزور[2]

حضرت انس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'': بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اور قتل نفس اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹ بولنا۔''

صاحبِ شریعت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ امام ابن ماجہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ملاحظہ ہو:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، وَيَقُولُ: مَا أَطْيَبَكِ وَأَطْيَبَ رِيحَكِ، مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ حُرْمَةً مِنْكِ مَالِهِ وَدَمِهِ، وَأَنْ نَظُنَّ بِهِ إِلَّا خَيْرًا.[3]

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: (اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! مومن کے جان و مال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔''

---

[1] سورۃ الانعام: 151

[2] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الدیات: باب قول تعالیٰ: ومن احیاھا، رقم حدیث: 6871

[3] قزوینی، ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ، 2: 1297، رقم: 3932

فولادی اور آتشی اسلحہ سے لوگوں کو قتل کرنا تو بہت بڑا قدم ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ اسلام کو اپنے مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ سے محض اشارہ کرنے والے کو بھی ملعون و مردود قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ.[1]

''تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ کو ڈگمگا دے اور وہ (قتلِ ناحق کے نتیجے میں) جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔''

یہاں اِستعارے کی زبان میں بات کی گئی ہے یعنی ممکن ہے کہ ہتھیار کا اشارہ کرتے ہی وہ شخص طیش میں آجائے اور غصہ میں بے قابو ہو کر اسے چلا دے۔ اس عمل کی مذمت اور قباحت بیان کرنے کے لئے اسے شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے تاکہ لوگ اِسے شیطانی فعل سمجھیں اور اس سے باز رہیں۔

یہی مضمون ایک اور حدیث میں اِس طرح بیان ہوا ہے:

مَنْ أَشَارَ إِلَى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتَّى يَدَعَهُ، وَإِنْ كَانَ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ.[2]

''جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی (ہی کیوں نہ) ہو۔''

قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان کو عالی مقام عطا کیا گیا ہے اور اسکی جان کی حرمت صریح الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ قتل کو گناہِ کبیرہ قرار دیتے ہوئے قاتل کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔ لہذا مسلمان کو چاہیے کہ وہ نہ صرف اس گناہِ کبیرہ سے دور رہے بلکہ کوئی بھی ایسا قدم نہ اٹھائے جو اسے قتل کی طرف مائل کرے۔

☆☆☆

---

1 مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھي عن إشارۃ بالسلاح، 4: 2020، رقم: 2617

2 مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب النھي عن إشارۃ بالسلاح، 4: 2020، رقم: 2616

بیٹی۔۔۔رحمت یا زحمت

(ملائکہ نور، بی۔ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

سو میں سے ننانوے فیصد لڑکیاں زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر کم از کم ایک بار یہ جملہ ضرور بولتی ہیں کہ کاش میں لڑکی نہ ہوتی۔

آخر کیوں؟ایسی کیا وجہ ہے کہ وہ لڑکی جو کہ اس بات کا شعور رکھتی ہے کہ اسلام میں بحیثیت عورت اس کا کیا مقام ہے، ماں ہو تو قدموں تلے جنت، بیٹی ہو تو گھر کے لیے رحمت، بہن ہو تو بھائی کا مان، بیوی ہو تو شوہر کا سکون اور اس کا آدھا ایمان، یہ سب جانتے ہوئے بھی وہ اپنے آپ سے زندگی میں کئی بار یہ بات دہراتی ہے۔آخر کیوں؟ کیا اس لڑکی کا تعلق کسی فیمینسٹ تحریک سے ہوتا ہے؟

یہی سوال میں نے بحیثیت لڑکی خود سے کیا۔ آخر وہ کونسی وجوہات ہیں کہ جو اس امر کا سبب بنتی ہیں؟ کیوں وہ خود کو اتنا بے بس سمجھتی ہے؟ کیوں وہ خود کے وجود کو حقیر جان کر اپنی جنس جو کہ عطائے خداوندی ہے اس کے بارے میں نادم ہے اور اس کی ذات خود اپنے لئے ایک سوالیہ نشان ہے۔

ان سب باتوں کا اصل محرک اسلام سے دوری ہے اور اسلام کو محض عبادات کی حد تک اپنی زندگیوں میں لاگو کرنا ہے۔اسلام نے عورت کو بہت بڑا مقام عطا کیا ہے لیکن ہمارے معاشرے نے ہی عورت کی حرمت و عظمت کو پامال کیا ہے۔ایک لڑکی اپنی زندگی میں جب یہ جملہ بولتی ہے تو اس سے قبل وہ کن چیزوں کا سامنا کرتی ہے کہ نوبت اس جملے تک آجاتی ہے۔ کون سے عوامل اس جملے کا سبب بنتے ہیں آیئے انہیں دیکھتے ہیں۔

جب ایک بچی پیدا ہوتی ہے تو اس کے والدین کو سب سے پہلے اپنے ہی عزیز و اقارب سے یہ بات سننی پڑتی ہے کہ اب تو ہمارے بھائی کے کندھوں پر بوجھ بڑھ گیا ہے۔ پیدا ہوتے ہی اس بچی کے کان میں یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ تم ہمارے لیے ایک بوجھ ہو۔ پھر جب اس کی پڑھنے کی عمر آتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسے پڑھا لکھا کر کیا کرنا ہے آخر میں تو اس نے روٹیاں ہی پکانی ہیں۔اس لیے اسے پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں گھر بٹھا کر رکھو۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ایک لڑکی کی سب سے اولین ترجیح اس کا گھر ہے اور آنے والے وقت میں اس نے روٹیاں ہی بنانی ہیں، لیکن کیا اس کی ذمہ داریاں یہیں اختتام پذیر ہو جاتی ہیں۔ کیا اس نے ایک خاندان کو سنبھا لنے کی ذمہ داری ادا نہیں کرنی، اولاد کی تربیت کر کے انہیں باشعور نہیں بنانا؟ تو پھر کیوں اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں جن سے یہ محسوس ہو کہ اس کی قدر و قیمت تو فقط ایک ملازمہ کے برابر ہے۔

اور اگر وہ پڑھنے کے لیے گھر سے نکل ہی جاتی ہے تو کردار کشی کا حملہ کیا جاتا ہے۔غیرت کے نام پر اس کے باپ اور بھائی کو بھڑکا دیا جاتا ہے اور یہ معاشرہ بڑی دیدہ دلیری سے ایک باکردار اور باوقار بچی کے کردار کو چھلنی کر کے اسے گھر بٹھانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔اور کہیں پر اگر ماں باپ انہیں سپورٹ کریں اور ان پر بھروسہ کر کے انہیں پڑھنے کی اجازت دے دیں تو پھر بھی ہمارے اپنوں کے وار جاری رہتے ہیں جو ہر دم اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ چوٹ لگاتے جاؤ، گھاؤ دیتے جاؤ کبھی نہ کبھی تو ٹوٹ کر گر ہی جائے گی۔

اور اسی کشمکش میں اس کی زندگی کا ایک طویل حصہ گزر جاتا ہے جو کہ اسے اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں خود مختار تو کیا دوسروں کے کیے ہوئے فیصلوں میں اظہارِ رائے کا حق بھی نہیں رکھتی۔

اس کے بعد زندگی ایک اہم موڑ لیتی ہے اور وہ ازدواجی زندگی میں قدم رکھتی ہے۔ جی ہاں وہ زندگی جو کہ مرد اور عورت نے عمر بھر ایک ساتھ گزارنی ہے۔ اس میں عورت کی رائے قطعاً کوئی معنی نہیں رکھتی۔ وہ حق جو اسلام نے اسے دیا ہے وہی اس سے چھین لیا جاتا ہے اور اپنے فیصلے اس پر مسلط کر دیے جاتے ہیں اور ایک ان چاہے مرد کے ساتھ اسے عمر قید سنا دی جاتی ہے۔

مانا کہ وہ عمر کے جس حصے میں ہے اسے صحیح غلط کی پہچان کم ہوتی ہے مگر اس کی رائے بھی تو اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی پسند ناپسند کو بھی تو موضوع خاطر لانا چاہیے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ ایک جوان لڑکا لڑکی کو اتنی چھوٹ دے دی جائے کہ وہ کالجوں یونیورسٹیوں میں محبت کے نام پر حرام کام کرے اور اس کے بعد اسلام کی آڑ میں اپنی پسند کو ماں باپ پر مسلط کریں۔ بلکہ اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے ماں باپ کے کیے ہوئے انتخاب پر پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

یہ بے جا کی سختی اور ناجائز احکامات انھیں آنے والی زندگی میں ایک ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیتے ہیں جہاں وہ نہ پیچھے مڑ کر دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی آگے بڑھ سکتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کسی بھی مخلوق سے اس کے بنیادی حقوق ضبط کر کر لیے گئے تو پھر وہ بغاوت پر اتر آئی ہے اور اسی طرح سے ہماری نوجوان نسلیں بھی بغاوت کرنے پر آگئی ہیں۔

ان فیصلوں میں سب سے زیادہ پسنے والی ذات ایک لڑکی کی ہوتی ہے جس کو جذباتی کر کے ماں باپ کی عزت کے لیے قربانی کا درس دیا جاتا ہے۔ اور اس سے اس کی رائے کا حق چھین لیا جاتا ہے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ اور ایک اندھے کنویں میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ جہاں اسے چاہتے نا چاہتے ایک شخص کے ساتھ زندگی کا ہر قدم اٹھانا ہے۔ اور پھر مشکلات کا ایک نیا دور اس کا منتظر ہوتا ہے۔

ان سب تلخ تجربات کے بعد ایک لڑکی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ کاش میں ایک لڑکی نہ ہوتی!!!!!!!!

ہم سب کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ بیٹیاں پھولوں کی طرح ہوتی ہیں اگر ان کا خیال رکھیں گے تو یہ زندگی بھر خوشبو دیتی رہیں گی اور اگر ان کی قدر نہیں کریں گے تو لوگ انھیں مسل کر رکھ دیں گے۔

حقائق کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات تو واضح ہے کہ یہ لڑکی کسی فیمینسٹ تحریک سے تعلق رکھنے والی نہیں بلکہ ایک عام اور سادہ گھر کی لڑکی ہے۔ ہاں البتہ ہمارے معاشرے کا یہ رویہ اسے ایسی تحریک کا حصہ بننے میں ضرور اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ خدارا اپنی بیٹیوں کے احساسات کا خیال رکھیں اور انہیں سمجھنے کی کوشش کریں۔

☆☆☆

افسانہ نگاری

حسرت

(ایمان فاطمہ، بی۔ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

''آپ پانی بہت زیادہ پیتے ہیں؟''

نرس نے اس کی خالی بوتل دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ایک اور بوتل اس کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

جی! وہ پیاس کافی لگ رہی تھی۔ اس نے بوتل کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اوکے! کوئی مسئلہ نہیں بس آپ اللہ سے دعا کریں کہ جلد ٹھیک ہو جائیں اور آپ کی ٹیسٹ رپورٹ نیگیٹو آئے۔ نرس نے کہا۔ وہ سر ہلانے لگا مگر یہ بات تو ابھی اسکی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ وہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس کا نام شفیع تھا۔ ایک خانہ بدوش، ایک نجارہ جس کی ساری عمر جھونپڑیوں میں گزری تھی۔ ایک عرصے تک غباروں میں اپنی سانسیں بیچ کر روزی کمانے والا شفیع۔ غبارے پھلاتے ہوئے ہی اسے کھانسی کا موذی مرض لگا تھا جو تب سے اس کی جان کا روگ بنا ہوا تھا۔ دو دن پہلے کی بات تھی کہ شفیع سرکاری ہسپتال میں دوا لینے کے لیے گیا۔ ہسپتال کے گیٹ پر ایک آدمی ایک عجیب سا آلہ لیے کھڑا تھا۔ وہ آلہ ہر آدمی کی پیشانی کے سامنے کرتا اور پھر اسے اندر داخل ہونے دیتا۔ شفیع کی باری آئی۔ اس نے آلہ اس کی پیشانی کے مقابل کیا اور پھر چونک اٹھا۔ اس آدمی کا چہرہ تو ماسک میں چھپا تھا اس لیے اس کے تاثرات تو ظاہر نہ ہو سکے مگر اس کی آنکھوں میں خوف سا چھا گیا۔ عین اسی وقت شفیع کو کھانسی کا دورہ پڑا۔ وہ کھانستے کھانستے دوہرا ہو گیا تھا۔ ادھر کھڑا وہ آدمی چیخ چیخ کر کچھ لوگوں کو آوازیں دے رہا تھا۔ شفیع نے دیکھا تو سر تا پاؤں عجیب سا لباس پہنے دو آدمی اس کی طرف بڑھے اور اسے پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔

کہاں لے جا رہے ہو؟ چھوڑو مجھے! شفیع نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ اسے چہرے پر ماسک چڑھا کر ایک گاڑی میں بٹھا دیا گیا اور گاڑی چل پڑی۔ یہ سارا معاملہ اس کی فہم سے بالاتر تھا۔ اس کی اگلی منزل ہسپتال تھی، جہاں اسے ہسپتال کا ڈھیلہ ڈھالہ سا لباس پہنایا گیا اور اس کی جان اپنے بدبودار کپڑوں سے چھوٹ گئی۔ اسے ایک روشن اور ہوادار کمرے میں بیڈ پر لٹا دیا گیا۔ اتنا نرم بستر! وہ پہلے اس طرح کے بستر پر کبھی نہیں سویا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کسی محل میں آگیا ہو۔

صاف ستھرا کمرہ، ٹھنڈی ہوا اور سب سے بڑھ کر بیڈ کے ساتھ بوتل میں پڑا میٹھا اور خوش ذائقہ پانی۔ پہلے پہل جب اس نے یہ پانی چکھا تو پوری بوتل ایک سانس میں غٹا غٹ پی گیا۔ اس نے اس سے پہلے ایسا مزے دار پانی نہیں پیا تھا۔ ان کے علاقے کا پانی تو بہت کھاری اور بدبودار تھا۔ ناک بند کر کے اسے حلق سے اتارنا پڑتا تھا۔ مگر یہاں کے پانی کی تو بات ہی اور تھی اس لیے وہ بوتل پر بوتل پیتا چلا جا رہا تھا۔ تبھی نرس بول پڑی کہ آپ پانی بہت زیادہ پیتے ہیں۔ شفیع کو ہسپتال میں آئے دو دن ہو چکے تھے۔ اس دوران کئی ڈاکٹرز نے اس کا چیک اپ کیا تھا۔ اس کے مختلف لیب ٹیسٹ کرائے گئے تھے جن کی رپورٹس کا ڈاکٹرز کو انتظار تھا۔ کیونکہ چیک اپ کے بعد تمام ڈاکٹرز یہی کہتے تھے: ''شفیع دعا کرو تمہیں وہ وائرس نہ ہو۔ کل تمہاری رپورٹس آجائیں گی اور اگر وائرس بھی ہوا تو پریشان نہیں ہونا۔'' وہ صرف ''جی'' ہی کہتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ اور کیا کہتا۔ اس کے مطابق تو

وہ بالکل ٹھیک تھا بلکہ یہ دن تو اس کی زندگی کے یادگار دن تھے۔اس سے پہلے وہ اتنی آسائش میں نہیں جی رہا تھا۔اگلے روز ڈاکٹرز اس کے کمرے میں داخل ہوئے اور کچھ کاغذی کاروائی کرتے رہے۔اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ایک کاغذ شفیع کے سامنے لہرایا اور پر مسرت آواز میں بولے:

''مبارک ہو شفیع! تمہاری ٹیسٹ رپورٹ نیگیٹو آئی ہے آپ کو کرونا نہیں۔آپ کو جلد گھر بھیج دیا جائے گا۔''

ڈاکٹر کہتا جارہا تھا اور شفیع تیز تیز سر ہلاتے ہوئے جی جی کہتا جارہا تھا۔اس کے بعد ڈاکٹر چلے گئے اور شفیع کو دوبارہ اس کا پرانا اور بدبودار لباس پہنا دیا گیا۔کچھ دیر بعد وہ ہسپتال کی پرشکوہ عمارت کے باہر کھڑا اسے تکے جارہا تھا۔سب کچھ خواب کی طرح لگ رہا تھا۔اسے کرونا وائرس تو نہیں تھا مگر غربت کا وائرس اس کی زندگی کیا اس کی نسلوں پر محیط تھا۔بنیادی ضروریات زندگی کے فقدان کا وائرس ایک عرصے سے اس کو لگا ہوا تھا۔مگر دنیا والوں کو اس وائرس سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔اس لیے اس کے بارے میں کوئی اقدامات نہیں کیے جارہے تھے۔اس نے ہسپتال پر آخری نگاہ ڈالی اور چل پڑا واپس مڑتے ہوئے وہ بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

کاش مجھے بھی یہ وائرس ہوتا!!!

☆☆☆

مہلت

(عائشہ خان، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

اس نے ایک جھٹکے سے اپنی انکھیں کھولیں اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے ارد گرد دیکھنے لگی۔ کمرے میں ایک نیلی بتی روشن تھی۔ اس کا ذہن سن تھا اور کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کے پھیپھڑے گویا کسی شکنجے میں جکڑے ہوئے تھے۔ اچانک اس کی نظر کے سامنے ایک سایہ سا لہرایا اور اسے اپنے پیروں سے کچھ کھچتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ کو جنبش دینے کی کوشش کی مگر وہ ہلنے جلنے سے قاصر تھی اور پھر ایک ہی لمحے میں وہ سمجھ چکی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ''موت! موت کی گھٹن!! تکلیف دہ عمل!!'' اسے کسی کے ادا کیے گئے الفاظ اپنی سماعتوں میں گونجتے ہوئے محسوس ہوئے اور آہستہ آہستہ چہرہ واضح ہو گیا۔ منظر اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔ یہ اس کی دادی تھی جو آج صبح ہی نہایت عریاں لباس پہننے پر اسے نصیحت کر رہی تھی۔ ''دادی آپ کی عمر ہو گئی ہے۔ آپ کو ہیلو سینیشن (Hallucination) کے دورے پڑتے ہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ یہ موت، یہ زندگی سب ایک کھیل تماشہ ہے۔ دو دن کی زندگی ہے خود بھی جئیں اور مجھے بھی جینے دیں۔'' اس نے ان کی بات کو ہنسی مذاق میں اڑا دیا۔ یہ پاؤں جن پر اس لمحے ہزاروں لاکھوں کانٹوں کے چبھنے کا درد محسوس ہو رہا تھا، وہی تھے جن میں اس نے آج صبح ہی Charles & Keith کا مہنگا جوتا پہنا تھا جس کا مقصد فقط اپنی دوستوں پر اپنی دولت کی دھاک بٹھانا تھا۔ یہ پاؤں جن سے چل کر وہ اپنے دوستوں کی موسیقی اور رقص سے رنگا رنگ تقاریب میں جایا کرتی تھی۔ یہ پاؤں تو وہ تھے جنکی نوک پر وہ زمانے بھر کو رکھتی تھی۔ ''نوشی تم اپنے ہاتھ پاؤں کو اتنا maintain کیسے کر لیتی ہو؟'' اس کی دوست شعلہ نے اس سے ایک روز حسرت بھرے انداز میں پوچھا۔ جس کا جواب اس نے عام سے انداز میں دیا۔ ''کچھ زیادہ نہیں شعلہ بس مہینے میں تین بار سلون (salon) میں وقت دینا ہوتا ہے۔ آخر ہم ایک سوسائٹی میں رہتے ہیں۔ مینٹین تو کرنا پڑتا ہے نا۔ ورنہ لوگ کیا سوچیں گے کہ ڈاکٹر شمس خان کی بیٹی نوشین خان کس قدر لاپرواہ ہے۔'' ''اصل پاکیزگی، روح کی پاکیزگی ہے بیٹا!'' اپنے ازلی نرم انداز میں اس کو نصیحت کرتی یہ اس کی دادی تھی اس نے ان کی بات سنی ان سنی کی اور اپنی دوست کو اس کے بازو سے پکڑتی اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

''یہ سب سچ کیسے ہو سکتا ہے؟'' اس نے سوچا۔ ''یہ سب تو افسانوی باتیں ہیں اور کتابوں میں لکھی کہانیاں ہیں جو لوگوں کو محدود کرتی ہیں اور ان کی زندگی سے رنگ نچوڑتی ہیں۔ کیا واقعی وہ اس دنیا سے جا رہی تھی اور اس کو موت نے آلیا تھا؟'' تکلیف تھی کہ بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی گویا کوئی اسے نوچ رہا ہو مگر وہ منہ سے ایک حرف تک ادا نہیں کر سکتی تھی۔

اب یہ تکلیف رینگتے ہوئے اس کی ٹانگوں تک پہنچ چکی تھی۔ ''اتنی لمبی میکسی!! میں نے آپ کو کہا تھا کہ اس کی لینتھ کو گھٹنوں سے اوپر رکھنا ہے۔ یہ کیا آپ نے گواروں والا ڈیزائن بھجوایا ہے۔'' اب کی بار وہ فون پر اپنے ڈیزائنر کو ہدایات دینے میں مصروف تھی۔ ''بیٹے! ستر کا پردہ اور عصمت کی حفاظت بحیثیت عورت ہمارا فرض عین ہے۔ اس کا خیال رکھا کرو۔'' تسبیح کے دانے گھماتی اس کی دادی نے اس کو کہا۔ نوشی نے فون بند کیا اور گلا پھاڑ کر چلانے لگی: ''کتنی دفعہ آپ سے کہا ہے کہ جب کوئی انسان فون پر بات کر رہا ہو تو درمیان میں نہیں بولتے۔ آپ گاؤں کیوں نہیں چلی جاتیں جہاں عورتیں خود کو چادروں میں لپیٹ کر رکھتی ہیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی ہیں۔'' اب وہ خوفزدہ تھی۔۔۔ کانپتے ہوئے اس نے سوچا ''وہ وقت آگیا؟ ابھی تو میں جوان ہوں اور اتنی جلدی کیسے مر سکتی ہوں؟''

''خود کو فٹ رکھنے کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے شعلہ۔۔۔ ورزش، یوگا کرنا ضروری ہے۔ آخر figure بھی تو مینٹین رکھنی ہے نا۔'' سب اس کی نظروں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ جملے اس کی سماعتوں میں گونج رہے تھے۔ ''آج کل رواج ہے ڈیڈی ایسی ڈریسنگ کا۔ آپ دادو کو سمجھائیں وہ مجھ سے نہ الجھا کریں''۔ اس نے ایک رات اپنے باپ سے کہا۔ ''بیٹے وہ پرانے خیالات کی مالک ہیں ان سے مت بحث کیا کرو۔ کان جھاڑ کر گزر جایا کرو۔

just do what you want'' اس کے باپ نے اسے جواب دیا تھا۔ ''میں نے تو وہی کیا نا جو مجھے میرے والدین نے سکھایا کہ سوسائٹی میں مقام پیدا کرو۔۔۔ پی آر بناؤ۔۔۔ تعلقات بڑھاؤ۔۔۔ پھر یہ تکلیف اور یہ اذیت کیسی ہے؟ مجھے تو کوئی وارننگ نہیں ملی۔ کوئی اشارہ جو مجھے بتا دیتا کہ انجام قریب ہے۔'' اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا مگر وہ برف کی سل کی مانند سخت پڑ چکی تھی۔ ''نوشی تمہاری گردن زیادہ نازک ہے یا یہ پینڈنٹ؟'' یہ اس کا دوست فارس تھا جو بے باک انداز میں اس کو سراہ رہا تھا۔

منظر بدل چکا تھا اور اس کے سامنے اب وہ اپنے بستر پر موجود تھی۔ اس کے کانوں میں دادی کی تلاوت کرتی ہوئی نحیف سی آواز پڑ رہی تھی۔ وہ تنک کر بستر سے نکلی اور جا کر دادی کو سخت سست سنائی۔ اس کی دادی بس یہ کہتے کہتے رہ گئی کہ بیٹا یہ خدا کا کلام ہے۔ بے شک میری عزت مت کرو مگر اس کی عزت کرو۔ آہستہ آہستہ اس کے جسم کے مختلف اعضاء اس کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ بہت سی آوازیں، چہرے آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے مگر ایک آواز بہت واضح تھی گویا اس کے تمام تر سوالات کا جواب دے رہی ہو۔ ''بیٹا جب نصیحت ملے تو اسے وارننگ سمجھ کے قبول کر لیا کرو۔ یہ الفاظ مجھے میرے اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں۔ یہ میرے اپنے الفاظ نہیں۔'' ''اتنی ہی آپ ولی اللہ ہیں تو مر جائیں اور چلی جائیں اپنے اللہ کے پاس اور چھوڑ دیں میرا پیچھا۔'' آنسو کا ایک گرم گرم قطرہ اس کی آنکھ کے کنارے سے ٹوٹ کر گال پر لڑھک گیا۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ دھندلا رہی تھیں۔ ''ایک تو آنکھیں قاتل ہوں اور دوسرا اس پر لگ جائے کاجل!! کہاں جائیں ہم اسیر۔۔۔'' اس کی کلاس کے لڑکوں نے اس کی آنکھوں پر تبصرہ کیا تھا اور وہ محض مسکرا کر اتراتی ہوئی ان کے قریب سے گزر گئی تھی۔ ابھی کل ہی کی تو بات ہے۔ پھر ایک دھماکہ ہوا تھا شاید اس کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ ''پریشانی کی کوئی بات نہیں سب کچھ انڈر کنٹرول ہے سر! آپ بے فکر ہو جائیں۔'' اس نے ایک ڈاکٹر کو کہتے سنا جو اس کے پریشان والد کو اس کی حالت کی بریفنگ دے رہا تھا۔ ''کہاں ہیں بابا کے وہ قابل ڈاکٹر جن کے وہ گن گایا کرتے تھے۔ بچاتے کیوں نہیں مجھے اس تکلیف اور اذیت سے۔۔۔ کیوں نہیں لوٹا دیتے مجھے میری سانسیں اور زندگی کی وہ رنگینیاں۔'' اس کی سانس آہستہ آہستہ اکھڑ رہی تھی اور پھر اس کے دہانے لگے آلے پر چلتی لکیر بالکل سیدھی ہو گئی اور کمرے میں ایک مخصوص آواز آنے لگی گویا الارم بج رہا ہو۔ نیلے رنگ کا بلب مسلسل روشنی کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر نوشین خان کا مقدر اب اندھیرا تھا۔

☆☆☆

کچھ یادیں کچھ باتیں

خانسپور کی سیر

(بریرہ، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

28 اگست کو ادارہ علوم اسلامیہ کا تفریحی دورہ خانسپور جانا طے پایا۔ خانسپور صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع ایبٹ آباد میں واقع ایک مشہور سیاحتی مقام ہے۔ یہاں پنجاب یونیورسٹی کے ہاسٹل بھی واقع ہیں۔

اس تفریحی دورے کے لیے ہفتہ پہلے تیاری شروع کر دی گئی۔ بھری الماری میں سے پہننے کو دو جوڑے نہ ملے۔ لہٰذا نئے جوڑے کے لیے امی کا خوب سر کھایا اور ان کی ڈانٹ بھی۔ کافی تگ و دو کے بعد ہم دو جوڑے لینے کے قابل ہو گئے۔ مقررہ روز سامان سمیٹ کر ڈیپارٹمنٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہماری دوستوں کے سامان میں آدھے سے زیادہ کھانے کی چیزیں ہیں۔ چونکہ لاہوریوں کا قومی نعرہ ہے کہ پہلے پیٹ پوجا پھر کوئی کام دوجا۔ لہٰذا ہمیں زیادہ تعجب نہیں ہوا۔

روانگی سے قبل معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عبداللہ کے ساتھ ان کی اہلیہ، دو بیٹیاں اور ایک بیٹا بھی ٹرپ پہ ساتھ جائیں گے۔ ڈاکٹر عبداللہ کے بیٹے محمد تقی کو دیکھ کر ایسا لگا کہ سر عبداللہ اب ساشے پیک میں بھی دستیاب ہیں۔ میڈم سعدیہ بھی اپنے شوہر اور بیٹی کے ہمراہ تشریف لائیں۔

تقریباً گیارہ بجے بس اسلام آباد کی طرف رواں دواں ہوئی۔ آغاز میں تو سفر کافی خوشگوار گزرا۔ کوئی کھانے میں مصروف تھا تو کوئی کھلانے میں۔ کوئی چڑی اڑی کھیل رہا تھا تو کوئی یسو پنجو۔ کوئی گا رہا تھا تو کوئی اس بے سرے گانے کو برداشت کر رہا تھا۔ یہ کاروائیاں جاری و ساری تھیں کہ کھانے کا ساز و سامان ختم ہوا اور بھوک نے انگڑائی لی۔ اس بھوکی عوام کو جب اسلام آباد سیور ریسٹورنٹ کے پاس اتارا گیا تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔ سیور میں ہمیں وہاں کا مشہور پلاؤ کھانے کا موقع ملا۔ مگر لاہور کی دیسی عوام نے اسے تڑکے والے چاول کہہ کر خوب بدنام کیا۔ پینڈو کہیں کے۔

اسکے بعد ہم لیک ویو پارک میں گئے۔ وہاں پانی میں کشتی چلانے کا موقع ملا۔ پانی میں کشتی چلانے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے مگر وہاں ایک عدد کشتی والا جھولا ایسا بھی تھا کہ جس کی کشتی ہوا میں اڑتی تھی۔ اس پر سوار ہونے کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ کشتی نہیں جہاز تھا۔ اس کشتی سے اتر کر مزید کوئی جھولا لینے کی ہم میں سکت نہ رہی۔

مغرب کے بعد بس خانسپور کی طرف روانہ ہوئی۔ پہاڑوں کے درمیان دشوار گزار راستوں سے گزرتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہم بھول بھلیوں میں کھو گئے ہیں۔ قریباً گیارہ بجے ہم خانسپور کے یونیورسٹی ہاسٹل میں پہنچے۔ تمام لوگ تھکن سے چُور تھے لیکن کھانے میں جب قورمہ دیکھا تو سب کی تھکن اڑن چھو ہو گئی۔ کھانے سے فراغت کے بعد ہم سونے کے لیے لیٹے تو کچھ خواتین نے اپنے قہقہوں سے ہماری نیند حرام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کے قہقہے ہماری سماعت پر اس قدر گراں گزرے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ڈریکولا ہنس رہا ہے۔

جمعہ کی صبح ناشتے کے بعد آبشار پر جانے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ آبشار پر جاتے ہی خواتین نے تصویروں کی بھرمار کر دی۔ گھنٹہ بھر ہم ٹھنڈے پانی میں پیر ڈال کر بیٹھے رہے۔ تھوڑا وقت گزرا تھا کہ وہ بندر جنہیں ہم سارا راستہ کھانے کی چیزیں دیتے آئے تھے، آبشار کی بلندی سے پتھر پھینکنے لگے۔ آخر بندروں والی حرکت کر ہی دی۔ جانور کی اولاد۔ ہونہہ۔

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم پنجاب یونیورسٹی کے ریسرچ سنٹر میں گئے۔ یہ ایک چھوٹی سی عمارت ہے جس کے باغیچے سے خانسپور نہایت خوبصورت نظر آتا ہے۔ ہم وہاں کھڑے خانسپور کا نظارہ کر رہے تھے کہ کیمپس میں بیٹھے انکل نے دروازہ بند کرنے کا کہا کیونکہ ان کے بقول دروازہ کھلا چھوڑنے پر سنٹر میں بکریاں گھس جاتی ہیں۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ انکل نے بکریاں حقیقتاً بکریوں کو کہا تھا یا بکریوں سے ان کی مراد ہم تھیں۔ خیر ہمیں کونسا فرق پڑتا ہے۔

اگلے دن ہم ہورنوئی کے لیے نکلے۔ یہ ایبٹ آباد سے 11 میل دور ایک خوبصورت جھیل ہے۔ جھیل کا صاف پانی دیکھ کر لاہور کی نہر یاد آئی تو میں نے جھرجھری لی۔ کہاں ہورنوئی اور کہاں لاہور کی گندی نہر جسے لاہوریوں نے گندا کر رکھا ہے۔ ہورنوئی سے واپسی پر نتھیا گلی گئے۔ بھوک کے مارے چوہوں نے پیٹ میں اودھم مچا رکھا تھا۔ کوئی زنگر بر گر نتھیا گلی کے سموسے اور ڈونٹ کا متبادل نہیں ہو سکتا۔

اتوار کو ہم لاہور واپسی کے لئے خانسپور سے روانہ ہوئے۔ راستے میں پیڑ یاٹار کے لیکن چیئر لفٹ خراب تھی۔ بدنصیبی نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ لیکن ہم نے وہاں سے سٹے لیے اور سڑک کے کنارے ٹہلتے ہوئے کھائے۔

اگرچہ سفر بہت لمبا تھا مگر یہ میری زندگی کا خوشگوار ترین سفر تھا۔ آج بھی جب اس سفر کی کوئی یاد ذہن کے دریچوں سے اڑتی ہوئی آتی ہے تو مجھے مسرور کر دیتی ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر بوڑھے لمبے تنے، نیلے آسمان کے تھال میں بکھرے بادل، بل کھاتی سڑکیں، آبشار سے بہتا ہوا ٹھنڈا پانی، رخسار سے ٹکراتے سرد ہوا کے جھونکے اور آبشار کی بلندی پر ننھے پودے پر لگے دو سفید پھول دل کو بہت بھاتے ہیں اور انسان اقبال کی اس آرزو کو سمجھ جاتا ہے جس کا تذکرہ انہوں نے یوں کیا تھا:

؎ دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب

کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

شورش سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا

ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

مرتا ہوں خامشی پر یہ آرزو ہے میری

دامن میں کوہ کے اک چھوٹا سا جھونپڑا ہو

آزاد فکر سے ہوں عزلت میں دن گزاروں

دنیا کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہو

☆☆☆

نیرنگ خیال

زندگی کے چند اصول

(ام حبیبہ،بی-ایس سمیسٹر ششم،مارننگ)

- زندگی ایک ترازو کی طرح ہے کہ ہمیشہ دو پلڑوں میں سوار رہتی ہے کبھی خوشیوں کا پلڑا بھاری تو کبھی غموں کا پلڑا بھاری۔
- ہر انسان زندگی میں کچھ پاتا اور کچھ کھوتا ہے کیونکہ زندگی ایک امتحان ہے جو انسان کے پاس ہے اس کی قدر نہیں اور جو کھو گیا اسے ڈھونڈتا ہے۔
- زندگی، کبھی رشتے عطا کر کے آزماتی ہے اور کبھی رشتوں سے محروم کر کے، کیونکہ رشتے ہی زندگی کا احساس دلاتے ہیں۔
- زندگی ہمیشہ ایک طرز پر نہیں رہتی کیونکہ زندگی میں کبھی اندھیرا اور کبھی اندھیرے کے بعد روشن صبح کا انتظار رہتا ہے، یہی اتار چڑھاؤ زندگی کی خوبصورتی ہے۔
- انسان کو اپنے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔
- خوشیوں کے بعد غم دیتی ہے اور پھر غموں کے بعد خوشیاں، یہ زندگی کی حقیقت ہے۔اس دنیا میں ہر چیز فانی ہے۔جہاں خوشیاں فانی وہاں غم بھی فانی۔کچھ بھی ابدی نہیں سوائے خداوندی باری تعالیٰ کے۔اس لیے صرف ابدی ذات کے لیے جیا کریں۔سارے غم اور خوشیاں بے معنی ہو جائیں گی۔کیونکہ زندگی ایک سفر ہے اور سفر میں کبھی دھوپ اور کبھی چھاؤں، لیکن منزل ہمیشہ معتدل ہونے کی امید رکھیں۔کیونکہ سفر چاہے کتنا بھی کٹھن ہو اگر منزل اچھی ہو تو صبر آ ہی جاتا ہے۔اس لیے اس فانی دنیا میں اپنی آخرت اچھی کرنے کی کوشش کریں۔

☆☆☆

بے ربط

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر ششم،مارننگ)

درج ذیل میں کچھ ایسے بے ربط خیالات ہیں جو میرے ان کہے اور ان سنے لفظوں کا مجموعہ ہے۔اس کا تعلق میری سوچ سے ہے اس لیے ممکن ہے کہ قارئین ان سے متفق نہ ہوں۔

بے ربط خیال#1

اگر آپ کسی کے ساتھ بہت اچھے ہیں اور اس کے باوجود اگلا شخص آپ کو بداخلاقی دکھا رہا ہے تو جان لیں یہ اس کے سراہنے کا ہی ایک انداز ہے یعنی میں کہنا چاہ رہی ہوں کہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق بات کرتا ہے۔کچھ لوگ کھلے دل سے آپ کی قربانیوں کے معترف ہوتے ہیں جبکہ کچھ لوگ اپنی سوچ کے مطابق لفظوں کی آلودگی سے صحیح بات کو بھی غلط رنگ دے دیتے ہیں۔آپ کے اخلاق اور آپ کی مثبت سوچ کسی بھی منفی سوچ کے زیر اثر متاثر نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں۔

بے ربط خیال#2

اللہ تعالی نے معاشرے کی پاکیزگی کے لیے عورت پر پردہ فرض کیا اور مرد کے لیے نظر کو جھکانا اور اس کی حفاظت فرض کی۔اگر ہم آج کے دور کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی عورتیں تو پردے کا اہتمام کرتی ہیں مگر کم ہی مرد ایسے ہیں جو عورت کو دیکھ کے نظر جھکا لیتے ہیں۔ باپردہ عورت کو اس قدر گھور کر دیکھا جاتا ہے جیسے اس کا پردہ سرے سے وجود ہی نہ رکھتا ہو۔ گویا وہ عورت کا سر تا پاؤں تک معائنہ کرنے کو اپنا حق جانشینی جانتے ہیں۔یقیناً یہ بھی انہی گناہوں میں سے ہے جسے ہمارے معاشرے کے نام نہاد غیرت مند مردوں نے عام کر دیا ہے۔

بے ربط خیال#3

ہم ساری عمر خدا سے حالات بدلنے کی دعا مانگتے ہیں اور معلوم ہے جب حالات بدلتے ہیں تو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملتا سب کچھ آناً فاناً آپ کی نظروں کے سامنے ہو جاتا ہے اور آپ کی سوچ تو کہیں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ وقت میں دور کہیں کھوئی ہوتی ہیں۔ بس دعا کیا کریں وقت جیسا بھی ہو حالات کا چکر جتنا بھی تیز ہو آپ مطمئن رہیں اور شکر گزار رہیں۔ بے چینی زندگی الجھا دیتی ہے جسے پھر کوئی نہیں سلجھا سکتا۔

بے ربط خیال#4

ذہن سازی کا نظریہ انتہائی عجیب و غریب قسم کا ہوتا ہے یعنی اگر آپ کسی شخص کی رائے بدلنا چاہتے ہو یہاں تک کہ اس کے پختہ عقائد کو توڑنا چاہتے ہو تو محض ذہن سازی کی ضرورت ہے۔ آج آپ کی، میری، ہم سب کی ذہن سازی تو ہو رہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنا مقصد حیات تک چھوڑنے کو تیار ہیں اس کے لیے ایک بہت معقول جملہ ہے "progressive narrative building"۔ آہستہ آہستہ ذہنوں میں زہر گھولا جا رہا ہے اور وہ زہر دوگنی رفتار میں اپنا اثر معاشرے میں دکھا رہا ہے۔

بے ربط خیال#5

بے یقینی کی کیفیت میں ایک عجب سا سرور ہے۔ جب آپ مستقبل سے بے خبر ہو اور ایک تجسس روح میں برپا ہو آپ کا دل کچھ خواہش کر رہا ہو اور تقدیر قسمت کا ٹو کرا لیے کھڑی ہو اور اچانک ایسا فیصلہ ہو جائے جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو تو اس احساس کو کیا کہیں گے؟ اس کا جو بھی نام ہو وہ انتہائی خوبصورت احساس ہے جو یقیناً آپ کو خدا کے ذات سے جڑے رموز و اوقاف کا الف تو سکھا ہی جاتا ہے۔

بے ربط خیال#6

کسی کی عمر کا تعلق گنتی کے ساتھ نہیں بلکہ تجربے سے ہوتا ہے۔ ایک شخص بظاہر تو نوجوان نظر آتا ہے مگر اس کا ذہن برسوں کی مسافت کاٹ چکا ہوتا ہے۔ یعنی اگر کوئی زمان و مکاں کی رکاوٹوں سے بے نیاز ہو کر سوچتا ہے اور دلائل سے بات کرتا ہے اور اس کے ذہن کو تہذیب قید نہ کر سکے تو سمجھ لیں وہ اس دنیا میں طویل مدت سے زندگی بسر کر رہا ہے خواہ وہ نوجوان ہی کیوں نہ ہو۔

بے ربط خیال#7

کہتے ہیں کہ جب کوئی شے ایک ہی جگہ پر لمبے عرصے کے لیے رہے تو اسے کائی لگ جاتی ہے، اس سے بو آنے لگتی ہے۔ بالکل ویسے ہی ہمارے خیالات کو بھی تغیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر آپ کسی سے ایک ہی زاویے سے لمبے عرصے تک بات کرتے رہیں تو اس کا آپ سے اکتا کر خود کو آپ سے دور کر لینا فطری عمل ہے۔ سوچ کو نئے خیالات سے مزین کرنا صرف دوسروں کے لیے ہی نہیں بلکہ آپ کے اپنے ذہن کی صحت کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

☆☆☆

زرد پتے!

(قاریہ لیاقت، بی۔ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

جھڑ چکے اور جھڑتے ہوئے زرد پتے! مجھے اس قدر پسند ہیں کہ یہ میرے دل میں سکون بھر دیتے ہیں۔ جھڑتے ہوئے ان زرد پتوں کو دیکھنا ایک ایسا احساس ہوتا ہے کہ دل میں جس احساس کو میں کوئی نام نہیں دے سکتی ایک خوش نما، خوشگوار اور خوبصورت احساس ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے میرے ارد گرد سکون کی ندیاں بہتی ہیں۔

اللہ سے محبت شدت پکڑنے لگتی ہے قدرت پر پیار اُمڈ آتا ہے! میں ان پتوں جیسی بننا چاہتی ہوں معلوم نہیں مجھے ان سے اتنی انسیت کیوں ہے۔ مجھے لگتا ہے یہ بہت صابر ہیں، شکر گزار ہیں۔ صبر میں انہیں بہت بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہ اپنی ہریالی کھو چکے ہوتے ہیں، خوبصورتی و شادمانی گنوا چکے، اپنی زندگی اپنی شادابی سب گنوا چکے پر جس وقت یہ جھڑتے ہیں ناں وہ شاید ان کی آخری سانسیں ہوتی ہیں۔ جھڑنے کے بعد بھی اللہ سے، اپنے خالق سے کوئی شکوہ نہیں کرتے۔ زندگی کی بازی ہارنے کے بعد بھی پر سکون رہتے ہیں۔ نیچے زمین پر پڑے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی شہید فوجی ہے! جسے اپنے شہید ہونے پر کوئی رنج نہیں! افسوس نہیں! غم نہیں! جسے فخر ہے اپنی شہادت پر! جو جنت میں جانے اور جام کوثر نوش کرنے کے لئے بے قرار ہے۔ جو اپنے خالق سے ملنے کی خوشی میں بے چین ہے، پر لوگ ان شہیدوں کے جسموں کو دفن بھی نہیں کرتے۔

وہ لوگ!!! وہ لوگ ان شہیدوں پر پاؤں رکھ کر گزر جاتے ہیں۔ انکی شہادت کی کوئی قدر نہیں کی جاتی۔ پھر بھی زبان پر کلمہ شکوہ نہیں لاتے یا شاید ان کے پاس زبان ہی نہیں ہوتی۔

وہ اپنے کسی عمل سے بھی شکوہ نہیں کرتے۔ لوگ سمجھتے ہیں یہ تو بے جان ہیں پر میری نظر میں یہ بے جان نہیں بلکہ صبر و شکر کی اعلی مثال ہیں۔ میں بھی ان جیسی بننا چاہتی ہوں میرے پیارے اللہ! شکر گزار اور صابر!

☆☆☆

خودنَوِشُت

جی-آر

(بریرہ،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

20 دسمبر 2021ء عجیب دن تھا۔ صبح ایک بھیانک خواب سے میری آنکھ کھلی۔ دور کہیں گدھا ہانک رہا تھا۔ ناشتے کا وقت گزر چکا تھا۔ پوائنٹ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی۔ ڈیپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی ایک کالی بلی نے راستہ کاٹا۔ بائیں آنکھ مسلسل پھڑک رہی تھی۔ دماغ کے کسی کونے میں سرخ بتی جل بجھ رہی تھی۔ چھٹی حس کسی بھیانک حادثے کی خبر دے رہی تھی۔ گھڑی نے بارہ بجائے۔ میڈم شاہدہ نے آفس میں طلب کیا۔ جی آر کی ذمہ داری میرے نازک کندھوں پر ڈالی۔ نئی آنے والی طالبہ نادان تھی۔ اس نے کہاسمعنا و اطعنا۔ اور اپنی زندگی کا تباہ کن فیصلہ کر ڈالا۔

جی آر طالبات کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو انسانوں کے لیے کراماً کاتبین۔ جی آر کے پاس کلاس کے اعمال نامے ہیں۔ اچھے کم اور برے زیادہ۔ طالبات کی حاضری کا ریکارڈ،اسائنمنٹ وقت پر جمع نہ کروانے والے طالبعلم،اسائنمنٹ کے نمبروں کی فہرست، کوئز کے نمبر،الغرض ہر وہ چیز جو طالبعلم کو حصولِ علم کے دوران ڈبو سکتی ہے اس کا ریکارڈ جی آر کے ہاتھ میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بظاہر طالبعلم جی آر کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے نزدیک جی آر کسی جلاد سے کم نہیں ہے جو ہر وقت کسی نہ کسی تلوار کو طالبعلموں کے سروں پر لٹکائے رکھتا ہے۔

جی آر کلاس کے ہر کام کی ذمہ دار ہے۔ کلاس میں بورڈ مارکر نہیں تو کہاں ہے جی آر؟؟؟ ڈسٹر غائب ہے تو کم عقل جی آر! گھڑی میں سیل نہیں تو سست جی آر! کلاس شور مچا رہی ہے تو نااہل جی آر! کسی نے سبق یاد نہیں کیا تو نالائق جی آر! کلاس میں چھپکلی آ گئی تو بھی قصوروار جی آر! جی آر اور خجل خواری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور اگر میں کہہ دوں کہ جی آر اور خواری ایک ہی چیز کے دو نام ہیں تو مبالغہ آرائی نہ ہو گی۔ کیونکہ کسی بھی غلط کام پر استاد کی طرف سے جو ڈانٹ اور جھڑکیاں تمام طالبات کو کھانا ہوتی ہیں وہ جی آر کو یکبارگی عطا کر دی جاتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ میری کلاس نے اس قول کو عملی صورت دی۔ کیسے؟ آیئے جانتے ہیں۔ ہمارا پہلا لیکچر صبح ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوتا ہے۔ میری کلاس کی تمام ڈے سکالر طالبات آٹھ بجے آ کر، ٹانگ پر ٹانگ جمائے، ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسائے، ہونٹوں پر تبسم بکھیرے، دروازے پر نظریں ٹکائے میرا انتظار کرتی ہیں۔ کیوں؟؟؟ کیونکہ جی آر صاحبہ آئیں گی تو بورڈ پر لکھا پچھلے دن کا لیکچر ڈسٹر سے مٹائیں گی۔ یہ اس قدر معزز اور مشرف کام ہے کہ جی آر کے علاوہ کوئی سرانجام دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

یقیناً اب آپ بھی اس شخص کی تائید کریں گے کہ جس نے کہا تھا:

ہر کلاس کی ایک جی آر ہوتی ہے

زندگی سے وہ بیزار ہوتی ہے

اور اگر آپ جی آر کا معمول ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جی آر زندگی سے بیزار کیوں ہے۔ صبح اٹھو، بورڈ پر سے پچھلا لیکچر مٹاؤ، استاد کی ڈانٹ سنو، پیسے دے دو، نوٹس لے لو، حاضری لگواؤ، سر آئیں گے، کلاس کینسل ہو گئی، اسائنمنٹ دے دو۔۔۔۔۔۔۔۔اور سو جاؤ۔ جی آر کی صرف زندگی ہی نہیں آخرت بھی خراب ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد آپ کی کلاس آپ کی قبر پر آکر کہے گی کہ "اے اللہ! اس نے کبھی ہمیں نہیں بخشا، تو بھی اس کو نہ بخشنا۔"

؎ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

استاد اور کلاس جی آر سے کبھی خوش نہیں ہوئے۔ استاد کو شکایت ہے کہ جی آر کلاس کی طرف داری کرتی ہے اور روزانہ کوئی نیا مطالبہ منوانے آجاتی ہے۔ دوسری طرف کلاس کا شکوہ ہے کہ جی آر ہماری کوئی بات نہیں مانتی، کلاس کینسل نہیں کرواتی، استاد کی چمچی بنی رہتی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود ہر کوئی مشکل وقت میں جی آر کی طرف دیکھتا ہے۔ کیونکہ یہی وہ ہستی ہے جو ان کے احمقانہ مسائل کو سلجھا سکتی ہے۔ اور پھر یہ لوگ جی آر سے کچھ بھی اور کسی بھی وقت پوچھنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ رات کے بارہ بجے عرشیہ بہن میسیج کر کے پوچھ رہی ہیں کہ اسائنمنٹ، اسائنمنٹ والے صفحات پر ہی لکھنی ہے۔ نہیں بہن!!! کھجور کے پتوں پر لکھنی ہے۔ حد ہے۔ دوسرا میسیج آتا ہے: "بریرہ میری شادی ہے میں اسائنمنٹ کیسے بناؤں۔" "بہن! تم پہلے یہ بتاؤ کہ شادی مجھ سے پوچھ کر کی تھی اور اگر ابھی کر رہی ہو تو اپنے شوہر نامدار سے لکھوالو۔ ویسے مہندی تمھارے ہاتھوں پہ بھی نہیں لگی۔ اور بات صرف یہیں ختم نہیں ہوتی میں پارٹی کے دوران سٹیج سیکرٹری کے فرائض سر انجام دے رہی ہوں کہ میری کلاس فیلو قاریہ کا میسیج آتا ہے میری حاضری لگا دینا میں آئی ہوں۔ ان حالات میں آپ مجھے یہ کہنے سے نہیں روک سکتے کہ میری کلاس پاگل خانے سے چھوٹ کر آئی ہے۔

اس سب کے باوجود لوگوں کا خیال ہے کہ جی آر کی عیاشی ہے، وہ کلاس پر حکمرانی کرتی ہے، کام سے فارغ ہوتی ہے، استاد اس کو نمبر دینے میں رعایت کرتے ہیں، درج بالا نکات کی روشنی میں ان سے گزارش ہے کہ جیو اور جینے دو۔

☆☆☆

بیک بینچرز

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

میں جس طبقے کی خصوصیات اور مسائل کو زیر بحث لانے والی ہوں، ان کے حقوق پر بات کرتے آپکو بہت قلیل افراد نظر آئیں گے۔ یا یہ کہنا بہتر ہو گا کہ اس موضوع پر قلم اٹھانے سے قبل آپ کا اس مکتبہ فکر سے گہرا قلبی انس ہونا بہت ضروری ہے۔ جی ہاں! میں بات کر رہی ہوں ہم سب میں بستے ایک بیک بینچر کی۔ بیک بینچر دراصل ایک کیفیت نہیں بلکہ ایک جذبہ ہے۔ کچھ لوگ پیدائشی طور پر اس ہنر سے سرفراز ہوتے ہیں اور کچھ لوگ حالات کے پیش نظر اس گروہ میں شامل ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ پرانے بیک بینچرز نئے آنے والے بیک بینچرز کو ستاروں پر کمند ڈالنے کے نئے طریقوں سے روشناس کرواتے ہیں اور ویسے بھی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جو دوسروں کا دل جیتتا ہے وہی دنیا فتح کرتا ہے۔ اور دل جیتنے میں ان کا ثانی نہیں اور آپ سب ہی میری اس بات سے متفق ہوں گے کہ ہمارے تعلیمی ادارے ان افراد کی غیر موجودگی میں فقط ادارے ہی رہ جاتے ہیں کیونکہ تعلیم تو ہم انکے ذہن میں اٹھتے ہوئے سوالات کے جوابات ڈھونڈتے ہوئے حاصل کرتے ہیں۔ اگر کبھی کسی لیکچر کے دوران آپ کو بریانی کی بھینی بھینی خوشبو آنے لگے تو جان جائیں کہ پیچھے بریانی کی دیگ کھلی ہے۔ میں نے یہ استعارہ اس لئے استعمال کیا ہے کہ بیک بینچرز کا کہنا ہے:

؎ ہے زندگی کا مقصد اوروں کا لنچ کھانا

اپنا بچا کے رکھنا کونے میں جا کے کھانا

آپ میں سے اکثر لوگوں کو نیند نہ آنے کی شکایت ہو گی تو ملئے بیک بینچرز سے کہ ان پر نیند کی زیادتی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ نیند کے غلبے سے اکبری کبھی اِدھر جاتی ہے تو کبھی اُدھر جاتی ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کی بات کی جائے تو آپ ذرا ان کے رجسٹر پر کی گئی کشیدہ کاری پر نظر دوڑائیں اور پھر بتائیں کہ کیا واقعی پکاسو ایک بہت بڑا مصوّر تھا؟؟ اور ان کی نقش نگاری فقط رجسٹر تک محدود نہیں بلکہ اس کے اعلیٰ نمونے کرسیوں کے تختوں اور دیواروں پر بھی آپ کو بارہا نظر آئیں گے۔ پاکستان انڈیا تنازعہ، یوکرین روس تنازعہ یا سرحدوں کا تنازعہ ان سب کو تو آپ نے بارہا سن رکھا ہو گا مگر جس تنازعہ کا میں ذکر کر رہی ہوں وہ ایک نئی نوعیت کا تنازعہ ہے۔ یعنی فرنٹ بینچرز اور بیک بینچرز کے درمیان ہونے والی چپقلش۔ جب کبھی کلاس میں پن ڈراپ سائلینس کے دوران کوئی پن گرتی ہے تو فرنٹ بینچرز کی کڑکتی بھڑکتی نگاہیں بیک بینچرز پر مرکوز ہو جاتی ہیں گویا کہتی ہوں:

؎ ہنستے جو دیکھتے ہیں کسی کو کسی سے ہم

منہ دیکھ دیکھ روتے ہیں کسی بے بسی سے ہم

اب ان کو کون سمجھائے کہ

؎ ہم بولنے پہ آجائیں تو طوفان ہی اٹھا دیں

کبوتروں کی طرح بولنا ہمیں آتا نہیں ہے

مڈز اور فائنل سے ایک رات پہلے ان کے اطمینان کی کیفیت قابل دید ہوتی ہے یہاں تک کہ واٹس ایپ گروپ میں رات 11 بجے یہ کشکول تھامے،''یار نوٹس دے دو ! یار نوٹس دے دو !''کی صدائیں بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ان کی فقیری کا اختتام یہیں نہیں ہوتا بلکہ ایگزامینیشن ہال میں بھی، یار مار کردے دو یار پین دے دو کے نعرے بلند کرتے ہیں۔اب اس حالت زار کے باوجود فرنٹ بینچرز ان کے GPA 4 آنے کی وجہ تلاش نہیں کر سکے تو آیئے آج اس راز سے بھی پردہ اٹھائے دیتے ہیں۔جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

؎ کرو مہربانی تم اہل زمیں پر

خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

توجو مہربانی یہ ایگزامینیشن ہال میں سر لقمان کی موجودگی میں ایک دوسرے پر کرتے نظر آتے ہیں اس پر GPA 4 تو کیا جنت الفردوس بنتی ہے۔کلاس کے نظم وضبط کی بات کی جائے تو بیک بینچرز کی زندگی کا مقصد استاد کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں الجھا کر وقت کا ضیاع کرنا ہے اور اس دوران اکثر ان کی عزتِ نفس جام شہادت نوش کرتی ہے لیکن آپ سب تو جانتے ہیں:

''شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔''

بیک بینچرز کی دوستی کی میمبر شپ تاحیات ہوتی ہے۔بنا کسی غرض اور انا کے جان تک قربان کر دینا ان کی سرشت میں شامل ہے لیکن چائے کے ایک کپ کی جہاں بات آجائے تو آپ کو مدتوں باتیں سننا پڑتی ہیں۔آخر میں بس اتنا کہنا چاہوں گی:

؎ کچھ لوگ تمہیں سمجھائیں گے

وہ تم کو خوف دلائیں گے

جو ہے وہ بھی کھو سکتا ہے

اس راہ میں رہزن ہیں اتنے

کچھ اور یہاں ہو سکتا ہے

کچھ اور تو اکثر ہوتا ہے

پر تم جس لمحے میں زندہ ہو

یہ لمحہ تم سے زندہ ہے

یہ وقت نہیں پھر آئے گا

تم اپنی کر گزرو

جو ہو گا دیکھا جائے گا

☆☆☆

اخلاق و آداب

خوش کلامی۔۔۔وقت کی ضرورت

(عائشہ خان،بی-ایس سمیسٹر پنجم،مارننگ)

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔

قدیم زمانوں میں ایک مقولہ مشہور تھا کہ پہلے تولو پھر بولو۔ مگر آج دور جدید میں جہاں الفاظ ٹیلی فون کی سکرینوں میں ٹیکسٹوں اور وائس میلوں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں اس مقولے پر عمل درآمد تو دور عوام الناس اس سے آشنا تک نہیں۔ آج کے لوگ اسے فریڈم آف سپیچ (Freedom of speech) کہتے ہیں پھر چاہے وہ اس کا استعمال کسی بھی مقام پر کسی بھی انداز میں کریں۔ انسان کے منہ سے ادا ہوئے الفاظ اس کی شخصیت، اس کے افکار وخیالات اس کے سوچنے کے زاویے اور اس کے حسب نسب کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ انسان کا طرز کلام ہی ہے جو اس کے فہم و فراست اور اس کی تعلیم کے معیار کو ظاہر کرتا ہے۔ زندگی میں ہر سطح پر نرم اور شائستہ اندازِ گفتگو کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ انسان کا طرز کلام اسے انفرادیت دیتا ہے اور اسے اس کی منفرد پہچان دیتا ہے۔

سید سلیمان ندوی سیرت النبیﷺ کی جلد ششم میں لکھتے ہیں: ''خُوش گوئی اور خوش کلامی آپس میں میل ملاپ پیدا کرتی ہے اور بد گوئی و بدکلامی پھوٹ پیدا کرتی ہے جو شیطان کا کام ہے اور وہ اس کے ذریعے سے لوگوں میں غصہ، نفرت، حسد اور نفاق کے بیج بوتا ہے، اس لیے اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ نیک بات بولیں، نیک بات کہیں، اچھے لہجے میں کہیں اور نرمی سے کہیں کہ آپس میں میل ملاپ اور مہر و محبت پیدا ہو۔''

مگر افسوس کہ خوش کلامی کو چھوڑ کر ہمارے عوام الناس نے فحش گوئی اور سخت کلامی کو گفتگو کا اعلیٰ و عرفع معیار بنالیا ہے اگر آپ اپنی گفتگو کے دوران کسی گالی یا فحش کلمے کا سہارا نہیں لیتے تو معذرت کے ساتھ آپ کول (cool) ہر گز نہیں ہیں۔

خوش کلامی، اعلیٰ انداز گفتگو اور بہترین الفاظ کے چناؤ کی ضرورت ہر معاشرے کو ہر زمانے میں رہی ہے۔ ان کی اہمیت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسان کے منہ سے ادا کیا گیا جملہ کسی بھی مملکت پر جنگ مسلط بھی کر سکتا ہے اور امن وامان کا ضامن بھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا:

اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ[2]

''فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ سرکش ہو گیا ہے، سو اس سے نرمی سے بات کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔''

---

[1] البخاری، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، کتاب الایمان، مرکزی جمعیت اہل الحدیث ہند 2004، حدیث نمبر 10، جلد 1

[2] سورہ طٰہٰ: ۴۳۔۴۴

کیونکہ کسی بھی انسان کو نصیحت اور راہ راست پر لانے کی کوشش میں پہلا قدم ہی خوش کلامی اور اعلیٰ انداز میں دعوت دینا ہے۔اسی طرح جہاں خدا نے سورۃالرحمٰن میں انسان کے خلق کی بات کی وہیں اس کی خوش کلامی کی بات بھی کی۔یعنی کلام وہ وصف ہے جو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ودیعت کرتا ہے۔

رسول کریمؐ کے ارشاد مبارک کا مفہوم کہ مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے،نہ لعنت بھیجتا ہے،نہ بدزبانی اور فحش کلامی کرتا ہے۔[1]

آج سائنس اس بات کی گواہ ہے کہ منہ سے ادا ہوئے الفاظ لہروں کی صورت میں ہوا میں معلق ہو جاتے ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان پر گواہ رہتا ہے۔یعنی منہ سے نکلی بات کسی تیر کی مانند ہوتی ہے جو کمان سے نکل جائے تو کوئی واپسی نہیں۔بعض اوقات منہ سے ادا کیے گئے الفاظ آپ کے مقصد کو دفن کر کے رکھ دیتے ہیں پھر فقط الفاظ باقی رہتے ہیں اور مقصد فوت ہو جاتا ہے۔اس لیے ہر شخص کو الفاظ کے چناؤ میں اتنا ہی معتبر ہونا چاہیے جتنا کہ وہ خدا سے خشیت کا دعویدار ہے۔گفتار کی پاکیزگی ہی کردار کی پاکیزگی کی ضامن ہے۔اقبال نے مومن کے کردار کی کیا خوب عکاسی کی ہے:

؎ ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن

گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

اپنے علم قابلیت اور تجربے کو فہم و فراست اور عقل کے رستوں سے گزار کر اعلیٰ الفاظ کی شکل دے دینا ہی انسانیت کی معراج ہے۔

☆☆☆

---

[1] الترمذی، ابو عیسیٰ محمد، جامع ترمذی، باب لعنت کا بیان، دار التاصیل، 2016، حدیث نمبر 1977، جلد 1

گفتگو کے آداب

(زہرہ بتول، بی۔ایس سمیسٹر دوم ایوننگ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب ہونے کے ساتھ ساتھ اشرف المخلوقات بنایا اور اس کا سب سے بڑا ثبوت انسان کی قوّتِ گویائی ہے۔ دنیا میں موجود تمام مخلوقات کو اللہ رب العزّت نے زبان تو دی مگر بولنے، اپنی بات، اپنے خیالات اور اپنے جذبات دوسروں تک پہنچانے کی صلاحیت فقط انسان ہی کو دی گئی۔ تو پھر اب انسان پر اللہ جل شانہ کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی اس صلاحیت کو لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال کرے۔ اپنی زبان سے کوئی بھی ایسا لفظ نہ نکالے جو دوسروں کی تکلیف کا باعث بنے۔ دوسروں کو طعنے دینے، آوازیں کسنے، انکا ہنسی مذاق اڑانے، چغلی کھانے، غیبت کرنے اور اپنی بڑائی بیان کرنے سے پرہیز کرے۔ بات کرتے ہوئے لہجہ نرم، شیریں اور دھیما رکھے۔ قرآن و سنت میں گفتگو کرتے ہوئے جن باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ان باتوں کا خیال رکھے جیسے بات بامقصد ہو اور گفتگو میں عجلت نہ ہو۔ پر تکلف بات سے پرہیز کرے اور سیدھی بات کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ[1]

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا مگر اس کے پاس حاضر باش نگران (لکھنے کے لیے) موجود ہوتا ہے۔''

زبان اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور زبان اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو دی ہے لیکن انسانوں کے علاوہ باقی تمام مخلوقات بولنے سے قاصر ہیں۔ زبان ملنے کے باوجود بے زبان ہیں۔ قوّتِ گویائی اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کے لیے مخصوص کی ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے اور شکر ادا کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ انسان کی زبان سے ایسا کوئی بھی لفظ نہ نکلے جو کسی کی تکلیف کا باعث بنے اور بات کرتے ہوئے اچھے الفاظ کا چناؤ کرے۔ ہمارے مذہب اسلام نے جابجا قرآن و سنت میں ہمیں گفتگو کے آداب سکھائے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

نرم لہجے میں گفتگو

ہمیشہ نرمی کے ساتھ، مسکراتے ہوئے، میٹھے لہجے میں اور درمیانی آواز میں گفتگو کرنی چاہیے۔ نہ اتنا آہستہ بولا جائے کہ مخاطب سن ہی نہ سکے اور نہ اتنا چیخ کر بولا جائے کہ مخاطب پر رعب جمانے کی کوشش لگنے لگے۔ قرآن شریف میں ہے:

اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [2]

''سب سے زیادہ کریہہ اور ناگوار آواز گدھے کی آواز ہے۔''

[1] سورۃ ق 18:50

[2] سورۃ القمان 19:31

برائی کی بات نہ کرنا

کبھی کسی بری بات سے زبان گندی نہیں کرنی چاہئے۔ دوسروں کی برائی کرنے، چغلی کھانے، شکایتیں کرنے، کسی کا مذاق اڑانے، اپنی بڑائی بیان کرنے، اپنی تعریف کرنے، فقرے کسنے اور کسی پر طعنہ اور طنز کرنے سے پرہیز کیا جانا چاہئے۔

انصاف کی بات

ہمیشہ انصاف کی بات کہی جائے چاہے اس میں ایذا اپنی ذات یا اپنے کسی دوست اور رشتہ دار کو ہی کیوں نہ پہنچے۔ انصاف کا ساتھ کسی صورت نہیں چھوڑنا چاہئے چاہے کتنی ہی تکلیف کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ قرآن میں ہے:

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی[1]

''اور جب زبان سے کچھ کہو تو انصاف کی بات کہو چاہے وہ تمہارے رشتہ دار ہی ہوں۔''

مجلس میں گفتگو

مجلس میں گفتگو مختصر، فائدہ منداور اچھی ہونی چاہیے جس میں غیر ضروری طوالت نہ ہو۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے ذومعنی بات نہیں کی جانی چاہئے جس سے کسی کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا[2]

''اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔''

ایک اور جگہ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا[3]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی (سچی) بات کیا کرو۔''

نرمی سے گفتگو کرنے کی اہمیت

ہم سب کو نرمی اور دلجوئی سے بات کرنی چاہیے اس کا ثواب صدقہ کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى[4]

''نرم بات کہنا اور معاف کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذارسانی۔''

---

[1] سورۃ الانعام 152:6
[2] سورۃ الاحزاب 70:33
[3] سورۃ الاحزاب 70:33
[4] سورۃ البقرۃ 263:2

نامحرم سے گفتگو کے آداب

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو تلقین کی ہے کہ نامحرم سے نرم لہجے میں اور میٹھی میٹھی باتیں نہ کریں۔ چناچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا[1]

''نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق بات کرو۔''

لغویات سے پرہیز

فحش گوئی اور لغویات سے پرہیز کرنا چاہیے جن سے گناہ میں اضافہ ہو۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ[2]

''جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔''

گفتگو کے آداب احادیث کی روشنی میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ ایسی تیزی سے گفتگو نہیں کرتے تھے بلکہ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے الفاظ کو گننا چاہے تو گن سکتا تھا۔ آپ ﷺ نے پر تکلف بات کرنے سے منع فرمایا جس کا مقصد لوگوں کو گرویدہ کرنا ہو۔ جو شخص بات میں اس طرح ادل بدل کرے کہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو گرویدہ بنائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی توبہ اور فدیہ قبول نہ کرے گا۔ آپ ﷺ کے کلام میں ترتیل و ترسیل پائی جاتی تھی یعنی ہر لفظ جدا جدا ہوتا اور گفتگو میں عجلت نہ فرماتے تھے۔

انسان جب اپنے دشمن سے بھی بات کرے تو اچھے انداز میں کرے اور اپنے لہجے کو نرم رکھے تا کہ وہ اس کے جائز موقف سے متاثر ہو جائے۔ گفتگو ہمیشہ مختصر اور مطلب کی کی جائے بلاوجہ بات کو طول دینا نامناسب ہے کبھی کوئی بات اور مسئلہ ذہن نشین کروانا ہو تو نہایت سادہ انداز میں سوز کے ساتھ اپنی بات کی وضاحت کی جائے۔ دو آدمی بات کر رہے ہوں تو اجازت لئے بغیر دخل نہ دیا جائے نہ ہر وقت ہنسی مذاق کیا جائے کہ اس سے آدمی کی وقعت جاتی رہتی ہے۔

ارشادات نبوی ﷺ

1. آپ ﷺ نے فرمایا: ''زبان نیکی کا ذریعہ بھی ہے اور یہی برائی کا آلہ بھی اس سے دین کبھی سدھرتا ہے اور دنیا بھی اور اسی سے دونوں کام بگڑ جاتے ہیں یعنی جو دو جبڑوں میں ہے اس کو قابو میں رکھے گا جنت میں جائے گا۔''[3]

---

[1] سورۃ الاحزاب 32:33

[2] سورۃ المومنون 3:23

[3] حدیث: موطا امام مالک

2. حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں گفتگو میں اختصار کروں کیونکہ اختصار بہتر ہے۔''[1]

3. آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔''

4. سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تباہ ہوئے بال کی کھال نکالنے والے، آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔''

5. سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں بالاخانے ہیں ان کا باہر ان کے اندر سے اور ان کا اندر ان کے باہر سے دکھائی دیتا ہے'' ایک اعرابی کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی ''اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کس کے لیے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو خوش کلامی کرے اور کھانا کھلائے اور اکثر روزہ رکھے اور رات کو جب لوگ سوتے ہوں نماز پڑھے۔''

6. سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک بندہ اللہ کی رضامندی کی ایک بات زبان سے نکالتا ہے اسے وہ کوئی اہمیت نہیں دیتا مگر اس کی وجہ سے اللہ اس کے درجے بلند کر دیتا ہے اور ایک دوسرا بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔''

درج بالا بحث میں ہم اس بات سے واقف ہو چکے ہیں کہ گفتگو انسان کی شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنے منہ سے نکالے گئے الفاظ سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ انسان کا اندازِ گفتگو ہی ہوتا ہے جو اسے تخت پر بٹھا دیتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں سرنگوں کرتا ہے اور اسی کے برعکس یہ بھی انسان کے الفاظ ہی ہوتے ہیں جو اسکی شخصیت کو مٹی کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ شیریں الفاظ کے زور پر ہی بڑے بڑے معاشرے کھڑے ہوئے ہیں اور اس کی واضح مثال عرب کا معاشرہ تھا کہ رسول ﷺ نے احسن اخلاق کی بنیاد پر ہی اتنی بڑی ریاست قائم کی۔ جب انسان کا اندازِ گفتگو قرآن وسنت کی مثل ہوتا ہے تو اسکی شخصیت ایک ایسی شمع کی مانند بن جاتی ہے جس کی چمک سے ارد گرد کے لوگ روشنی پاتے ہیں۔ چونکہ بہترین اندازِ گفتگو معاشرے کے لئے ایک ستون کی مانند ہے اس لئے اپنے اندازِ گفتگو کو بہترین بنانا ہر شخص کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے نرم اور میٹھے لہجے سے دوسروں کی زندگیوں میں مٹھاس پیدا کریں۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

☆☆☆

[1] حدیث: سنن ابو داؤد: کتاب العلم

زبان کی ہلاکتیں

(انیس ادریس، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

انسان اس دنیا سے اپنے اعمال ساتھ لے کر جائے گا اور اخروی کامیابی کا دارومدار اس کے اعمال پر ہے۔ اعمال کا تعلق کا اعضا وجوارح کے ساتھ ہے۔ اعضا میں سے زبان کو خاص اہمیت وحیثیت کی حامل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنے احسان گنواتے ہوئے فرمایا:

أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ‎ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ[1]

''کیا ہم نے اس کے لیے دو آنکھیں نہیں بنائیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔''

اللہ نے انسان کو باقی مخلوقات پر کئی لحاظ سے فضیلت عطا کی ہے اور اسے بہت سی اضافی قوتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ باقی حیوانات میں سے انسان کو ممتاز اور نمایاں کرنے والی دیگر اشیاء میں سے سب سے زیادہ نمایاں اور اہمیت کی حامل زبان ہے۔ زبان اگرچہ جسامت کے لحاظ سے کئی اعضا سے چھوٹی ہے، لیکن اہمیت وافادیت کے اعتبار سے بڑا بیش قیمت عضو ہے۔ اسی بیش قیمت عضو کی بدولت انسان دنیا میں بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرتا ہے اور آخرت میں کامیابی ونجات کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ لہٰذا انسان کو زبان کے استعمال میں احتیاط سے کام لینا چاہیے اور مذاق میں بھی زبان سے غلط بات نہیں کرنی چاہیے۔

چنانچہ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إ نَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يُضْحِكُ بِهَا جُلَسَاءَهُ، يَهْوِي بِهَا مِنْ أَبْعَدَ مِنَ الثُّرَيَّا

''یقیناً آدمی کوئی ایسی بات کہتا ہے جس سے اپنے ہم مجلس لوگوں کو ہنساتا ہے تو وہ اس بات کی وجہ سے ثریا سے بھی دور جا گرتا ہے۔''[2]

غصہ میں کی گئی بات قابل مواخذہ ہے

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے سیدہ صفیہؓ کے بارے میں کہا:

حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِي قَصِيرَةً[3]

''آپ کو صفیہ سے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ایسے ایسے ہے، یعنی پست قد ہے۔''

تو نبی ﷺ نے انھیں اس بات کا وبال سمجھانے کے لیے فرمایا:

لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ

---

[1] البلد: ۸،۹

[2] ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام احمد بن حنبل، القاہرۃ: دار الحدیث، ۱۹۹۵ء، ج2، ص402، حدیث نمبر 9242

[3] ترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسی، امام، سنن الترمذی، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۵ء۔ رقم الحدیث: ۲۵۰۲

''عائشہ! بلاشبہ یقیناً تونے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اسے کڑوا کر دے (یعنی اس پر غالب آ جائے)۔''

نجات کا راستہ زبان قابو رکھنے میں ہے

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ":مَا النَّجَاةُ؟" یعنی نجات (کا طریقہ) کیا ہے ؟آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

أَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ[1]

''اپنی زبان کو قابو میں رکھ، تجھے تیرا گھر کافی ہو (یعنی اپنے گھر میں ٹکا رہ) اور اپنے گناہ پر رو۔''

زبان اور فتنوں سے بچاؤ

دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے زبان پر قابو پانا ضروری ہے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

الزَمْ بَيْتَكَ، وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ[2]

''اپنے گھر کو لازم پکڑنا، اپنی زبان کے مالک بن جانا (اسے پوری طرح قابو میں رکھنا)، نیکی پر قائم رہنا، برائی کو چھوڑ دینا اور صرف اپنی ذات کی فکر کرنا، عام لوگوں کی فکر چھوڑ دینا۔''

زبان اور باقی اعضا

باقی اعضائے جسم کے مقابل زبان کی یہ حیثیت ہے کہ انسان کے تمام اعضا ہر روز صبح سویرے زبان کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اپنے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو بلاشبہ اس کے سارے اعضا زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا، ہم یقینی طور پر تیرے ساتھ (وابستہ) ہیں، اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھ کا شکار ہو جائیں گے۔''[3]

---

[1] ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی حفظ اللسان: ۲۴۰۶

[2] ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی: ۴۳۴۳

[3] ترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی حفظ اللسان: ۲۴۰۷

زبان اور شرم گاہ کی حفاظت...... جنت کی ضمانت

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ[1]

''جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے دے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور جو اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ہے (شرم گاہ) تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

لوگوں کو سب سے زیادہ جہنم میں داخل کرنے والی دو چیزیں

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کون سی چیز سب سے زیادہ جہنم میں داخل کرے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''دو کھوکھلی چیزیں، منہ اور شرم گاہ۔''

سب سے بہتر اور افضل مسلمان

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: أَيُّ الإِسْلَامِ أَفْضَلُ ؟ سب سے زیادہ فضیلت والا اسلام کس شخص کا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَ يَدِهِ[2]

''وہ شخص جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں۔

یعنی نہ وہ اپنے ہاتھ سے کسی کو ایذا دے اور نہ ہی اس کی زبان کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف دینے کا سبب بنے۔

رسول ﷺ کی بندے کے لیے دعائے رحم

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا وَغَنَمَ، أَوْ سَكَتَ عَنْ سُوءٍ فَسَلَّمَ[3]

''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس نے (کوئی خیر والی) بات کہی تو فائدہ حاصل کیا یا جس نے (بری بات کہنے کے بجائے) خاموشی اختیار کی تو (گناہ اور شر سے) سلامت رہا۔''

---

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سنہ وایامہ، ریاض: بیت الافکار، ۱۹۹۸ء۔ کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان: ۶۴۷۴

[2] بخاری، کتاب الایمان، باب السلام، ۴۲

[3] صحیح الجامع الصغیر: ۵۸۱۰ - السلسلۃ الصحیحۃ: ۳۵۴/۲، ح: ۸۵۵

زبان سے سرزد ہونے والے گناہ

زبان سے سرزرد ہونے والے گناہ بہت سے ہیں مگر ہم یہاں پر صرف ان چند کا نام ہی ذکر کریں گے جن کو ہم سب بہت معمولی سمجھتے ہیں۔

*جھوٹ	*تہمت	*غیبت	*چغل خوری
*طعنہ زنی اور عیب جوئی	*لعنت کرنا	*گالی گلوچ	*مذاق اور تمسخر
*الٹے نام سے پکارنا	*کسی کی چاپلوسی کرنا		

☆☆☆

اخلاص کے حصول کے طریقے اور علاج

(عاتکہ خنساء، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

- دنیا کی خاطر عمل اور ریاکاری کے انواع واقسام اور اسباب و محرکات کی معرفت حاصل کرنا اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔
- اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق کتاب وسنت پر مبنی اللہ کے اسماء وصفات اور افعال کی صحیح معرفت کے ذریعہ اللہ کے جلال و عظمت کا علم حاصل کرنا، کیونکہ جب بندے کو اس بات کا علم ہو گا کہ اللہ ہی تنہا نفع ونقصان، عزت وذلت، پستی و برتری، دینے نہ دینے کا مالک ہے اور خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں پوشیدہ رازوں کا جاننے والا ہے۔ نیز یہ کہ اللہ، وحدہ لاشریک ہی تنہا مستحق عبادت ہے تو یہ ساری چیزیں اخلاص اور اللہ کے ساتھ سچائی پیدا کریں گی۔ لہٰذا توحید کی تمام قسموں کی صحیح معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔
- آخرت میں اللہ عزوجل کی تیار کردہ نعمت وعذاب، موت کی ہولناکیوں اور عذاب قبر وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا ہے کیونکہ جب بندے کو ان چیزوں کا علم ہو گا اور وہ سمجھدار ہو گا تو وہ ریاکاری ترک کر کے اخلاص اپنائے گا۔ اخلاص کے حصول کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی دنیا کی فکر اور غم چھوڑ دے۔
- دنیا کی خاطر عمل سے ڈرنا اور ہر عمل میں اپنی نیت پر غور کر کے اسے اللہ رب العزت کے لیے خالص کرنا۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ [1]

''اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

☆☆☆

[1] المومنون ۲۳:۶۰

شکر

(مصفہ اصغر، بی-ایس، سمیسٹر دوم، مارننگ)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں ہر اس چیز سے نوازا ہے جو ہمارے فائدے کی تھی۔اس نے ہمیں خوبصورت موسموں، رنگ برنگے پھلوں، پھولوں، آسمان و زمین، سورج، چاند، ستارے غرض سب چیزوں سے نوازا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اس کا شکر ادا کریں۔ شکر ادا کرنے سے ہمارے رزق اور مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جبکہ ناشکری اعمال کی تباہی اور آخرت کی خرابی کا باعث بنتی ہے۔

فوائد:

- اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا زیادہ نعمتوں کا سبب بنتا ہے۔
- شکر رب عزوجل کی اطاعت کرنے کا سبب بنتا ہے۔
- شکر میں نعمتوں کی حفاظت ہے۔
- شکر، اللہ والوں کی عادت ہے۔
- شکر، نعمتوں کی بقا کا ذریعہ ہے۔
- شکر ادا کرنا گناہوں کو چھوڑنے کا سبب ہے۔
- شکر کی توفیق عظیم سعادت ہے۔
- شکر ادا کرنا معرفت نعمت کا ذریعہ ہے۔

ناشکری کے نقصانات:

- ناشکری باعث ہلاکت ہے۔
- ناشکری نعمتعوں کے زوال کا ذریعہ ہے۔
- ناشکری اللہ کے عذاب کو دعوت دیتی ہے۔
- ناشکری ایک بڑا گناہ ہے۔
- ناشکری نعمتوں میں رکاوٹ ہے۔

شکر یا ناشکری! اب ہم پر ہے کہ ہم ان میں سے کس کا انتخاب کرتے ہیں۔ شکر کر کے اپنے رب کی رحمت حاصل کرتے ہیں یا ناشکری کر کے اس کا عذاب مول لیتے ہیں۔

☆☆☆

غصہ

(لائبہ اکرام، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

غصہ کا تعلق ان بیماریوں سے ہے جو نفس کے تخریبی جوش سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ تخریبی جوش کبھی تو صحیح وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اکثر غلط وجہ سے۔ غصہ دراصل ایک شیطانی عمل ہے اور خون کی طرح رگوں میں دوڑ جاتا ہے۔

غصے کی تعریف

حضرت مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں:

"غصب یعنی غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اسے دفع (دور) کرنے پر ابھارے۔"

غصے کے اسباب و محرکات

کچھ لوگ معمولی سی بات سے غصے میں آجاتے ہیں اور کچھ ایسے نہیں ہوتے۔ غصے کے اسباب اور محرکات بہت زیادہ ہیں اور یہ ہر شخص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں۔ چند اسباب درج ذیل ہیں۔

1. امراض قلبی

امام غزالی غصے کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غصے کو بھڑکانے والے اسباب میں غرور، خود پسندی، مذاق، حجت بازی، عیب جوئی وغیرہ کی آرزو داخل ہے۔ جب تک یہ اسباب باقی رہیں گے اس وقت تک غصے سے چھٹکارا پانا ممکن نہیں۔ غرور اور خود ستائشی کی بجائے تواضع سے کام لیا جائے، مذاق کو دینی ذمہ داریوں میں مشغول رہ کر ختم کیا جائے، ہر غلیظ بات کہنے سے احتراز برتا جائے۔

2. فحش گوئی

کسی کو گالی دینا، عار دلانا یا کسی بھی طرح کی فحش گوئی کرنا، سینوں میں آگ بھڑکا دیتا ہے اور انسان انتقام پر اتر آتا ہے۔

3. غربت و فقر

غربت و فقر سے تو رسول اللہ نے بھی پناہ مانگی ہے۔ آپ دعا کیا کرتے تھے

اللهم إني أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَ الْفَقْر [1]

"اے اللہ! میں کفر اور فقر سے پناہ مانگتا ہوں۔"

غربت وہ پریشانی اور دکھ ہے جو غریب انسان کا ہر لمحے پیچھا کرتا ہے۔ دن ہو کہ رات، خوشی ہو کہ غم، یہ اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس کو زندگی کی لذتوں سے محروم رکھتا ہے۔ انسان اسی غربت و فقر اور غصہ کے باعث غصہ کا شکار ہو جاتا ہے۔

4. عار دلانا

کوئی انسان اگر غریب یا بد صورت ہے، کوتاہ قامت ہے یا اس میں کوئی معنوی عیب پایا جاتا ہے تو اس کو اس کے ساتھ عار دلانا اس کو غصہ دلاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] امام ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، ابو داود، سنن ابی داود، ۵۰۹۰، محمد حفیظ البرکات شاہ، اکتوبر ۲۰۱۲

''کتنے ایسے لوگ ہیں جو پراگندہ حال ہوتے ہیں، لوگ ان کو دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں لیکن اگر وہ اللہ کو قسم دیں تو اللہ انکی قسم کی لاج رکھے اور اس کو پورا کرے۔''[1]

غصے کا علاج:

انسان اسی سے پناہ اور سہارا مانگتا ہے جس کے بارے میں یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کی ہر شر اور مصیبت میں حفاظت کرنے اور مکمل پناہ دینے پر قادر ہے۔ اس لیے بندے کو چاہیے کہ وہ استعاذہ (پناہ طلب کرنا) کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھے، تاکہ وہ پناہ مانگے تو دل سے مانگے۔ ظاہری پناہ مانگنے یا تعوذ پڑھنے کا وہ اثر نہیں ہوگا جو دل کے یقین کے ساتھ پڑھنے سے ہوگا۔

ارشاد ربانی ہے:

وَ إِمَّا يُنْزِغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَالسَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔[2]

''اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ابھارے تو اللہ کی پناہ مانگیے، یقیناً وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

☆☆☆

[1] امام مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری بین در دین، ابوالحسین، حدیث نمبر ۲۷۲۲، فرید بک سٹال اردو بازار لاہور، ۲۰۰۲ء

[2] حم سجدہ ۴۱: ۳۶

دھوکہ

(حافظ محمد موسیٰ،بی-ایس سمیسٹر اول مارننگ)

دھوکہ کسی کو چاہتے ہوئے یا کسی معاملے میں غیر مصدقہ چالبازی یا فریب دینے کو کہتے ہیں۔یہ کسی دوسرے شخص کو گمان میں ڈالنے،اچھے یا برے مقصد کیلیے ہوتا ہے اور اس سے متاثرہ شخص نقصان اٹھاتا ہے۔

دھوکہ کی اقسام

دھوکہ کی مختلف اقسام ہیں جو مختلف مقاصد کیلیے استعمال ہوتی ہیں۔چند عام اقسام درج ذیل ہیں:

- **جعلی وعدے (False Promises)**

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے وعدہ کرتا ہے لیکن اس کو پورا نہیں کرتا ہے تو یہ جعلی وعدہ کہلائے گا۔

- **چوری (Fraud)**

مالی معاملات یا منافع کیلیے جعلی ڈاکومنٹس یا معلومات فراہم کرنا چوری کہلاتا ہے اور یہ بھی دھوکہ کے دائرے میں شامل ہے۔

- **شخصیت کا فریب (Impersonation)**

دوسروں کو اپنی شخصیت مختلف طریقے سے دکھانا،دکھاوا کرنا،خود کو بہتر دکھانے کی کوشش کرنا،دوسروں کے سامنے مختلف رویہ رکھنا،یہ سب شخصیت کا دھوکہ کہلاتا ہے۔

- **پیشہ وارانہ دھوکہ (Professional Scams)**

پیشہ وارانہ دھوکہ وہ ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی مخصوص پیشے یا کام کے ذریعے دوسرے کو فریب دیتا ہے،جس سے وہ غلط فہمیوں کا شکار ہوتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

- **آن لائن دھوکہ (Online Scams)**

آن لائن دھوکہ وہ کاروائی ہے جس میں انٹرنیٹ یا ڈیجیٹل مواقع کا استعمال کرکے لوگوں کو فریب دیا جاتا ہے۔

دھوکے کے متعلق قرآنی آیات

قرآن مجید میں دھوکہ کے متعلق مختلف آیات موجود ہیں جو انسانوں کو صداقت اور ایمانداری حاصل کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔چند آیات درج ذیل ہیں:

ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل و تدلوا بها الى الحكام التاكل فريقا من اموال الناس بالا ثم وانتم تعلمون[1]

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ،اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو۔''

والموفون بعد هم اذا عاهدوا[2]

''اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں۔''

ولقد صد قم الله وعده از تحسو نهم باذنه[3]

''اور اللہ نے یقینا اس وقت اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا جب تم دشمنوں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔''

ان يدعون من دونه الا اناوان يدعون الاشيطان مريدا[4]

''یہ تو اللہ تعالی کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں۔''

يعد هم و يمنيهم و ما بعد هم الشيطان الاغرورا[5]

''وہ ان سے زبانی وعدے کرتا رہے گا اور سبز باغ دکھاتا رہے گا مگر یاد رکھو شیطان کے جو وعدے ان سے ہیں وہ سراسر فریب کاریاں ہیں۔''

دھوکہ کے متعلق احادیث

- ایک شخص(حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ اکثر خرید وفروخت میں دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم کسی چیز کی خرید وفروخت کرو تو یوں کہہ دیا کرو: ''بھائی دھوکا اور فریب کا کام نہیں۔''[6]
- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دھوکہ دینے والے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا جس کے ذریعے وہ پہچانا جائے گا۔''[7]
- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے اور فاجر دھوکہ باز اور کمینہ خصلت ہوتا ہے۔''[8]

[1] البقرہ 188:2
[2] البقرہ 177:2
[3] آل عمران
[4] النساء 117:4
[5] النساء 120:4
[6] بخاری: 2117
[7] بخاری: 4944
[8] سنن: 1947

- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، بھاؤ چڑھا کر ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور باہمی قطع تعلقی اور دشمنی سے بچو۔''[1]

دھوکہ کے متعلق آئمہ اربعہ کا نظریہ

امام ابو حنیفہ کا نظریہ

امام ابو حنیفہ کے فقہی اقوال میں ایمانداری اور اخلاقی اصولوں پر زور دیا گیا ہے۔ اور دھوکہ دینے یا دھوکہ کھانے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ دھوکے سے متعلق امام ابو حنیفہ کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

- امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سچ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو چھوڑ دیتا ہے۔
- امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر تم کسی سے امانت داری کا وعدہ کرو تو اسے پورا کرنا، چاہے وہ کچھ بھی ہو۔
- امام ابو حنیفہ نے دھوکہ کی مذمت کی ہے اور فرمایا کہ دھوکہ دینے والا ہمیشہ مایوس ہوتا ہے اور اس کی روزی میں برکت نہیں ہوتی۔

امام احمد بن حنبل کا نظریہ

امام احمد بن حنبل کے نظریات میں بھی دھوکہ کی مذمت اور ایمانداری کی تاکید ملتی ہے۔ یہاں امام احمد بن حنبل کے نزدیک دھوکہ اور صداقت کے متعلق کچھ اقوال ہیں:

- امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے کوئی چیز مانگتے ہو تو میں اپنے روایات کی امانت داری پر عمل کرتا ہوں۔
- امام احمد بن حنبل نے دھوکہ دینے کی مذمت کی ہے اور ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی شخص دھوکہ دے تو اس کا چہرہ زخم خوردہ ہوتا ہے اور اس کی روزی میں برکت نہیں ہوتی۔
- امام احمد حنبل نے فرمایا کہ صداقت ہر حالت میں خیرات ہے اور جھوٹ ہر حالت میں شرارت ہے۔
- امام احمد بن حنبل نے امانت داری پر زور دیا اور انہوں نے امانت داری کے حوالے سے یہ کہا کہ مجھے اپنی حدیثوں کو امانت داری سے چلانا ہے چاہے میری روایات کسی سے مانگی گئی ہوں۔

[1] مسند احمد: 9778

امام شافعی کا نظریہ

امام شافعی کا نظریہ بھی ایمانداری اور اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے اور انہوں نے دھوکہ دینے یا دھوکہ کھانے کی مذمت کی ہے۔ یہاں امام شافعی کے متعلق کچھ اقوال ہیں جو دھوکہ اور ایمانداری پر مبنی ہیں:

- امام شافعی نے امانت داری کی اہمیت پر زور دیا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمہارے پاس کچھ چھپائے تو تم اس کی امانت داری پر اعتماد کرو، چاہے وہ کتنا ہی کیوں نہ ہو۔
- امام شافعی نے دھوکہ دینے کی مذمت کی ہے اور ان کا فرمان تھا کہ دھوکہ دینا عیب ہے اور یہ ایمان میں موزوں نہیں ہے۔
- امام شافعی نے عہد و پیمان کی پاسداری کی اور انہوں نے کہا کہ اگر تم نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو اسے پورا کرو۔

امام مالک کا نظریہ

امام مالک کا نظریہ عدل و ایمان کی اہمیت پر مبنی تھا، جہاں وہ عدل کو بہت اہم اصول سمجھتے تھے اور ایمان کے اصولوں کی حفاظت کو بھی زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ ان کے نظریہ میں سنت کا بھی بڑا کردار تھا جو کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں عدل اور اخلاق کو سمجھانے میں مدد فراہم کرتا تھا۔

دھوکہ دینا وقتی لذت و فائدہ تو دے سکتا ہے مگر زندگی میں بہت پریشانیاں لا کر بے سکون کر دیتا ہے۔ یقین مانیں کہ دوسرے انسان کو نظر نہ آنے والا دھوکہ، آپ کے کندھے پر موجود لکھنے والے فرشتوں سے کبھی نہیں چھپ سکتا۔ ہم کسی انسان کو تو دھوکہ دے سکتے مگر رب کو کبھی نہیں دے سکتے۔ یہ بات خود کو سمجھالیں کہ دھوکہ کھانے والا شریف و مجبور تو اکثر خاموشی سے آپ کا دھوکہ برداشت کر جاتا مگر رب تو نہیں بھولتا اور پھر نہ چھوڑتا ہے۔ کیونکہ دھوکہ دینا تو آسان ہے، مگر خود سہنا بہت ہی مشکل۔

☆☆☆

ہنسنا منع ہے!

قومہ

(انتخاب: زنیرہ امجد، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

سوچ رہاہوں یہ قومہ بھی کتنی ضروری چیز ہے۔۔۔

میں جامعہ جارہاتھا سڑک پہ کھڑا رکشے کاانتظار کررہا تھاایک گاڑی کے پیچھے لکھاتھا:

''آ کھوتے چھوڑ آواں''

بے حد حیرانی ہوئی کہ اپنی سواری کو''کھوتے''یعنی (گدھا) کون کہتاہے؟ بہت سوچ بچار کے بعد سمجھ آئی کہ محترم قومہ لگانا بھول گئے ہیں اصل جملہ کچھ یوں ہے:

''آکھو، تے چھوڑ آواں''

یعنی اگر کہو تو چھوڑآؤں ۔۔؟؟؟

سوچ رہاہوں یہ قومہ بھی کتنی ضروری چیز ہے۔

☆☆☆

آنندی بڑی چس اے

(محمد اویس،بی-ایس سمیسٹر ششم،مارننگ)

دو ام دے تین لیموں دا رس اے
تے سانوں آنندی بڑی چس اے

سر عبداللہ کیندے نیں میں انا سُکا کیوں ہاں
خوراک ویکھو اک کپ چاء دورس اے
تے آندی بڑی چس اے

سر سعیدی نوں آکھیا ٹوپِک سمجھا دیو
آوندا ہر بول جاندا دل اچ وس اے
تے آندی بڑی چس اے

سر عاصم کیندے نیں میں بڑا سہنا ہاں
جیڑھا ویکھے او جاندا ہس اے
تے آندی بڑی چس اے

میڈم سعدیہ بارے میں کی آکھاں
اوندے اگوں میری وی بس اے

☆☆☆

افقِ نظم و غزل

پیغام گزرتے زمانوں کا

(فاطمہ نعیم،بی-ایس سمیسٹر پنجم ایوننگ)

ڈھلتے ہوئے سورج کی آخری کرنو! دعا دو اس سفینے کو

بچالیتا ہے جو بھنور میں،ایماں کارندوں کا

ڈوبنے نہیں دیتا پیمانہ،مبتلائے آزمائش فرزندوں کا

لوٹ کے نہیں آتے اڑ جانے والے

دستورِ حیات ہے یہی ازل سے پرندوں کا

بھٹکنے والے صراط مستقیم سے، اگر پلٹے

منتظر پاتے ہیں آنکھوں کو یونہی اپنے رستوں کا

پیشانی کے جھکانے سے غیر کے در پر

نالاں ہے تجھ سے معبود، مناظر جو اپنے بندوں کا

الجھا سکتی ہیں رنگیناں اب بھی تجھے کیونکر

پوشیدہ تیرے ہی واسطے ہے تحفہ نگینوں کا

آ تجھے اِک راز بتلاؤں

خوب ہے وہ آنکھ جو دیکھ لے پھل نیتوں کا

مسجودِ ملائک تو ہے، تو ہی تو حسن ہے نظاروں کا

جانتا تو بھی ہے سبب ان منثور قرینوں کا

اصبر یا عبدی الکفورا

یونہی کٹتا ہے رفتہ رفتہ سفر ان زینوں کا

☆☆☆

اے بنی آدم

(ایمان فاطمہ، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

دنیا میں کھو گئے ہیں بسیار بنی آدم

یہ خطاکار بنی آدم، یہ بےزار بنی آدم

درِ خدا کو چھوڑ کر کسی اور در چلے ہیں

بھٹکتے ہی جا رہے ہیں بے شمار بنی آدم

نعمتیں ہیں رب کی اتنی کہ نہ ہوں شمار

پھر بھی رب کے کتنے ہیں ناشکر گزار، بنی آدم

کامیاب ہے وہ شخص جس نے کی محبتِ خدا

مگر کیوں نہیں کرتے رب سے پیار، بنی آدم

کھوتے ہی جا رہے ہیں اس دنیائے فانی میں

کیوں نہیں کرتے فکرِ آخرت، گناہ گار بنی آدم

لوگ چلتے ہی جا رہے ہیں اس دنیا سے ایمانؔ

آخر ختم ہو گی یہ بہار، بنی آدم

☆☆☆

جب میں اپنے پیارے اللہ سے ملوں گی تو کہوں گی

(ہادیہ بشیر، بی-ایس سمیسٹر پنجم مارننگ)

خداوندا! تیرا بندہ وہ دنیا چھوڑ آیا ہوں

بدن سے روح اور سانسوں کے رشتے توڑ آیا ہوں

خداوندا! تیرا بندہ وہ دنیا چھوڑ آیا ہوں

تیری دنیا میں جب میں نے ادھوری آنکھ کھولی تھی

کہیں سر گم کہیں رنگینیوں کی ایک ہولی تھی

انہی کالے اجالوں میں سراپا کھو گیا تھا میں

کہ اپنے آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا میں

تیری توفیق سے یارب! جب اپنا آپ پہچانا

ہوائے نفس کو چھوڑا تیرے قرآن کو تھاما

سہے نشتر بہت میں نے، اٹھا پھر ایک ہنگامہ

کبھی تنقید کو جھیلا کبھی طعنوں کو جھیلا ہے

کہیں پر تلخیوں اور ترش ترلہجوں کو جھیلا ہے

بلآخر سانس کی ڈوری ہوئی جب ختم اے مولا!

ہوا کے ہاتھ تیرے دین کا پیغام دے آیا

خداوندا تیرا بندہ وہ دنیا چھوڑ آیا ہوں

بدن سے روح اور سانسوں کے رشتے توڑ آیا ہوں

(جنید جمشید)

کیا ہے زندگی؟

(قاریہ لیاقت، بی-ایس سمیسٹر پنجم، مارننگ)

اگرچہ گلزار و کہکشاں ہے زندگی
ہر قدم پر امتحاں ہے زندگی
مسکراتے کھلکھلاتے بچے کے چہرے میں
غور سے دیکھو عیاں ہے زندگی
کبھی غموں کی منجدھار ہے تو
کبھی خوشی کا سماں ہے زندگی
کہیں غلاموں کی بے بسی ہے
کہیں تختِ جاوداں ہے زندگی
سفرِ آخرت کی فکر جہاں ہے قرۃؔ
حقیقت میں وہاں ہے زندگی

☆☆☆

زندگی اچھی ہے!!!

(رحما ندیم، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

عشق و عقل کے فلسفے میں

جذب و جنوں کے ولولے میں

زمیں پر اُترے آسمانوں میں

گزرے وقتوں کی شوخ داستانوں میں

دوستی، وفا، قُربانی کے زمانوں میں

فیض، فراز، جون کی رومانیوں میں

اُس وحشتِ جاں کے انتظار میں

اور اُس انتظار کے بڑھتے خُمار میں

صحیح غلط کے مٹتے اُصولوں میں

رسم و رواج کی چھوٹتی حدوں میں

اس جہانِ فرسُودہ سے، بہت دور کہیں

جہاں آزادی کی قفس میں ہو زندگی، ہاں وہیں

تحفظ کی فکر سے بہت دور

وجودِ زن ہو جہاں ثبات سے بھرپور

روٹی کپڑا کی سوچوں سے پَرے

رُوح کی خلوت کو جو بھرے

سرسبز چمن کی بانہوں میں

کچھ بے سمت سی راہوں میں

خدایانِ بحر و بر کے رُو برو

لگے جو رنگ اُفق کے ہو بہو

جاڑے کی سرد ہواؤں میں

خوشبو سے معطر فضاؤں میں

منزل کی فکر سے دور اک سفرِ جاوداں میں

خانہ بدوشی کی چاہ میں، بہتی عمرِ رواں میں

چاند، تاروں اور پہاڑوں کے درمیاں

ہیں جہاں پیار، محبت اور خوابوں کے بیاباں

ڈوبتی دھڑکنوں کی مدھم آوازوں میں

ان کہے لفظوں سے بھرے کاغذوں میں

ڈھلتی شاموں میں، مدھم راتوں میں

بہتے جذبوں سی، خاموش ملاقاتوں میں

یاد کے دریچوں میں پڑے بھُولے ہوئے لوگ

کچی عمروں میں چڑھتے نشوں کے روگ

بارشوں کی روانی میں، شبِ خستہ کی جوانی میں

آسمان، رات، پھول، ستارے

ہم تم ہو جیسے ندیوں کنارے

دیوانگیٔ شوق سے، عقل و ہوش کے سب حالات تک

عالمِ خیال سے حقیقت کے معاملات تک

دسترس سے لاحاصل تک

گہرے سمندر سے ساحل تک

مال روڈ سے انار کلی تک

گورنمنٹ کالج سے سُور جن گلی تک

دُھول سے اٹی کتابوں میں

بازارِ حسن کے شبابوں میں

خاموشیوں کے شور میں

اُسی پُرانے سے لاہور میں

زندگی اچھی ہے!!!

وہم و گمان میں، فکر و دھیان میں

حاصل کو جو ہوتا ہے قاصر

اُسی جہانِ غائبان میں

زندگی اچھی ہے!!!

☆☆☆

میں کیا بتاؤں میں نے کیا حال دیکھا

(زنیرہ امجد، بی-ایس سمیسٹر دوم، مارننگ)

میں کیا بتاؤں میں نے کیا حال دیکھا

مردِ حق کو آغوشِ دولت میں پڑے دیکھا

مغرب کی تہذیب میں سورجِ مشرق کو ڈھلتے دیکھا

افلاس کے بازار کو پر رونق و پر شور دیکھا

میں کیا بتاؤں میں نے کیا حال دیکھا

بنتِ ہوا کو تختِ شہنشاہی سے اتر کر

بازاروں کی محافل کو سجاتے دیکھا

لباسِ حیاء کو تار تار کرتے دیکھا

میں کیا بتاؤں میں نے کیا حال دیکھا

تند و تیز ہوائیں، لہروں کی تغیانی میں

کفر کے کانٹوں سے لڑتا گلاب دیکھا

میں نے آج حجاب میں انقلاب دیکھا

میں کیا بتاؤں میں نے کیا حال دیکھا

☆☆☆

ڈر

(رُحماندیم، بی-ایس سمیسٹر دوم مارننگ)

اعترافِ جُرم تو کب کا کر چکا

بس شُمارِ گناہ سے ڈرتا ہوں

موت تو آتی ہے روز ہی

میں تو بس مرنے سے ڈرتا ہوں

ہزار شکوے سہی، دلِ بے قرار میں

زبان پر "کاش" لانے سے ڈرتا ہوں

کیا کہوں، کیوں ہوں میں تنہا بھیڑ میں

کہ اِس حیاتِ فانی میں عہدِ جاوداں سے ڈرتا ہوں

وہ جسکے خُمار میں، بھُولے جاتے ہیں دو جہاں

میں یادیں سمیٹتی ہوئی اُس خوشبُو سے ڈرتا ہوں

یوں تو بھر ہی جائیں گے زخمِ جگر، مگر اے ضربِ جاں

مستیِ دہر میں تم کو یکسر بھُلا دینے سے ڈرتا ہوں

ابھی اک عمر باقی ہے ہوائے شوقِ نظر

میں بس غلطیاں دہرانے سے ڈرتا ہوں

☆☆☆

سوچ

(ام حبیبہ، بی-ایس سمیسٹر ششم، مارننگ)

اے سوچاں داتو کی سوچا جیڑیاں سوچاں تینوں ہین اوندیاں نے

مت سوچ ایناں سوچاں نوں جو تیرا مقصد تینوں بھولاندیاں نے

تو مقصد اپنا بھلادِتّا تو پچھے لگا کُھلیاں ہواواں دے

تو بھل گیا ایناں گلّاں نوں کتھوں آیا اے کتھے جانا اے

تو کلمہ پڑھیا سی اللہ دا، پر پڑھ کے اونوں بھلایا توں

تو راہ پے گیا ابلیس دا، اونوں ہتھ وِچ ہتھ پھڑایا توں

تو دنیا نوں نہ سمجھ پایا، اے دنیا تیری نہ ہوسکدی

اے دنیا آلے تیرے نال ہین، پر غرض اوناں دی وکھری

تو کی کرنا اِس دنیا دا جیڑی دنیا تیری نہ ہوسکدی

تو بھل جا ساریاں گلاں نوں بس یاد کر اللہ کلے نوں

☆☆☆

انگریزی تحاریر

Names of the Quran in different terms from Quran

(Hadia Bashir, Bs. 5th semester Morning)

Some scholars have mentioned fifty-five names and some have mentioned more than ninety names and titles. Out of which Al- Quran is the most common name of Holy Quran.

Sr #	Quranic Name	Translation	Reference of Ayah
1-	القرآن	The Recitated Book , The Reading	2/185, 4/82, 6/19, 7/204
2-	المبین	The Luminous	5/15 , 27/1 , 12/1-2
3-	الہدیٰ	The Guidance	2/1-2, 2/97 , 2/185
4-	الفرقان	The Criterion for judging right from wrong	2/185 , 3/4 , 25/1
5-	البرہان	The Clear Evidence	4/174
6-	حکمۃ	Perfect Wisdom	54/5
7-	المعزہ	The Admonition	3/138
8-	بشریٰ	Glad Tidings	17/105
9-	الحق	The Right	10/108
10-	الذکر	The Reminder, Remembrance	3/58
11-	علم	Ultimate Knowledge	2/119
12-	نور	The Sacred Light	4/174
13-	حکیم	Full of Wisdom	36/1
14-	عبرت	Lesson	12/111
15-	رحمت	Mercy	6/157, 7/52
16-	بصائر	Eye-Opening evidence	28/43
17-	الشفاء	The Healing	17/82, 10/57
18-	مطہرہ	Kept pure	80/14, 98/2
19-	نباء العزیم	Supreme Message	38/67, 78/1-2
20-	مہیمن	Guardian, Witness	5/48
21-	امام	Leader	16/89

22-	مجید	Glorious	46/1
23-	کریم	The Honourable , The Noble	56/77
24-	کلام اللہ	The Word of Allah	2/75
25-	موعظہ	Admonition	3/138
26-	الی	Exalted	43/4
27-	مبارک	Blessed	6/155
28-	بیان	The final Statement	3/138
29-	عجب	Wonderful	72/1
30-	تذکرہ	Admonition, Reminder	73/19
31-	عروۃ الوثقیٰ	The Firm Handhold	31/22
32-	صدق	Truth	39/33
33-	حکمۃ	Perfect Wisdom	54/5
34-	عدل	Justice	6/115
35-	امراللہ	The Commandment of Allah	65/5
36-	منادی	Inviter to Faith	3/193
37-	نظیر	Warner	41/4
38-	عزیز	Mighty	41/41
39-	بلیغ	Sufficient Message	14/52
40-	صحف مکرمہ	Gracious Book	80/13
41-	مرفوا	Exalted, famous	80/14
42-	مصدق	Confirming, Scripture	2/89
43-	حبل اللہ	The Rope of Allah	3/103
44-	فصل	Decisive	86/13
45-	احسن الحدیث	The Best Message	39/23
46-	قیم	Straight Guidance	98/3
47-	مضنی	Off- repeated	39/23
48-	متشبی	Consistent in itself	39/23
49-	تنزیل	The final Revelation sent by Allah	56/80
50-	روح	The Book which gives life to faith	42/52
51-	وحی	The Final Revelation	21/45

52-	حق اليقين	Truth, True	56/95
53-	عربی	In Arabic	12/2, 13/37
54-	الکتاب	The Book	2/1-2, 2/129
55-	زبور	The Scripture	21/105

☆☆☆

Love for Allah

(Umama Adnan, Bs. 3rd semester Morning)

What is our love for Allah?

The love we have taken granted

The love we only want when we are in need

The love we have forgotten about

The love that is unrequited from His side

Is it Love?

Or maybe it isn't love,

Because love is what you seek,

no matter when you're up or down as we speak

Love is where we both put efforts

Love is when you do what He Loves

Love is when you don't call him only in need

Love is when you're happy

Love is when you're content

This is Love.

Our Love , For our Rabb

Rabb - ul - Alamin,

Allah Subhan wa ta'Ala

What is your love for Allah?

☆☆☆

Come on Muslims!

(Eman Fatima, semester 5th, Morning)

' O ' Muslims! Awake Arise!

Enough! Now, just stop cries,

Be faithful, Discipline and stand united,

So that you would be delighted,

Beware and try to dare,

Care, Share and don't prattle,

Prove yourself in this battle,

Holy is the thing, in which you excel,

Grab it and never ever think to rebel,

No discrimination,No disintegration,Not at all,

Become patriotic and stand tall,

Be wise, don't act like sand,

Come on Muslims!Join your hands!

Come on Muslims!Join your hands!

☆☆☆

Views/Fatwas of Ulama about Photography and Vediography

(Benish Haseeb, M.phil 4th semester)

Photography and Videography are Haram

- **MUFTI MUHAMMAD SHAFI**

The photographer does not create and preserve the limbs. As if he is the cause of companionship, so he will be tormented, he will be asked to put his life in the picture he has made, when he is unable to do so, he will be tormented. But even if you work carefully, no artist can actually create the limbs. The surface of the limbs is formed by the image. Neither the veins nor the muscles nor the bones and flesh are formed in it. What is the difference between painting the surface of the limbs in a photo and painting it with a pen? ([1])

- **SHABEER AHMAD QASMI**

Photography or video making is illegal if it is done merely for entertainment or news or in various secular and pornographic programs or purely corrective religious programs; However, if there is a need for religion, for example, to strengthen the voice of Muslims against the propaganda of false sects, or to take simple pictures for passports and visas, then despite the fact that it is not permissible, Under the ulema, there is room for it. The same is true of the profession of photography or video-making, which is permissible if the equipment is used legally and illegal if it is used improperly. But in both cases, there is a reward for hard work and dedication.Therefore, it is halal and its order is similar to the salary of a bank, but precaution is better here. ([2])

In another book it is stated that:

The mirror does not remain unmatched, after the fall fronts, the image also disappears, instead of photo, and it is quite obvious, and then from the industry; therefore, exactly the same is the hand image. ([3])

- **MUFTI MUHAMMAD JAFAR MILI**

[1] Muhammad Shafi, mufti , tasweer kay sharayi ahkam,idara-tul-maarif , Karachi,(n,d),p.52
[2] Al-qasmi, Shabeer Ahmad,Fatawa qasmia, Maktaba Ashrafia, Deoband,(n.d),21/733
[3] Al-qasmi, Shabeer Ahmad, Imdad-ul- Fatawa Jadeed, Zakaria Book Depot, Deoband, Saharanpur,(n,d),9/378

Photography and videography, they also take a picture of the soul and the non-living soul, it is haram to take a picture of the soul, and it is permissible to portray non-living souls such as trees, mountains and rivers, etc., it is found that these instruments are used for both legitimate and illegal purposes, so it depends on user weather he uses it for legal or illegal works. For illegal purposes, therefore, the purchase and sale of these equipment, repair work and its wages are valid. ([1])

- **MOULANA MUHAMMAD YUSUF LUDHANWI**

Films and pictures are haram according to the instructions of the Prophet (peace be upon him), and those who make them are cursed. How can a cursed thing be a means of spreading Islam? Calling a photo, a "mirror" is self-deception, because if this reflection is not obtained by human action and then not made sustainable, then the photo cannot be made, so to speculate on a natural and involuntary thing is an optional thing. It's a hoax. The very word "film industry" implies that it is a man-made thing. ([2])

- **AHMAD RAZA KHAN BRELVI**

It is haram to portray an organism without imprisonment and condition, whether shadowy or shadowless, whether made of hand or mere reflection. In the blessed time of The Prophet (peace and blessings of Allah be upon him), people used to make both kinds of pictures which were in the form of sculptures or mere images and shadows, So In hadith, about making the picture seven punishment is mentioned without any specification, so all forms of the picture are prohibited, it is only the religion of Rawafiz who justifies the imageless image.([3])

- **MOHAMMED TOSIR MIAH**

Picture taking with a gadget of photography: The passability of this is contrasted among the contemporary researchers. Some have expressed they are pictures that fall under the overall restriction while others recommend that these pictures are not 'pictures' yet rather the catching of a shadow (follow), consequently this wouldn't fall in the strict (sharee) dis-allowance. The deeper assessment as per us, in this classification, is restriction overall conditions and pass-ability at the events of need, for example,

---

[1] Muhammad jafar mili, Moulana, Al masiail muhima-tul fima abtalat aama, Maktab-ul-Salam Jamia Akal Kawa, Nandohar(n,d),6/242

[2] Muhammad yusuf ludhanwi,Moulana, ap kay masail aur un ka hal,maktaba ludhyanvi, Karachi, 1999A.D,p.67

[3] Ahmad Raza khan brailvi, Fatawa Razawiyya,Raza foundation Lahore,2003A.D,24/563

i. Picture for character cards to perceive a people appearance
ii. Pictures for visas
iii. Pictures for acquiring visas
iv. Pictures for driving permit of vehicles and driving
v. Pictures for the need of distinguishing crooks and their captures
vi. Pictures for the need of distinguishing understudies in schools, schools and colleges
vii. Pictures for representative ID cards to separate organization laborers and outside guests.
viii. What's more, in other such necessities, it would be passable
ix. Also, it wouldn't be precluded to utilize pictures (of invigorate objects) assuming they are little to such an extent that the nitty gritty body appendages are not satisfactory for the passerby who is in a standing position, while these photos are on the floor or spread on the ground without being loved. ([1])

- **MUFTI ABDUL QASIM NOMANI**

Muslims are not permitted to get their photographs clicked except if it is for an ID card or for making a passport. ([2])

- **DAR-UL-IFTA DEOBAND**

It is unlawful and haram to take a picture or There is a strong punishment mentioned in Hadith. For who take pictures and it has been said that on the Day of Resurrection, those who take pictures will have the most severe punishment. ([3])

- **ALLAMA MUHAMMAD YUSUF BANORI**

It is still unlawful and haram to take a picture of any living thing, as it was before, no matter what device is used for this photography, according to a large number of scholars and fatwas.

[1] "What Is the Ruling on Digital Pictures?," IslamQA, January 21, 2022,retrieved on :4/5/2022, https://islamqa.org/hanafi/daruliftaa-birmingham/19581/digital-pictures/.
[2] "Photography Is a Sin, According to India's Leading Islamic Seminary," PetaPixel, December 12, 2021, retrieved on :4/5/2022, https://petapixel.com/2013/09/11/photography-sin-according-indias-leading-islamic-seminary/.
[3] "تصویر بنانا جائز ہے یا نہیں؟" ,متعلقہ سوالات, retrieved on :4/5/2022, https://darulifta-deoband.com/home/ur/halal-haram/167398.

The division of digital and non-digital about legitimacy is unreliable from a Shariah point of view; it is important to avoid photography. ([1])

Photography is halal

- **DR ZAKIR NAIK**

As far as photography is concerned brother, there's a Hadith in Sahi Bukhari and other Sahi Hadith that Tasweer is Haram. Allah will ask you to put life in that tasweer. At that time photography wasn't there. Tasweer means painting today in Arabic. Unfortunately, or fortunately the same word tasweer is used for photography and for painting, In English there are two different words. Painting is a different word. Photography is a different word. So, when we go back, we come to know that the Prophet never prohibited a person looking in the reflection, look in the mirror or combing there or by looking in the water. So, photography today is nothing, but reflection preserved on paper. The scholars say that photography personally is not Haram. What is Haram is painting and sculpture. That is what this means of Tasweer in the Hadith. But if you use photography for wrong means for idol worshiping ship is Haram. If you make a big photograph of Amitabh Buchan keep in your house, it leads to Hiroshi worship, the photography used for idol worship, hero worship, pornography, is obviously haram. ([2])

- **SHAIKH ASIM AL HAKIM**

Some scholars begged to differ and I'm inclined to that opinion because when you take a photograph there is no human intervention the picture you see on your tv screen is a reflection of light it's the same that I see when I talk to a mirror or when I see my reflection on a pond of water so this is not something that I created this is the creation of Allah and some scholars say as long as there's no photoshopping as long as there's no editing of the picture it's just as you had taken it this is permissible([3])

- **ENGINEER MUHAMMAD ALI MIRZA**

[1] ڈیجیٹل تصویر کا حکم,” صفحہ اول جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن“جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن, February 6, 2020, retrieved on :4/5/2022, https://www.banuri.edu.pk/readquestion/-02-06/144106200449-ڈیجیٹل-تصویر-2020

[2] Fahim Akthar Ullal,Photography is allowed or not, Dr. Zakir Naik[YouTube video],3 October 2019, https://youtu.be/fEB1YMXZPUw

[3] Assimalhakeem,If photography is permissible, why is it prohibited to hang pictures on the walls? - Assim al hakeem[YouTube video],8 November 2020, https://youtu.be/6s-FJEsC550

A picture that is created for respect is Haram whether it is made by hand, whether it is made from a camera, whether it is a video. Well, in the same way, a picture that is made of any living organism made by hand, even if it is not made for respect, is also Haram, because the words of Bukhari and Muslim are that Ibn Adam is the one who cannot produce the grain, but he copies my Creation. And if a man copies someone he will spoil it. For example, If I make your picture, Then I cannot copy the nose of you that Allah has created. I will spoil it with my hand. Then I have spoiled the creation. On the contrary, if I make a video of you or take it in the digital camera. Actually, I didn't make you but I saved your thing, it's biggest. example is mirror. If Islam had been irritated by the digital picture, it would have been haram to look at the mirror first.([1])

- **MUFTI MENK**

It applies to the term the sweep when you have a mirror image when you look into the mirror and you can freeze that image you are not competing with Allah and the creation of Allah no have you created something it's a photograph it's done by an apparatus it's frozen you can keep it for memory you can keep it for whatever. ([2])

- **MUFTI TARIQ MASOOD**

The image of video is not a real picture. There is a lot of disagreement about its being a picture. There are many scholars who do not consider it as a picture, so I have my own tendency that this is not a tasweer. Sometimes it happens that if we have something then there is no name in the dictionary to give it. If we have something similar then we borrow the name and put it on it. It was not made in the time of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him). When it came into being, it looked like haram Tasweer. It will not have the rules that are its rules. Many great scholars have said that the most basic condition for an image is that it is stuck and still, the image which is forbidden by Islam is based on two basic things. It has been declared haram because of the imitation of the creation of the Qur'an. The image of the digital camera is not a copy of Allah because in its man does nothing by himself.

[1] Engineer muhammad Ali Mirza- official, PICTURES (Tasaveer) & VIDEOS peh True ISLAMIC RULINGS ? Importance of MEDICAL Education for WOMEN![YouTube video],8January 2016, https://youtu.be/eaeLT2brCoY

[2] Believing beings, Ruling of taking pictures|mufti Menk 2018[YouTube video],31 January 2018, https://youtu.be/6wBVGnypMh8

These are the same human beings that Allah has created, they are shown on the camera screen. ([1])

- **DR. TAHIR-UL-QADRI**

Religion is being propagated through photography and videography. And if we consider it permissible, that's why we have allowed it. Because if we do not adopt the method by which all the countries of the world have adopted, then we will be left behind in the world in the propagation of religion which may be through it. However, it should be avoided in haram activities .([2])

At another account He said:

This video and photography do not fall under the category of the image and allegory which is forbidden in the hadith. Rather, they are like a mirror, now the question arises, what comes in this matter? So, idols come in this matter ([3])

He said in the same speech:

If the education system of the whole world is in the form of this video and picture. So, Islam, which is the religion of nature, will deprive its followers of the wealth of education??? ([4])

Suggestions

From above discussions I have some suggestions:

- ✓ Don't click photos of na-mahram.
- ✓ Don't blackmail any na-mahram by clicking his picture.
- ✓ Click or take picture only for official use.
- ✓ Don't upload family photos on social media for public.

---

[1] Islamic lab, photography in Islam mufti Tariq Masood[YouTube video],5 April 2019, https://youtu.be/ycvtJeTE8pM
[2] Mohammed Arshid, Islam mein picture banana by Dr Tahir ul .MPG[YouTube video],15 April 2011, https://youtu.be/Pe3SvfSmZSA
[3] Awish303, photography in Islam by Dr Tahir ul qadri Sahab.flv [YouTube video],2 December 2010, https://youtu.be/pFFtOzCDHeA
[4] Ibid

Conclusion

From the above arguments, it can be concluded that in this present age digital photographs taken are halal. But we should not use it for haram purposes. For example, if you go to a wedding and you go there and take pictures of non-mahrams, then it will not be halal at all.

☆☆☆

The Crucial Need for Reading Books in Today's Time

(Benish Haseeb, M.phil 4th semester)

Introduction:

In the fast-paced and ever-evolving world of today, the significance of reading books cannot be overstated. The habit of reading is not merely a pastime but a necessity that contributes to personal growth, intellectual development, and a deeper understanding of the complexities of life.

Enhancing Knowledge:

Reading books is an indispensable means of acquiring knowledge. In a world where information is at our fingertips, books serve as reservoirs of in-depth, well-researched insights. They provide a reliable source of information on diverse subjects, fostering a continuous quest for learning.

Cultivating Critical Thinking:

Books encourage critical thinking and analytical skills. They present varying perspectives, challenge preconceived notions, and stimulate the mind to evaluate and synthesize information. The ability to think critically is an essential skill in navigating the complexities of modern life.

Escaping into Different Realms:

In the midst of our hectic lives, books offer a retreat into different realms. Whether fiction or non-fiction, books provide an escape from reality, allowing readers to explore new worlds, cultures, and ideas. This mental escapade fosters creativity and imagination.

Building Empathy:

Literary works, especially novels, enable readers to step into the shoes of diverse characters, experiencing their joys, struggles, and triumphs. This fosters empathy, understanding, and a broader worldview, crucial qualities in a world that thrives on diversity.

Stress Reduction and Mental Well-being:

Reading has proven benefits for mental well-being. It serves as a therapeutic activity, reducing stress levels and promoting relaxation. Engaging with a good book provides a healthy escape from the pressures of daily life.

Conclusion:

In conclusion, the need for reading books is not a luxury but a necessity in today's fast-paced and dynamic world. It is a practice that contributes to our intellectual, emotional, and social well-being. As we navigate the challenges of the modern era, let us not overlook the transformative power of a good book and the profound impact it can have on our lives.

☆☆☆

DATE.

Advantages of Hijab in Islam

Written by Benish Haseeb, Mphil semester 4

The baseless western civilization has imprisoned women in a cruel cage, not th hijab system.. the backwardness of Women's is not in body or neck covering and her freedom is not in exposing her body parts.

I know Hijab is difficult to keep because you have to hear more from your home. But if you are used to it, then it definitely give inner tranquility to your soul. Some advantages are:

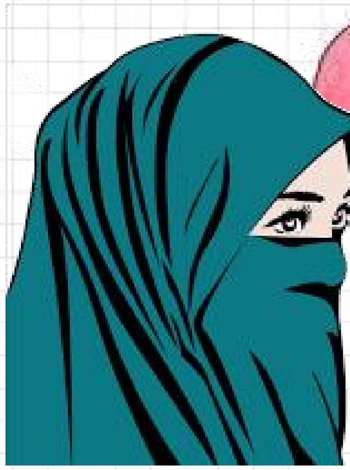

- A woman who wears hijab is closer to ALLAH than other selfish human.
- She can live a simple life that Allah demands.
- It protect the woman like pearl in the shell .
- The hijabi woman is judged by its talent not by it's appearance.

「keep in mind」

it (hijab) is obligatotory to all Muslim women by Allah

Key Facts

Benish Haseeb M.phil 4thsemester

Traditional teddy bears are typically stuffed animals with soft fur, a stitched nose, and plastic or **glass** eyes. They often have jointed limbs that allow them to be posed in different positions.

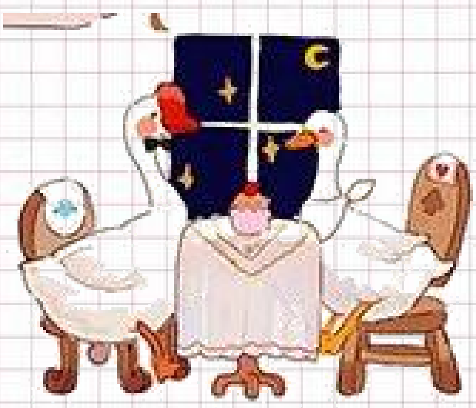

The use of tables and chairs dates back thousands of years. Ancient civilizations, such as the Egyptians, Greeks, and Romans, developed various types of furniture for seating and dining

Swans are monogamous, meaning they mate for life. Once they find a partner, they typically stay together until one of them dies. If a swan's mate dies, it may find another mate, but this is not common.

Cookies are a popular baked treat that originated in Persia (modern-day Iran) in the 7th century CE. They were introduced to Europe by Muslim invaders in the 14th century.

تصویری البم

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز،پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی مین لائبریری جامعہ پنجاب میں سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے۔

دوروزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس کے موقع پر ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی اور ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ ڈاکٹر شاہدہ پروین مہمان خصوصی جناب احسن اقبال کا استقبال کرتے ہوئے۔

ادارہ علوم اسلامیہ کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر ڈین فیکلٹی پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی اساتذہ و طلباء کے

ہمراہ دعائے خیر کرتے ہوئے۔

بی-ایس اور ایم-اے کے طلباء کی الوداعی تقریب میں اساتذہ کی شرکت

بی-ایس سمیسٹر ہفتم، سیشن 2019ءتا2023ء کی کلاس ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی کو کیلیگرافی پیش کرتے ہوئے۔

2023ء سپورٹس گالا کے موقع پر تقسیم انعامات کی تقریب۔